انوکھی بلا

انوکھی بلا

محمود خاور

رنگارنگ کتاب کلب
۳۷۔ اُردو بازار —— کراچی

ات کی ہولناک سیاہی ماحول پر پھیل گئی اونچے نیچے مکانوں میں
وشنیاں جگمگا رہی تھیں لیکن راحیل کی آنکھوں میں اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا
ے اپنے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا سر چکرا رہا تھا پیٹ
یں انتڑیاں قل ھو واللہ پڑھ رہی تھیں بھوک کا یہ عالم تھا کہ دو قدم چلنا
دوبھر تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔؟ پورے چوبیس گھنٹے
گزر گئے اب تو اگر سرکاری نلکے سے پانی کے چند گھونٹ بھی حلق میں
اتارے جاتے تو پیٹ میں درد ہونے لگتا تھا بھلا پانی بھوک کہاں بجھا
سکتا ہے۔ اس ساری دنیا میں اس کے لیے کوئی سہارا نہیں تھا کوئی ایسا
نہیں تھا جو اسے روٹی کا ایک ٹکڑا کھلائے۔

ماں باپ کتنی بڑی نعمت ہوتے ہیں اس کا احساس اس سے

پہلے اسے نہیں ہوا تھا لیکن اب ہر لمحہ وہ انہیں یاد کرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ ہاں ماں باپ ہی دنیا کی وہ سب سے عظیم شے ہوتے ہیں جو خود بھوکے رہ کر بھی اولاد کا پیٹ بھر کر سوتے ہیں۔

وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ ان کا بچہ بھوکا سو جائے راحیل کا اب اس دنیا میں کوئی نہیں تھا نہ ماں تھی نہ باپ۔ تقدیر نے اس سے یہ دونوں سہارے چھین لیے تھے ابھی تھوڑے سے ہی عرصے قبل کی بات تو ہے۔ جب وہ ایک خوشحال بچہ تھا۔ اسکول جاتا تھا ہمیشہ اپنی کلاس میں نمایاں کامیابی حاصل کرتا تھا اور اس کے ماں باپ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے کیونکہ وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔

ایک چھوٹے سے محلے کے چھوٹے سے مکان میں وہ لوگ رہتے تھے راحیل کا باپ ایک کارخانے میں ملازم تھا ماں گھر میں کام کاج کرتی تھی صبح ہی صبح اسے تیار کر کے اسکول بھیجتی تھی وہ دونوں اسے بڑا آدمی بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ماں اپنے علاج پر خرچ نہیں کرتی تھی حالانکہ وہ کافی بیمار تھی۔

اسے کھانسی میں خون آتا تھا۔ راحیل کا باپ پریشان تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ ماں کو اسپتال میں داخل کرا کے اس کا صحیح طور سے علاج کرائے لیکن ماں کی خواہش تھی کہ جو پیسے اس کے علاج میں خرچ ہوتے ہوں وہ راحیل کی تعلیم میں خرچ کیا جائے تاکہ اس کے خواب پورے ہو جائیں اس کے علاوہ اتنے زیادہ پیسے نہیں تھے کہ راحیل کا باپ اپنی بیوی کو کسی

پرائیویٹ اسپتال میں داخل کرا کے اس کا صحیح طور سے علاج کرا سکے چنانچہ اس نے کارخانے میں دن میں ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ رات کی ڈیوٹی بھی شروع کر دی تھی دن اور رات کا جاگنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن وہ اپنے بیٹے کے مستقبل اور بیوی کے علاج کے لیے دن رات کام کر رہا تھا اور دن رات کی یہ محنت رنگ لائی ایک رات وہ مشینوں پر کام کر رہا تھا اس کی پلکیں جھپک گئی تھیں اور مشین کے پٹے نے اس کی قمیض کو پکڑ لیا اور اس کے بعد وہ مشین کے پٹے سے لپٹتا چلا گیا۔ اور اس وقت ان سے چھوٹا جب اس کی تمام ہڈیاں چور چور ہو چکی تھیں۔

باپ کی لاش جب گھر میں آئی تو راحیل اسکول جانے کی تیاریاں کر رہا تھا اسے پتہ تھا کہ ابو صبح کو تھوڑی دیر کے لیے واپس آئیں گے اور پھر ڈیوٹی پر چلے جائیں گے لیکن اس دن ابو ایک دوسری ہی شکل میں واپس آئے خون میں بھیگے ہوئے زندگی سے محروم، راحیل کی آنکھوں میں اس دن بھی تاریکی چھا گئی تھی اس کی ماں تو شوہر کی لاش کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی اور اس کے بعد وہ کبھی ہوش میں نہ آئی پڑوسیوں نے مل جل کر راحیل کے باپ کا کفن دفن کیا اور راحیل اپنے ہاتھوں سے اس کی قبر بنا کر گھر واپس آ گیا۔

محلے کی عورتیں اس کے گھر جمع تھیں اس کی ماں کی حالت زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی جا رہی تھی وہ خون تھوک رہی تھی پھر راحیل کی بدنصیبی نے اسے ایک اور موڑ دکھایا پانچ دن مسلسل بے ہوش رہنے اور خون تھوکتے

کے بعد اس کی ماں بھی اللہ کو پیاری ہو گئی اس بار تو محلے والے بھی اس کی ماں
کے لیے چندہ جمع نہیں کر سکے تھے گھر میں نقد رقم نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔
کیونکہ اتنے پیسے بچتے ہی نہ تھے اس کا باپ تو محنت کر رہا تھا بہر طور
کارخانے والوں نے اس وقت مدد کی اور تھوڑے سے پیسے دے کر راحیل
کی ماں کا کفن دفن کا انتظام کر دیا گیا دونوں ماں باپ چند ہی دنوں میں راحیل سے
جدا ہو گئے۔

معصوم بچہ چند ہی دنوں میں بالکل بے سہارا ہو گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ کیا کرے دس گیارہ کی سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے کوئی بھی تو ایسا ذریعہ
نہیں تھا جو زندگی گزارنے میں معاون ثابت ہو وہ حیران پریشان اپنے گھر کے
ویران آنگن میں بیٹھا سوچتا رہتا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

ابتدائی چند روز پڑوسیوں نے از راہ کرم کچھ چیزیں دے دیں اور اس
کے بعد گھر میں کھانے کو کچھ نہ رہا صرف چند برتن تھے رہا اور ایک دو ٹوٹی پھوٹی
چارپائیاں۔

راحیل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا کرے پڑوسیوں نے بھی آنکھیں
پھیر لی تھیں بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہے جب اپنے ہی چھن جائیں تو دوسرے
کیا ساتھ دیں۔

چند روز تک تو راحیل اسی طرح گھر میں پڑا رہا جب پڑوس سے کھانا
آنا بھی بند ہو گیا تو اس نے سوچا کہ اب کچھ کرنا چاہیے اتنے دنوں تک اسکول
بھی نہیں گیا تھا بھوکا پیاسا نل کے پانی سے پانی پی کر اس نے بستہ سنبھالا اور

اسکول پہنچ گیا اسکول والوں کو اس کی بات معلوم نہیں تھی ماسٹر صاحب نے اسے
طلب کیا۔

"راحیل اس مہینے کی فیس تم نے ابھی تک جمع نہیں کرائی؟"

"وہ۔ وہ، وہ سر میرے ماں باپ میرے ماں باپ نہ"

"ہاں، کیا ہوا تمہارے ماں باپ کو اور کہاں تھے تم اتنے دنوں سے
تمہاری مسلسل غیر حاضری لگ رہی ہے"

"سر میرے ماں باپ مر گئے"

"دونوں مر گئے" ماسٹر صاحب نے ہمدردی سے پوچھا۔

"جی ہاں سر ان دونوں کا اچانک انتقال ہو گیا" راحیل نے ماسٹر صاحب کو
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے بہت افسوس ہوا یہ سن کر مگر بیٹے اب تم کیسے پڑھو گے
فیس کہاں سے جمع کرو گے کیا کرو گے یہ بتاؤ"

"وہ بس میں کیا بتاؤں۔؟"

"بھئی مجھے افسوس ہے میں کچھ نہیں کر سکتا اوپر سے حکم ہے کہ جس
بچے کی فیس جمع نہ ہو اس کا نام کاٹ دیا جائے" راحیل نے آنسو بھری نگاہوں
سے ماسٹر صاحب کو دیکھا ماسٹر صاحب بیچارے خود تھوڑی سی تنخواہ پاتے
تھے ان کے اپنے ہی اتنے بچے تھے کہ وہ بھی زندگی سے بے زار تھے بھلا
ایک اور بچے کے لیے وہ کیا کر سکتے تھے چنانچہ انہوں نے معذرت ظاہر کر
دی اور راحیل اپنا بستہ لے کر اپنے گھر واپس آ گیا۔

پوری دنیا اس کے لیے غیر ہو کر رہ گئی تھی کوئی ایسا نہ تھا جو اسے سہارا دیتا کافی دیر تک وہ پریشان اپنے گھر میں بیٹھا رہا اس وقت بابو خان نے دروازے پر دستک دی بابو خان اس مکان مالک کا ملازم تھا جس کے مکان میں یہ لوگ رہتے تھے۔ بابو خان نے دروازے پر دستک دی اور راحیل باہر نکل آیا۔

"کیا بات ہے بابو بھائی؟" اس نے پوچھا۔

"وہ کہاں ہے تمہارا باپ بلاؤ اپنی اماں کو اب کب تک انتظار کرتے رہیں گے سیٹھ صاحب انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ مکان تم سے لے لیا جائے غضب خدا کا چھ مہینے کا کرایہ ہو گیا ابھی تک تم لوگوں نے کرایہ نہیں ادا کیا آخر ایسی کون سی مصیبت آپڑی ہے تم لوگوں پر۔"

"مصیبت تو ہم پر آپڑی ہے بابو بھائی میرے ماں اور باپ مر گئے۔"

"ہیں مر گئے دونوں مر گئے۔" بابو خان نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"ہاں۔"

"بھئی کمال ہے کرایہ دیئے بغیر مر گئے ابھی کہتا ہوں جا کر سیٹھ صاحب سے۔" بابو خان نے اس طرح کہا جیسے سیٹھ صاحب انہیں زندہ کر کے ان سے اپنا کرایہ وصول کر لیں گے سیٹھ صاحب بڑے سنگدل تھے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے چار پانچ آدمی وہاں بھیج دیئے اور جنہوں نے پہلے محلے میں آ کر تصدیق کی کہ کیا واقعی راحیل کے ماں باپ مر چکے ہیں اور جب اس بات کی

تصدیق ہو گئی تو انہوں نے فوراً مکان پر قبضہ کر لیا۔ بھلا مکان کا یہ مختصر سا سامان چھ مہینے کا کرایہ کیا اسے حاصل کر سکتا تھا۔

لیکن جو بھی ہاتھ لگا انہوں نے رکھ لیا۔ بمشکل تمام راحیل کو اپنا بستہ اور کتابیں لانے کی اجازت مل سکی تھی اسے اس مکان سے بھی نکال دیا محلے والے کھڑے دیکھ رہے تھے کسی نے راحیل کو سہارا نہیں دیا ان بے چاروں کے گھر خود چھوٹے چھوٹے تھے سب ہی اپنے بال بچوں کی زیادتی کی وجہ سے پریشان رہتے تھے۔ سب ہی کو اپنی زندگی گزارنا مشکل تھا بھلا اس یتیم اور بے سہارا بچے کو سہارا کون دیتا۔

راحیل اپنا بستہ گلے میں ڈالے وہاں سے آگے بڑھ گیا اب اس سے رہنے کا ٹھکانہ بھی چھن چکا تھا اسے نہیں معلوم تھا کہ اس دنیا میں زندگی کیسے بسر کی جاتی ہے اور اس جیسے بچے کہاں پروان چڑھتے ہیں وہ سڑکوں پر پیدل پھرتا رہا بھوک کے مارے برا حال تھا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔

کسی سے کچھ مانگ بھی نہیں سکتا تھا محنت مزدوری کرنے کی عمر بھی نہیں تھی بے سہارا سڑکوں پر پھرتا رہا جب بھوک کی شدت نے پریشان کیا تو ایک نلکے پر جا کر تھوڑا سا پانی پیا لیکن اسے قے آنے لگی خالی پیٹ میں پانی کافی تکلیف دے رہا تھا وہاں سے اٹھ کر وہ گرتا پڑتا آگے بڑھا اور اسکول کی اس عمارت کے سامنے پہنچ گیا جس میں کبھی وہ پڑھتا تھا لیکن اب اسے اسکول سے بھی نکال دیا گیا تھا۔ بچوں کی چھٹی ہونے والی تھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام بچے یونیفارم پہنے ہوئے باہر نکل آئے ان

کچھ راحیل کے شناسا بھی تھے دو لڑکے راحیل کے پاس رک گئے۔

"ارے راحیل سنا ہے تمہیں اسکول سے نکال دیا گیا؟" انہوں نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔ راحیل نے کوئی جواب نہیں دیا بس اس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپک پڑے۔

"روتے کیوں ہو راحیل اپنے ماں باپ سے کہو کہ وہ فیس دے دیں اور اسکول میں دوبارہ تمہارا نام لکھا دیں۔" ایک بچے نے ہمدردی سے کہا۔

"میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔"

"اوہ دونوں مر چکے ہیں؟"

"ہاں اب میرا فیس دینے والا کوئی نہیں ہے میں یتیم ہوں۔" اتنی دیر میں اسکول کی بس آکر کھڑی ہو گئی اور دونوں بچے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے بس میں سوار ہو گئے راحیل کے لیے اب اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں تھا وہ کافی دیر تک یونہی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا رہا پھر اپنی کتابوں کی طرف دیکھا اب یہ کتابیں تو بے کار ہیں اس کے لیے بھلا اب وہ تعلیم کیسے جاری رکھ سکتا ہے۔

اسکول میں دینے کے لیے فیس ہے، اور نہ کھانے کیلئے کچھ ہے۔

کپڑے وغیرہ بھی سیٹھ صاحب کے آدمیوں نے چھین لیے ہیں ایک ہی لباس جو اس کے بدن پر رہ گیا تھا، ورنہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا یہ بستہ بھی اگر ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو کیا حرج تھا اب اسے گلے میں لٹکائے پھرنے سے کیا فائدہ۔

اس نے بستہ اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا اب اسے اس بستے سے

کوئی دلچسپی نہیں تھی دفعتاً اسے کچھ خیال آیا یہ بستہ اس کا پیٹ تو بھر سکتا ہے کم از کم۔ اس نے سوچا اور جلدی سے آگے بڑھ کر بستہ دوبارہ اٹھا لیا پھر وہ سڑکیں طے کرتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں کتابوں کی دکان تھی ابو ایک بار اسے یہاں لائے تھے اور یہیں سے انہوں نے یہ کتابیں خرید کی تھیں وہ ایک دکاندار کے پاس پہنچ گیا دکاندار نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا چاہیے بیٹے۔؟"

"کچھ چاہیے نہیں جناب میں یہ کتابیں بیچنا چاہتا ہوں۔" راحیل نے اسکول کی کتابیں نکال کر دکاندار کے سامنے رکھ دیں۔

"بیچنا چاہتے ہو کیوں؟"

"بس جناب میں انہیں بیچنا چاہتا ہوں۔" راحیل نے جواب دیا ہر ایک سے وہ اپنا رونا رونا نہیں چاہتا تھا۔

"مگر میاں۔ ہم ان کا کیا کریں گے ابھی تو سال شروع ہوا ہے پرانا کورس تو سال ختم ہونے پر بک سکتا ہے اس وقت یہ ہمارے لیے بے کار ہیں تم کسی اور کو دکھا لو۔" راحیل نے دو تین اور دکانداروں کو کتابیں دکھائیں لیکن سب نے ایک ہی بات کہی کہ ابھی یہ کتابیں بے کار ہیں سال ختم ہونے پر پرانا کورس شاید بک جائے۔ راحیل یہاں سے بھی مایوس ہو گیا یہ آخری امید تھی جو ٹوٹ گئی تھی۔

لیکن دفعتاً اسے ایک پان کی دکان نظر آئی اور وہ پان والے کے پاس

پہنچ گیا۔

"یہ کتابیں خریدو گے؟" اس نے پان والے سے کہا۔

"یہ کتابیں۔ ارے بابا اپن کو کتابوں کا کیا کرنا ہے اپن کوئی پڑھا لکھا تھوڑی ہے ہاں اگر تم بیچنا چاہتے ہو تو پان کی پڑیاں باندھنے کے لیے یہ ردی بیچ دو۔"

"اچھا لو کتنے پیسے دو گے ان کے"؟ راحیل نے کہا اور پان والا کتابیں اٹھا کر ٹٹولنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"آٹھ آنے دیں گا اگر دینا ہو تو دو ورنہ آگے بڑھ جاؤ۔"

"نہیں نہیں ٹھیک ہے آٹھ آنے دو۔" راحیل نے کتابیں بستے سمیت اس کے حوالے کر دیں اور دکاندار نے ایک اٹھنی اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ مستقبل کی قیمت آٹھ آنے بڑا آدمی بنانے والی کتابوں کی قیمت صرف آٹھ آنے اور ان آٹھ آنوں میں سے چار آنے کے اس نے چنے خرید لیے اور اپنی جیبوں میں بھر لیے باقی چار آنے احتیاط سے اپنی اندرونی جیب میں رکھ لیے تھے کم از کم ان کے چنے بھی خرید کر کھائے جا سکتے ہیں۔

مٹھی بھر چنوں نے اسے تھوڑی سی تسلی دی اور وہ پانی پینے کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر ایک طرف جا بیٹھا۔ بھلا اس طرح زندگی کیسے گزر سکتی ہے اس سے تو موت ہی بہتر ہے اس نے سوچا۔ ہاں مجھے مر جانا چاہیئے مجھے مر جانا چاہیئے۔

اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مر

جائے گا جان دے دینا ہی بہتر ہے۔ جب اس زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے تو پھر موت ہی کو گلے لگا لینا چاہیئے وہ سوچتا رہا شام ہو چکی تھی سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

وہ وہاں سے آگے بڑھ گیا مجھے ضرور مر جانا چاہیئے اس نے سوچا چلتے چلتے وہ سمندر کے کنارے آ نکلا تھا چاروں طرف رات کی سیاہی پھیلتی چلی جا رہی تھی وہ سمندر کی لہروں کو دیکھتا رہا اور پھر ایک جگہ وہیں بیٹھ کر ان کا نظارہ کرنے لگا یہ لہریں مجھے اپنی آغوش میں جگہ دے سکتی ہیں مجھے میری امی ابو کے پاس پہنچا سکتی ہیں مجھے ضرور مر جانا چاہیئے مجھے ضرور مر جانا چاہیئے۔

آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ بہہ کر اس کی قمیض بھگو رہے تھے کافی رات پھیل گئی چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا دور دور تک کسی انسان کا پتہ نہیں تھا دفعتاً اس نے دور سمندر میں کوئی سیاہ سی چیز فٹ بال کی طرح اچھلتے ہوئے دیکھی وہ آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی راحیل چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جلدی سے ایک پتھر کی آڑ لے لی تھی۔ پتہ نہیں کون ہے کیا کر رہا ہے۔ اور اس طرف کیوں آ رہا ہے؟ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

اس نے تھوڑا سا سر ابھارا اور اس عجیب و غریب شے کو دیکھنے لگا چند ہی لمحات کے بعد وہ شے ساحل پر پہنچ گئی لیکن یہ تو کوئی انسان تھا پتہ نہیں انسان تھا بھی یا نہیں راحیل نے اس کی آنکھوں سے تیز روشنی پھوٹتے ہوئے دیکھی۔

اس کا سر گنجا تھا کان بڑے بڑے اور اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔

آنکھیں انتہائی خوفناک اور چمکدار تھیں چیز اعجیب سے انداز میں ہل رہا تھا اس کے ہاتھ میں کوئی چیز دبی ہوئی تھی پتہ نہیں کوئی مچھلی تھی یا کچھ اور تھا وہ اسے ہاتھوں میں لیے آہستہ آہستہ باہر نکل آیا اور راحیل کے رونگٹے خوف سے کھڑے ہو گئے یہ انتہائی بے ہیئت اور عجیب سا انسان تھا لمبے لمبے ہاتھ پاؤں بالکل جانوروں کی طرح تھے جن کے ناخن بھی بے پناہ لمبے تھے بدن عجیب سا تھا شانے اس طرح گردن سے ملے ہوئے تھے جیسے ان پر گوشت کے تودے جما دیئے گئے ہوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی شے کو اس نے سمندر کے کنارے بیٹھ کر دانتوں سے ادھیڑنا شروع کر دیا۔

آہ۔ اس کے دانت انتہائی لمبے لمبے اور خوفناک تھے ان سے خون ٹپک رہا تھا اور وہ شے جو ہاتھوں میں دبی ہوئی تھی وہ مچھلی تو نہیں تھی اس کے بھی چھوٹے چھوٹے ہاتھ پاؤں نظر آ رہے تھے دہشت سے راحیل کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

وہ تو کوئی انسان ہی تھا جو اس کے ہاتھوں میں دبا ہوا تھا شائد کوئی بچہ وہ اسے دانتوں سے ادھیڑ ادھیڑ کر کھا رہا تھا اور اس کے منہ سے خون کے قطرے نیچے ٹپک رہے تھے دہشت کے مارے راحیل کا برا حال ہو گیا خوفناک بلا کافی دیر تک بیٹھی انسانی گوشت کھاتی رہی اور اس کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکلتی رہیں۔

جس طرح کوئی بھیڑیا غرا رہا ہو راحیل کے پیروں میں گویا جان نہیں رہی تھی دہشت سے اس کا برا حال تھا وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس بلا نے اسے

دیکھ لیا تو یقیناً اپنے شکار کو ہڑپ کرنے کے بعد وہ اس کی طرف رخ کریگی۔

دوسرے لمحے اس نے دوڑ لگا دی وہ دہشت سے چیختا ہوا بھاگ رہا تھا اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بلا اس کے پیچھے آ رہی ہو اس کے قدموں کی چاپ اسے قریب سے قریب تر سنائی دے رہی تھی اس کے حلق سے خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں کافی دور چلنے کے بعد اس نے ٹھوکر کھائی اور بری طرح زمین پر گرا۔

اس کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی سر اتنی زور سے چکرایا کہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کے بعد اسے کوئی احساس نہ رہا۔

اس کے گرفتار ہوئے چوتھا دن تھا اور ان چار دنوں میں پولیس کے
بڑے بڑے خطرناک افسر اس سے بتیس موتیوں کے ہار کے بارے میں
معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے جو اس نے سیٹھ غلام
علی کی تجوری سے چرایا تھا۔ ہار سیٹھ غلام علی کی بیوی کا تھا اور اس میں جو موتی
پڑے ہوئے تھے وہ لاکھوں روپے کی مالیت کے تھے جب کہ ان کو پتہ
چلا کہ ہار دلاور خان نے چرایا ہے۔ لیکن دلاور خان ڈاکو کم، پہلوان زیادہ تھا، اس
کے چوڑے سینے کو دیکھ کر ہی لوگوں کا برا حال ہو جاتا تھا، اور پھر اس کی صورت
بھی بے حد خوفناک تھی۔

گرفتار ہونے کے بعد اس نے زبان بند کر لی تھی اور کسی کو ہار کے بارے
میں کچھ بتانے سے انکار کر دیا تھا۔ پولیس ہر طرح سے اس کی تلاشی لے چکی تھی
اس کے گھر کا چپہ چپہ چھان مارا گیا تھا۔ لیکن صاحب دلاور خان سے بھلا کون

پوچھ سکتا تھا کہ اس نے وہ بتیس موتی کہاں چھپائے۔

اس کے پورے بدن کی بھی تلاشی لے لی گئی تھی اور وہ اس تلاشی
کے دوران بس مسکراتا رہا تھا۔ پولیس والے بھی تھک چکے تھے اور ان کے ذہنوں
میں اس سلسلے میں ایک ہی نام آتا تھا، فولاد خان۔

فولاد خان مانا ہوا انسپکٹر تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ درحقیقت اس کا بدن بھی
فولاد ہی سے بنایا گیا ہے اتنا سخت جان، اتنا طاقتور اور ذہین کہ پولیس
ڈیپارٹمنٹ میں اس سے زیادہ خطرناک آدمی کوئی نہیں تھا۔

فولاد خان ان دنوں کسی مہم پر گیا ہوا تھا اور اطلاع ملی تھی کہ وہ ایک
آدھ دن میں واپس آ رہا ہے ڈی آئی جی صاحب نے ساری رپورٹیں سننے
کے بعد کہا تھا کہ بھائی اس سے تو فولاد خان ہی نمٹے گا بات یہ ہے کہ دلاور
خان اور فولاد خان ایک ہی نسل کے آدمی ہیں دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح
سمجھتے ہیں، چنانچہ اب فولاد خان کی واپسی کا انتظار کیا جائے۔

دلاور خان موٹی موٹی سلاخوں کے آہنی پھاٹک کے پیچھے بند تھا۔ وہ
سخت آدمی تھا، ہر وقت کوئی نہ کوئی دھن گنگناتا رہتا تھا اس نے ایک
پولیس آفیسر کی بری طرح پٹائی بھی کر دی تھی۔ دو ہی گھونسوں نے پولیس آفیسر
کے جبڑے ہلا دیئے تھے۔

یہ پولیس آفیسر اس سے معلومات کرنے کے لیے لاک اپ میں داخل
ہوا تھا۔ لیکن دلاور خان اتنا خونخوار آدمی تھا کہ اس نے پولیس آفیسر کی وردی کی
بھی پرواہ نہیں کی اور جب پولیس آفیسر نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا تو اس کے

زوردار گھونسوں نے پولیس آفیسر کے جبڑے توڑ کر رکھ دیئے۔

چنانچہ پولیس والے اگر چاہتے تو دل کر بری طرح اس کی مرمت کر سکتے تھے، لیکن موتیوں کے ملنے سے پہلے اس کی مرمت کرنا بھی مناسب نہیں تھا، اگر زخمی ہو جاتا تو پھر سیٹھ صاحب کے موتیوں کا ہار کس طرح ملتا۔

چنانچہ پولیس اس سلسلے میں بہت پریشان تھی، اس وقت بھی پولیس ڈیپارٹمنٹ کے چند افسر بیٹھے ہوئے اس سلسلے میں گفتگو کر رہے تھے کہ ایک شاندار قدوقامت کا تندرست وجوان آدمی اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی وہ سب خوشی سے اچھل پڑے۔

"ارے فولاد خان بڑی شدت سے آپ کا انتظار تھا۔" ایک پولیس افسر نے کہا۔

"ہاں مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوئی دلاور خان نامی ڈاکو پکڑا گیا ہے اس کے پاس تیس موتیوں کا ایک ہار ہے، جو بہت قیمتی ہے اور اس ہار کو حاصل کرنے کی آپ سب بہت کوشش کر چکے ہیں۔ فولاد خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں فولاد خان۔ لیکن ہم تو ہر کوشش کر کے ہار چکے، ہم سب تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"تو میں آگیا ہوں۔" فولاد خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں تم آگئے ہو، اب یقیناً یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا، لیکن وہ کم بخت باڈی بلڈر پہلوان ہے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔ انسپکٹر انور نے اس سے

معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، تو اس نے دو ہی گھونسوں میں اس کے جبڑے توڑ دیئے۔"

"واہ واہ۔ واہ واہ۔ ایسے آدمی سے تو معلومات حاصل کرنے میں مزا آئے گا۔"

"فولاد خان تم بھی بار بار ہوشیار رہنا، کیا ڈی آئی جی کی طرف سے تمہیں اس سلسلے میں ہدایات ملی ہیں۔"

"ہاں۔"

"کیا کہا ہے انہوں نے۔"

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس سے معلومات حاصل کر لوں اور اس وقت میں اسی سے معلومات حاصل کرنے آیا ہوں۔" فولاد خان نے جواب دیا۔

"تو پھر آؤ بھائی، تم بھی دیکھ لو۔ لیکن ذرا ہوشیار ہی رہنا۔" انسپکٹر نور نے کہا۔

لیکن فولاد نے انسپکٹر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا سلاخوں والے کمرے کے نزدیک پہنچ گیا جہاں دلاور خان بند تھا۔

دلاور خان آرام سے بیٹھا ہوا تھا، اس نے تمسخرانہ نگاہوں سے فولاد خان کو دیکھا۔ فولاد خان کے اشارے پر انسپکٹر انچارج نے حوالات کا دروازہ کھول دیا، اور فولاد خان اندر داخل ہو گیا، پھر اس نے مڑ کر کہا۔

"دروازے کو باہر سے تالا لگا دو۔"

"فولاد خان۔ فولاد خان یہ تم ٹھیک نہیں کر رہے، تالا تو کھلا رہنے دو، تاکہ ہم لوگ کم از کم تمہاری مدد کو پہنچ سکیں۔" انسپکٹر انچارج نے کہا۔

"تالا لگا دو۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔" فولاد خان نے بھاری لہجے میں کہا اور آفیسر انچارج نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے لاک اپ کو تالا لگا دیا تھا۔

دلاور خان اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا اس کا اوپری بدن برہنہ تھا۔ ایک پتلون پہنے ہوئے تھا جس پر چوڑی بیلٹ کسی ہوئی تھی دیکھنے میں اس کا بدن بھی واقعی فولاد ہی نظر آ رہا تھا۔ جب کہ انسپکٹر فولاد خان کرتے شلوار میں ملبوس تھا اور ایک عام سا آدمی نظر آ رہا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دلاور خان کے نزدیک پہنچ گیا وہ بغور دلاور خان کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"تو تم ہی دلاور خان ہو۔"

"اور تم جھینگے ہو۔ کیوں۔" دلاور خان نے کہا اور قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"وہ موتی تم نے کہاں چھپا کر رکھے ہیں۔" فولاد خان نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرے پیٹ میں ہیں۔ نکال لو۔" دلاور خان نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا

"وہ تو نکال لوں گا۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ تم سچ سچ بتا دو۔"

"کہہ تو رہا ہوں، پیٹ میں ہیں، نکال سکتے ہو تو نکال لو۔" دلاور خان مضحکہ خیز انداز میں بولا۔

"کھڑے ہو جاؤ۔" فولاد خان آہستہ سے بولا۔ لیکن دلاور خان نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

دفعتاً فولاد خان کے پاؤں کی ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑی اور دلاور

خان۔ کے حلق سے ایک کراہ سی نکل گئی۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"تم پولیس آفیسر ہو یا کوئی عام آدمی۔"

"میں پوچھتا ہوں موتی کہاں چھپائے ہیں تم دو منٹ کے اندر جواب دے دو۔ ورنہ اس کے بعد تم بولنے کے قابل نہیں رہو گے فولاد خان نے کہا۔

"انسپکٹر ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آئے ہو، یا خالی ہاتھ آئے ہو۔" دلاور خان نے پوچھا۔

"میں خالی ہاتھ ہوں دلاور خان، لیکن یاد رکھو انہی خالی ہاتھوں سے تمہارا حلیہ بگاڑ دوں گا۔" اس نے کہا اور پھر پلٹ کر سلاخوں دار جنگلے کی جانب دیکھنے لگا جہاں دوسرے آفیسرز ابھی تک کھڑے ہوئے تھے۔

"براہ کرم آپ لوگ واپس چلے جائیں، ہم دونوں کو تنہا چھوڑ دیں۔"

"بہتر۔" آفیسر انچارج نے کہا اور پھر دوسرے تمام لوگوں کو وہاں سے لے کر چلا گیا۔

دلاور خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"انہیں واپس بلا لو انسپکٹر، تمہاری لاش کون لے جائے گا یہاں سے۔"

"اس کا فیصلہ تو بہت جلد ہو جائے گا دلاور خان۔" فولاد خان نے کہا اور دونوں آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔

"تو پھر معلوم کر لو مجھ سے دیکھیں کس طرح معلوم کرو گے۔" دلاور خان بولا۔ اور دوسرے ہی لمحے انسپکٹر فولاد خان کا الٹا ہاتھ گھوم گیا۔ دلاور خان نے اپنے آپ

کو بچایا۔ وہ یہی سمجھا تھا کہ ہاتھ اس کے منہ پر پڑے گا۔ لیکن دراصل یہ تو ایک طرح کی جھکائی تھی۔ فولاد خان کا داہنا ہاتھ اس کے جبڑے پر پڑا تھا۔ اور دلاور خان جو الٹی طرف سے اپنے بچاؤ کے لیے تیار ہوا تھا، داہنی طرف ہاتھ کھانے کے بعد ایک دم سے دیوار کی طرف جا پڑا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اچھلا، اور حلق سے ایک غراہٹ کی سی آواز نکال کر اس نے فولاد خان کے سینے پر دولتی مارنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فولاد خان اتنا شاندار لڑاکا ہو گا۔

اس کے دونوں پاؤں فولاد خان کے ہاتھوں میں آ گئے اور فولاد خان نے اس کی پنڈلیاں پکڑ کر اسے گھمانا شروع کر دیا اس نے فولاد خان کو کئی چکر دیئے تھے اور پھر وہ بولا۔

"اب اگر میں تمہیں چھوڑ دوں، تو تم پوری قوت سے جا کر دیوار سے ٹکراؤ گے اور تمہاری یہ کھوپڑی پاش پاش ہو جائے گی۔"

"لیکن میں ایسا نہیں کر رہا، اب بھی ہوشیار ہو جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ موتی تم نے کہاں چھپائے ہیں۔"

اب تو دلاور خان کی سٹی گم ہو گئی، وہ اتنے طاقتور آدمی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ شلوار قمیض میں تو فولاد خان کا بدن کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔

فولاد خان نے اسے ایک بار پھر زمین پر ڈال دیا لیکن دلاور خان بھی ربڑ کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا، وہ پھر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس بار

اس نے حلق سے ایک چیخ نکال کر فولاد خان پر حملہ کر دیا۔

لیکن کیا مجال تھی جو وہ فولاد خان کے بدن کو چھو بھی سکتا فولاد خان نے پلٹ کر ایک ٹانگ اس کے سینے پر ماری اور پھر دوسری لات اس کے منہ پر پڑی۔ دلاور خان بری طرح زمین پر گرا تھا۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا تھا۔

اور اس کے بعد وہ دونوں وحشی درندوں کی طرح لڑنے لگے، فولاد خان ہر ممکن کوشش کر رہا تھا کہ دلاور خان کی گردن پکڑ کر اپنے آہنی شکنجے میں دبا دے۔ لیکن دلاور خان بھی کچھ کم نہ تھا فولاد خان کے گھونسے واقعی ایسے تھے کہ دلاور خان کے جبڑے ہل کر رہ گئے اس نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ فولاد خان نے پھر اس کی گردن پکڑی اور اسے کھڑا کر دیا۔

"بتاؤ موتی کہاں ہیں؟"

"میرے پاس نہیں ہیں۔" دلاور خان غراتا ہوا بولا۔

"پھر کس کے پاس ہیں۔" فولاد خان کے انداز میں بھیڑیے کی سی غراہٹ تھی۔

"مجھے نہیں معلوم۔" دلاور خان نے غرا کر جواب دیا۔

"میں مار مار کر تمہیں ادھ مرا کر دوں گا۔" فولاد خان نے دانت پیستے ہوئے کہا

"تو کر دو۔ لیکن موتیوں کا راز معلوم نہیں کر سکو گے۔" دلاور خان نے کہا۔

اچھا یہ بات ہے۔" فولاد خان بولا۔ پھر اس نے دلاور خان کی گردن پکڑے پکڑے اسے دیوار سے لگا دیا۔ اور اس بار اس کا ایک زوردار گھونسہ

دلاور خان کے جبڑوں پر پڑا۔ دوسرے لمحے اس نے دلاور خان کا منہ کھول کر اپنی چٹکی سے اس کے دانت پکڑ لیے فولاد خان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ اس نے اپنی ایک چٹکی سے پکڑ کر ایک مجرم کے بتیسوں دانت نکال کر باہر رکھ دیئے تھے اس وقت بھی وہ اپنا وہی داؤ آزما رہا تھا اس نے دلاور خان کے دانت پکڑے ہوئے تھے اور پھر ایک خوفناک جھٹکا اس نے اپنے ہاتھوں کو دیا اور دلاور خان کی بتیسی باہر نکل آئی۔ فولاد خان کو خود امید نہیں تھی کہ اتنے مضبوط آدمی کی بتیسی اس طرح اس کے ہاتھ میں آجائے گی۔

وہ بتیسی ہاتھ میں لیے حیران کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، لیکن دوسرے لمحے اس کی نگاہ دلاور خان کے منہ پر پڑی۔

ارے یہ کیا ہوا۔ اس کے منہ سے تو خون بھی نہیں نکل رہا۔ جب کہ پہلے آدمی کے منہ سے تو اتنا خون بہا تھا کہ اس کا سارا سینہ بھیگ گیا تھا۔ لیکن دلاور خان کھڑا حیران نگاہوں سے فولاد خان کو دیکھ رہا تھا۔

اور دوسرے لمحے فولاد خان کو ایک اور خیال آیا۔ اس نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی بتیسی کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے یہ بتیسی نقلی تھی۔ یقیناً دلاور خان جیسے جوان اور مضبوط آدمی کے بتیسوں دانت ٹوٹے تو نہ ہوں گے یہ دانت ضرور اس نے نکلوائے ہی ہوں گے اور ان دانتوں کی جگہ یہ نئے دانت لگوائے گئے۔ لیکن کیوں، آخر کیوں۔

اس خیال کے تحت دلاور خان نے ان دانتوں کو خوب غور سے دیکھا تو اس اسے ایک عجیب و غریب چیز نظر آئی۔

دانت خاصے بڑے بڑے تھے اور ان کے درمیان باریک خول تھے۔ ان بتیسوں خولوں میں بتیس موتی چمک رہے تھے، اوپر سے انہیں موم لگا کر بند کر دیا گیا تھا، تاکہ موتی گرنے نہ پائیں۔

فولاد خان کے چہرے پر عجیب سی حیرت پھیل گئی، پھر اس کے حلق سے ایک قہقہہ نکل گیا۔

”دیکھا دلاور خان موتی خود بخود میرے پاس آ گئے، یہی موتی ہیں نا۔“

”میں تجھے مار ڈالوں گا، جان سے مار ڈالوں گا۔ یہ بات یاد رکھنا۔“ دلاور خان ببر کی طرح بپھرتے ہوئے بولا۔ لیکن اس نے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

فولاد خان کے قہقہے حوالات میں گونج رہے تھے، اور تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے پولیس افسران حیرت سے ان قہقہوں کو سن رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ آخر فولاد خان کو کیا ہو گیا۔ وہ اس طرح ہنس کیوں رہا ہے۔

چند لمحات کے بعد فولاد خان باہر نکل آیا۔ آفیسر اس کی شکل دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے پوچھا۔

”کیوں فولاد خان کچھ معلوم ہوا۔“

”ہاں بہت کچھ معلوم ہو گیا۔“

”کیا۔“ انسپکٹر انچارج نے حیرت سے پوچھا۔

”موتی برآمد ہو گئے۔“ فولاد خان نے جواب دیا

"برآمد ہو گئے!" وہ سب حیرت سے چیخ پڑے۔

"ہاں یہ دیکھو" فولاد خان نے دانتوں کی بتیسی ان کے سامنے کر دی اور بتیسی کے اندر چھپے ہوئے موتیوں کو دیکھ کر سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ان سب کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئیں اور وہ فولاد خان کی اس چالاکی پر عش عش کرنے لگے۔

"بھائی فولاد خان یہ کام دراصل تم ہی پہ جچتا ہے" انسپکٹر انچارج نے کہا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں، یہ موتی میں ڈی آئی جی صاحب کو پیش کر دوں گا" فولاد خان نے کہا۔

"یار فولاد خان! ایک بات کہوں تمہاری قسمت ہی اچھی ہے" ایک آفیسر نے کہا۔

"کیوں ؟"

"اب دیکھو نا ہم کئی مرتبہ کوشش کر چکے ہیں اور اس کے نتیجے میں بے چارے انسپکٹر انور کے جبڑے بھی ٹوٹ گئے چلو اگر ہم کسی طرح اس پر قابو بھی پا لیتے تو یہ کس طرح پتہ چلتا کہ موتی اس کے دانتوں میں چھپے ہوئے ہیں؟"

"وہ خود بتاتا نا!"

"کبھی نہ بتاتا۔ بھلا کون سوچ سکتا ہے کہ اس نے یہ موتی ہار سے الگ کر کے اپنے دانتوں کے خول میں چھپا رکھے ہیں اگر ہم اس کی گردن بھی کاٹ دیتے تو وہ کبھی یہ نہ بتاتا ویسے کم بخت بہت چالاک ہے۔"

"ہاں ۔ دیکھو تو سہی۔ کیسی انوکھی جگہ اس نے موتی چھپانے کیلئے تلاش کی۔ ب تو ایک کام کرنا پڑے گا!"

"کیا ؟"

"کوئی بھی مجرم گرفتار ہو کر آئے گا تو ہم اس کے دانت اکھاڑ کر دیکھ لیا کریں گے کہ اس نے چوری کا مال دانتوں میں تو نہیں چھپا رکھا ہے" آفیسر انچارج نے کہا اور سب ہنسنے لگے۔

"اچھا دوستو! مجھے اجازت دو۔ میں چلتا ہوں" فولاد خان باہر نکل آیا۔

فولاد خان نے تبیس سچے موتی ڈی آئی جی صاحب کے سامنے رکھے

تو وہ حیرت سے اچھل پڑے۔

"وارے۔ یہ کیا ہے؟"

"تبیس موتیوں کا ہار جو دلاور خان کی بتیسی سے برآمد ہوا ہے" دلاور خان

نے کہا اور ڈی آئی جی صاحب تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگے۔

"گویا۔ گویا تم نے۔ مگر کس طرح۔ آخر کس طرح۔؟"

"ہار کے موتی نکال کر اس نے مصنوعی دانتوں کے خول میں چھپائے

تھے۔ اس لیے اسے اطمینان تھا کہ کوئی ان کا سراغ نہیں لگا سکے گا۔ مگر

نے اس کی بتیسی ہی نکال لی۔

"خدا کی پناہ۔ میں نے بڑے بڑے لوگوں کو اس کام پر لگایا تھا

وہ سب کوشش کر کے ہار گئے تھے تم نے کمال کر دکھایا" فولاد

لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم تو ہمیشہ یہی کمال کرتے

ہو۔"

"سب خدا کا فضل ہے جناب میرے لائق اور کوئی خدمت آپ

نے اس ہار کے لیے مجھے تار دے کر بلایا تھا"

"نہیں فولاد خاں۔ تمہارے بلانے کی وجہ تو کچھ اور ہے"

"فرمائیے"

"شاید تم نے وہاں رہ کر اخبارات نہیں دیکھے"

"جی ہاں۔ کافی دن سے اخبار پڑھنے کو نہیں ملے کوئی خاص بات ہے"

"خاص بات۔ ارے بھئی شہر میں خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے"

"کیوں۔ خیریت"

"اب تک جو بیس افراد اغوا ہو چکے ہیں ان کی کوئی خبر نہیں ملی ہے کہاں

گئے کیا ہوا ان کے ساتھ۔ بڑے پراسرار انداز میں انہیں اغوا کیا جاتا ہے اور

پھر ان کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ ہاں پچھلے دنوں دو آدمیوں نے ایک عجیب

کہانی سنائی ہے۔

کیسی کہانی۔

"حملہ سے فرزند علی خاں نامی ایک شخص کو اغوا کیا گیا۔ وہ اپنے

مکان کے صحن میں سو رہا تھا۔ اس کا بھائی اوپری منزل کی بالکنی میں سو رہا تھا

کہ دفعتاً اسے فرزند علی کی چیخ سنائی دی اس نے جھانک کر دیکھا تو ایک

عجیب الخلقت انسان کو پایا جو فرزند علی کو کندھے پر اٹھائے دروازے کی

طرف جا رہا تھا چونکہ یہ چاند کی چودھویں رات تھی اس لیے اس نے اس ا
نما بلا کو بخوبی دیکھ لیا تھا۔"

"انسان نما بلا۔"

"ہاں اس کا قد زیادہ لمبا نہیں تھا لیکن فرزند علی کے بھائی کا کہنا
ہے کہ اس کا بدن عجیب تھا۔ سر پہ بالوں کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ چہرہ بے حد خوف
تھا آنکھیں ایسی چمک رہی تھیں جیسے دو سرخ بلب جل رہے ہوں دانت
بے حد خوفناک اور لمبے لمبے تھے دیکھتے ہی دیکھتے وہ فرزند علی کو لے کر دیوار
پھلانگ کر غائب ہو گئی۔ پھر فرزند علی کا کوئی پتہ نہیں چل سکا۔

"اوہ"

"ایسی ہی ایک کہانی ایک اور شخص نے سنائی تھی اس نے بھی اس
بلا کو دیکھا تھا جو اس کی بیوی کو اٹھا لے گئی تھی۔"

"کسی نے اس کا پیچھا نہیں کیا؟"

"اس کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ وہ اچانک نمودار ہوتی ہے کہاں سے
آتی ہے اور کہاں جاتی ہے کوئی پتہ نہیں چل سکا۔"

"ہوں۔ اب تک چوبیس آدمی غائب ہو چکے ہیں۔"

"ہاں۔"

"یہ کیا قصہ ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر فولاد خان سوچنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں
غور کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"اب تو تمہیں ہی پتہ لگانا پڑے گا فولاد خان ہمیں تم پہ پورا بھروسہ

ہے۔ شہر کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ پورا شہر راتوں کو جاگتا ہے لوگوں
نے کمیٹیاں بنالی ہیں اور گروہ بنا کر راتوں کو پہرہ دیتے ہیں اخبارات پولیس پہ
خوب کیچڑ اچھال رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ پولیس شہریوں کی حفاظت کرنے میں
ناکام رہی ہے۔"

"پولیس کنٹرول نہیں کر رہی۔"

"بیس گاڑیاں اس کام پر لگا دی گئی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کسی نہ کسی
جگہ سے کوئی نہ کوئی اغوا ہو جاتا ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے۔"

"کچھ کرو فولاد خان۔ پولیس کی بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے جناب میں آج ہی سے اپنا کام شروع کئے دیتا ہوں۔"
فولاد خان نے کہا۔

"ہمیں تم سے بڑی امید ہے فولاد خان۔"

"میرے لیے دعا کریں جناب اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کہہ
سکتا۔" فولاد خان نے ڈی آئی جی کو سلوٹ کیا اور باہر نکل آیا۔ پھر وہ اس کیس
کے انچارج کے پاس پہنچ گیا اور اس سے رپورٹ طلب کر لی۔

اس کیس کا فائل لے کر وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ
کون کون سے علاقوں سے اس بلا نے لوگوں کو اغوا کیا ہے لیکن پوری فائل
کو دیکھنے کے بعد بھی وہ کسی قسم کی کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔

وہ بلا ہر جگہ پر آسانی پہنچ جاتی تھی اس لیے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کہاں

رہتی ہے۔

کافی دیر تک فائل دیکھتے رہنے کے بعد اس نے فائل بند کر دیا پھر اس نے انچارج سے ایک جیپ طلب کی اور اس میں بیٹھ کر باہر نکل آیا ابھی تک اس کے ذہن میں کوئی پلان نہیں تھا۔

رات کو بارہ بجے اس نے کچھ تیاریاں کیں اور مسلح ہو کر جیپ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ کسی خاص جگہ کے بارے میں تو کوئی اندازہ نہیں تھا بس شہر کا گشت ہی کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سڑکیں گلیاں طے کرتا رہا راستے میں اس نے پولیس کی کئی گاڑیاں دیکھی تھیں پولیس مستعد تھی۔

انسپکٹر فولاد خان ساری رات گشت کرتا رہا پھر جب صبح کی روشنی پھوٹنے والی تھی وہ ایک تھانے کے سامنے سے گزرا۔ اس نے اس بارہ آدمیوں کو تھانے کی عمارت کے احاطے میں کھڑے دیکھا اور جیپ کا رخ اس طرف کر دیا۔

تھانے کا انچارج ان لوگوں سے باتیں کر رہا تھا فولاد خاں کی جیپ داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔

"آیئے انسپکٹر فولاد - دیکھئے یہ بے چارے ستم رسید، لوگ کیا خبر لائے ہیں۔"

"کیا بات ہے۔"

"دہائی ہے سرکار۔ گیارہ بارہ سال کا بچہ وہ بلا اٹھا لے گئی۔" ایک غریب آدمی نے روتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کیسے؟"

بس سرکار ہم سو رہے تھے۔ ہمارا بیٹا بھی ہمارے پاس سو رہا تھا کہ میری بیوی کی آنکھ کھل گئی اس نے بچے کی چیخ سنی تھی اب جو اس نے دیکھا تو سرکار ایک بھوت بچے کو اٹھا کر لے جا رہا تھا۔"

"بھوت؟"

"ہاں سرکار۔ ہماری بیوی کا یہی کہنا ہے۔"

"بھوت کا حلیہ بتاؤ۔" انسپکٹر فولاد نے کہا اور پھر اس شخص نے جو حلیہ بتایا وہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا اسے سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوا تھا۔

"ان لوگوں کی رپورٹ لکھ لی، آپ نے انسپکٹر؟"

"ابھی نہیں لکھی۔"

"لکھ لیجئے۔ میں ایک آدمی کو لے رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"جائے واردات پر۔"

"اوہ! میں بھی چلتا ہوں۔" تھانے کے انچارج نے کہا۔ اور پھر وہ انسپکٹر کے ساتھ ہی جیپ میں بیٹھ گیا۔

پورے محلے میں سنسنی پھیلی ہوئی تھی بہت سے لوگ اس گھر کے آگے جمع تھے پولیس کو دیکھ کر سب ہٹ گئے۔

"کون سا گھر ہے تمہارا۔" انسپکٹر فولاد خان نے پوچھا۔

"یہی ہے سرکار۔"

"بچہ کہاں سو رہا تھا؟"

"آیئے سرکار اندر آ جایئے" بچے کے باپ نے کہا اور فولاد خان اندر داخل ہو گیا اندر رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں بے چاری ماں کا روتے روتے برا حال تھا وہ بتاتی گئی۔"

انسپکٹر زمین پر جھک کر کوئی ایسا نشان تلاش کرنے لگا جس سے اس بلا کا کوئی سراغ ملے لیکن کوئی ایسا نشان اسے نظر نہ آیا اس نے ایک گہری سانس لی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"کوئی نشان نہیں ملا۔" انچارج نے پوچھا۔

"کوئی نہیں ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ بلا بہت چالاک ہے۔"

"ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔"

"آیئے واپس چلیں۔"

"چلو۔" اور دونوں افسر جیپ میں بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ راستے میں انچارج نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ یہ کیس ڈی آئی جی صاحب نے آپ کے سپرد کیا ہے۔"

"نہیں انسپکٹر کوئی بھی کام کسی ایک انسان کا نہیں ہوتا۔ یہ تو سب کا فرض ہے کہ مظلوم عوام کو اس مصیبت سے نجات دلائیں۔

"آپ کا کیا خیال ہے انسپکٹر فولاد خان؟"

"میں تھوڑی سی الجھن میں ہوں۔"

"کیوں؟"

"لوگ اس کا جو حلیہ بتاتے ہیں وہ کسی انسان کا ہی ہے میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے وہ کوئی جانور ہو جو آدم خور ہو لیکن حلیہ انسان کا ہے ممکن ہے کوئی آدم خور انسان ہی ہو۔ دنیا میں بڑے بڑے عجوبے پڑے ہوتے ہیں۔"

"تو کیا آپ کے خیال میں وہ بلا اغوا ہونے والوں کو کھا جاتی ہے۔"

"ٹھیک طور سے نہیں کہا جا سکتا۔ اگر وہ مر نہیں جاتے تو پھر کہاں جاتے ہیں کوئی تو واپس آتا۔"

"ہاں یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

"بہر حال کوشش کی جا رہی ہے میں اس سلسلے میں کچھ اور کارروائی کروں گا بہت جلد ہم اس وحشی بلا کو پکڑ لیں گے۔" انسپکٹر فولاد نے کہا دونوں تھانے پہنچ گئے اور پھر انسپکٹر فولاد خان اپنے گھر چل پڑا۔

راحیل صبح تک اسی جگہ پڑا رہا۔ صبح کو سورج کی روشنی نے اسے جگایا اور وہ اٹھ گیا۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ اس نے رات کہاں گزاری سر چکرا رہا تھا چوٹ سے جو خون بہا تھا وہ جم کر گومڑ بن گیا تھا لیکن سر وہاں سے دکھ رہا تھا۔ اس نے سی کر کے سر کے زخم کو ہاتھ لگایا اور زخم پر ہاتھ لگتے ہی اسے سب کچھ یاد آگیا۔

دوسرے لمحے اس کے رونگٹے دہشت سے کھڑے ہو گئے اسے رات کے واقعات یاد آ گئے تھے۔

"وہ۔ وہ بلا کہاں گئی۔!" اس نے دہشت بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس وقت بھی آس پاس کوئی نہیں تھا۔ دور دور تک سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ خدا نے ہی اسے بچایا تھا ورنہ اگر وہ بلا اس کے پاس پہنچ گئی ہوتی تو پھر اس ویرانے میں اسے کون بچاتا۔ لیکن بچانے والا تو خدا ہے۔ اس نے

راحیل کو محفوظ رکھا تھا۔

مگر وہ بھی کیا شئے۔ ہاتھ پاؤں انسانوں کے سے ہی تھے لیکن وہ تو کسی انسان ہی کو کھا رہی تھی۔ ہاں اس کے ہاتھوں میں دبی ہوئی شئے کوئی انسان ہی تھا۔ کوئی بچہ۔

اسے افسوس ہونے لگا۔ نہ جانے وہ کون تھا جو اس آدم خور بلا کی بھینٹ چڑھ گیا۔ دفعتاً اسے بھوک محسوس ہوئی خالی جیب میں چنوں کے چھلکے پڑے ہوئے تھے یہ چھلکے اس کے پیٹ کی آگ تو نہیں بجھا سکتے تھے۔ پھر اسے بچی ہوئی چونی کا خیال آیا اور اس نے جیب میں جلدی سے چونی تلاش کی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا چونی کہیں گر گئی تھی۔ چونی اس کی جیب میں موجود نہیں تھی۔

مگر چونی کہاں گئی۔ اس کی جیب سے کہیں گر گئی۔ آہ۔ وہ ضرور اس وقت گری ہوگی جب وہ دوڑ رہا تھا۔ اس وقت یہ چونی ہی اس کا آخری سہارا تھی کم از کم وہ اس وقت اس کا پیٹ بھر سکتی تھی اسے تلاش کرنا چاہیے اس نے اس جگہ کا تعین کیا جہاں سے اس نے دوڑنا شروع کیا تھا۔ اب اس بلا کا وہاں وجود نہیں تھا یوں بھی دن نکل آیا تھا۔

وہ آگے بڑھتا رہا دل میں دعائیں مانگ رہا تھا کہ کاش چونی مل جائے لیکن چونی کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ دفعتاً ایک جگہ اسے کوئی چیز پڑی دکھائی دی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے سوچا اور قدم بڑھاتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جھک کر اس عجیب شئے کو دیکھا اور دوسرے لمحے دہشت سے اس کی گھگھی

بندھ ہوگئی۔ یہ کسی بچے کے ہاتھ کی پوری انگلی تھی جڑ سے کٹی ہوئی اس کے آخری سرے پر خون جما ہوا تھا۔

آہ! یہ اس بچے کی انگلی ہے جسے رات کو وہ بلا اپنے ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے تھی۔ اس کے تیز دانتوں سے کٹ کر یہ انگلی گر پڑی ہوگی۔ آہ مظلوم بچہ اس بلا کا شکار ہو گیا۔

راحیل پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ اپنی بھوک بھول گیا۔ اسے چاروں طرف وہ بلا نظر آ رہی تھی۔

وہ اس خوفناک علاقے سے نکل آیا اس کا ذہن اس گتھی کو سلجھانے میں ناکام تھا کہ آخر وہ بلا کیا چیز تھی۔ شہر میں آ کر اس نے حسرت بھری نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ ہوٹل کھل گئے تھے لوگ کھا پی رہے تھے بیکریاں کھلی ہوئی تھیں ان میں لال لال ڈبل روٹیاں چنی ہوئی تھیں۔ کاش ان میں سے ایک ڈبل روٹی اسے مل جائے لیکن اس کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔

بھوک سے بلکتا ہوا چاروں طرف پھرتا رہا لیکن کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی بدن تھکن سے چور تھا شام کو ایک چائے خانے کے سامنے پہنچا۔ لوگ چائے پی رہے تھے بہت سے لوگ کام کر رہے تھے۔

دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ وہ چائے خانے کے مالک کے سامنے پہنچ گیا۔

"کیا چاہیے چھوکرا؟" چائے خانے کے مالک نے پوچھا۔

"نوکری!" اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور دکاندار چونک کر اسے

دیکھنے لگا۔

"وا رے ارے کیوں مسخری کرتا ہے، اور نوکری نہیں ملتا، بھاگ جاؤ آگے دیکھو۔"

"ہم میں۔ میں بھوکا ہوں۔"

"تو میں کیا کروں؟"

"مجھے کھانا کھانا ہے۔"

"ارے کھانا ہے تو پیسے نکالو، بسکٹ کھاؤ، چائے پیو، نوکری کاہے کو مانگتا ہے۔" چائے خانے کے مالک نے کہا۔

"میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"ارے او فقیرو فقیرو، اس کو باہر نکالو، بھیک مانگنے کا نیا نیا طریقہ سوچ کے آتا ہے یہ بچہ لوگ۔ نکالو اس کو باہر اس کو بولو، یہاں نوکری نہیں ہے، پیسہ ہے تو چائے پیو، ورنہ بھاگ جاؤ۔"

ایک لمبا چوڑا ویٹر اس کی طرف بڑھا۔ اور راحیل خاموشی سے باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

انسانوں کو انسانوں پر ذرا بھی رحم نہیں آتا۔ وہ تو ایک چھوٹا سا بچہ تھا لوگ تو بچوں کو پیار کرتے ہیں لیکن اس کے پیار کرنے والے اب اس دنیا میں کہاں تھے وہ تو اس کی بھوک بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اب وہ کتنے دنوں کا بھوکا تھا بھوک سے اس کی حالت خراب ہو رہی تھی لیکن کسی سے کچھ مانگ بھی نہیں سکتا تھا فقیروں کی طرح ہاتھ پھیلا کر مانگنا اسے پسند

نہ تھا یہ مردوں کی شان کے خلاف ہے لیکن نوکری اس چھوٹے سے بچے کو نوکری کون دیتا۔

رات پھر جھکتی آرہی تھی وہ شہر کی بھری پری سڑکوں پر یکہ و تنہا پھر رہا تھا، سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، رات کو تو سڑک پر ہی بے ہوش ہوگیا تھا اس لیے رات گزر گئی تھی، لیکن آج کی رات آج رات وہ کیا کرے گا۔ وہ گھومتا رہا۔ بہت دیر گزر گئی تھی۔

پھر رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے کے قریب وہ ایک ایسے علاقے سے گزرا جہاں ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔ ندی کے اوپر پل بنا ہوا تھا۔ پل کے ساتھ ہی فٹ پاتھ تھا۔ فٹ پاتھ پر اس نے بہت سے لوگوں کو لیٹے ہوئے دیکھا اور ایک گہری سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔

یہی فٹ پاتھ اس کی آرام گاہ بھی بن سکتا ہے اس نے سوچا۔ اور پھر اس کے منہ سے نکلا۔

”خدایا اگر تو نے یہ زمین بھی نہ بنائی ہوتی۔ تو پھر ہم جیسے بے سہارا کہاں جاتے“ وہ فٹ پاتھ کے ایک گوشے میں جا کر لیٹ گیا دوسرے آدمی اس کے خاصے فاصلے پر لیٹے ہوئے تھے۔

لیکن بھوک کی وجہ سے بدن میں اینٹھن ہو رہی تھی، کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کہیں بھی نہیں جا سکتا تھا کوئی بھی اسے کھانا دینے والا نہیں تھا وہ پوری دنیا میں یکہ و تنہا تھا۔

پھر اس نے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک نانبائی کی دوکان دیکھی

جس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بڑا سا ڈرم رکھا ہوا تھا، دوکان بند ہو چکی تھی۔ اور ڈرم کے قریب چند آوارہ کتے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے تھے۔

دفعتاً اس نے ایک کتے کو منہ میں روٹی دبائے اس طرف آتے دیکھا اور وہ چونک پڑا۔

یہ روٹی اسے کہاں سے ملی، اس نے سوچا، اور پھر ایک خیال اس کے ذہن میں جاگا، یقیناً نانبائی کی دوکان پر کھانا کھانے والوں نے جو روٹیوں کے ٹکڑے چھوڑے ہوں گے، وہ اس کوڑے دان میں ڈال دیئے جاتے ہوں گے۔ اگر ایسا ہی ایک ٹکڑا اسے بھی مل جائے تو۔ تو۔ تو۔

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور سوچنے لگا کہ کوئی اس کی طرف دیکھ تو نہیں رہا، لیکن سب ہی لوگ اپنی اپنی نیند میں مست تھے کون اس کی طرف توجہ دیتا تب وہ آہستہ سے اٹھا اور کوڑے دان کی طرف چل پڑا کوڑے دان میں وہ کتے گھسے ہوئے کچھ ٹٹول رہے تھے، اس نے کوڑے دان پر پتھر مارے اور دونوں کتے نکل کر بھاگ گئے باقی کتے جو آس پاس ٹہل رہے تھے وہ بھی دور بھاگ گئے تھے۔ تب وہ کوڑے دان کے پاس پہنچ گیا اور اس نے کوڑے دان میں ہاتھ ڈال کر اسے ٹٹولنا شروع کر دیا۔

گلے سڑے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے جن سے تعفن اٹھ رہا تھا ایسی ہی دوسری چیزیں، گنے کے چھلکے، کیلے کے چھلکے اور نہ جانے کیا کیا لیکن روٹی کا کوئی ٹکڑا کتوں نے کوڑے دان میں نہیں چھوڑا تھا، وہ تھنک

ہونٹوں پر زبان پھیر کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ مایوس ہو چکا تھا کہ اچانک
اس نے ایک کتے کو دیکھا جو اپنے پنجوں میں ایک پوری روٹی دبائے کھا رہا تھا۔
اس نے کینہ توز نگاہوں سے اس کتے کو دیکھا اور اسی وقت کتے
کی نگاہ بھی اس کی طرف اٹھ گئی وہ آہستہ آہستہ کتے کی جانب بڑھ گیا۔
کتا دم ہلانے لگا تھا وہ اسے دیکھ کر ڈر کر بھاگا نہیں تھا۔ پھر نجانے
اسے کیا سوجھی کر اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا اپنی جگہ چھوڑ دیا اور باقی ٹکڑا لے
کر ایک طرف جا بیٹھا۔

اس نے سوچا، دل تو نہیں چاہ رہا تھا لیکن بھوک بڑھ رہی تھی کہ اس
وقت کوئی تکلف نہ کیا جائے۔ پیٹ کی آگ دماغ پر حاوی ہو گئی۔ اور اس
نے ٹکڑا اٹھا لیا۔ پھر وہ کتے کے ہی قریب بیٹھ کر اس کی طرح ہی روٹی کھانے لگا۔

اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، لیکن پیٹ میں پہنچنے
والی روٹی نے اس کے بھوک کی آگ تھوڑی دیر کے لیے ٹھنڈی کر دی تھی
تھوڑے ہی فاصلے پر سرکاری نلکا لگا ہوا تھا اس نے نلکے کے قریب پہنچ
کر چند گھونٹ پانی پیا اور پھر واپس آ کر فٹ پاتھ پر لیٹ گیا۔

کیا کرنا چاہیے، کیسے زندگی گزاری جائے، نوکری ہی تلاش کرنا پڑے
گی، کوئی نہ کوئی تو نوکری دے ہی دے گا۔ اس نے نئے عزم کے ساتھ سوچا
اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی جا رہی تھی، آنکھیں جھپک سی گئی تھیں لیکن
پوری طرح نیند نہیں آ رہی تھی۔ بدن میں زمین چبھ رہی تھی اس سے پہلے

وہ چارپائی پر سوتا تھا اس سے کچھ اور پہلے ماں اس کے لیے آرام دہ بستر
بچھاتی تھی، اور ہی تکیہ، چادر اور نجانے کیا کیا۔ کھلے آسمان کے نیچے تاروں
کو دیکھتے ہوئے اسے بڑی مست نیند آتی تھی اور وہ دوسرے دن پڑھنے
کا خیال کر کے سوجاتا تھا لیکن آج نہ ماں تھی نہ بابا تھا کوئی بھی نہیں تھا، کوئی
بھی نہیں تھا۔ بس کھلا آسمان تھا، جس پر تارے جگمگا رہے تھے۔ نیند زیادہ
گہری نہیں ہوئی تھی کہ دفعتاً اسے ایک چیخ سنائی دی اور اس کی آنکھ کھل گئی
کچھ دوسرے لوگ بھی جاگ گئے تھے، ایک آدمی مسلسل چیخے جا رہا
تھا لیکن لیکن وہ کیوں چیخ رہا ہے، وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا تب اس نے ایک
خوفناک منظر دیکھا۔

چونکہ وہ دوسرے لوگوں سے ذرا الگ تھلگ ہٹ کر فٹ پاتھ پر
سویا تھا اس لیے لوگ اس کے زیادہ قریب نہیں تھے، اس نے وہی خوفناک
بلا اپنے قریب دیکھی۔ وہ ایک آدمی کو اپنے لمبے لمبے بازوؤں میں دبوچے ہوئے
دوڑ رہی تھی ٹانگیں پتلی پتلی اور لمبی تھیں۔ لیکن اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ آدمی
اس کے بازوؤں میں دبا ہوا وحشت سے مسلسل چیخ رہا تھا۔ ہاں یہی وہ خوفناک
بلا تھی جسے اس نے سمندر کے کنارے دیکھا تھا۔

یہ بلا یہاں بھی آ گئی اس نے سوچا اور ایک کونے میں دبک گیا۔ بلا
اس کے بالکل قریب سے گزری تھی۔ پھر تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر اس نے
ندی میں غڑاپ سے چھلانگ لگا دی ایک لمبی چیخ لہراتی چلی گئی تھی۔

نبیل کا بدن خوف و وحشت سے کانپ رہا تھا۔ وہ ہراساں نگاہوں

سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، پھر بہت سے لوگ دوڑتے ہوئے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔

"کہاں گئی۔ کہاں گئی۔ وہ خوفناک بلا" کسی نے اس سے پوچھا۔

"اس ندی میں۔ اس ندی میں۔ راحیل نے جواب دیا اور لوگ لاٹھیاں کلہاڑیاں لیئے ہوئے ندی کی طرف دوڑ پڑے لیکن اب اس بلا کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ یہاں اس کا کوئی وجود نہیں تھا، وہ ندی میں غائب ہو چکی تھی۔

راحیل کا بدن اب بھی تھر تھر کانپ رہا تھا، اس نے ایسی خوفناک شئے دیکھی تھی جس نے اس کے بدن کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔ اس وقت اس نے اس بلا کو بالکل قریب سے دیکھا تھا، وہ اس سے دو تین گز کے فاصلے سے ہی گزری تھی۔

آہ کیسی بھیانک تھی وہ، سرخ انگارہ جیسی آنکھیں لمبے لمبے دانت باہر نکلے ہوئے، دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی، سوکھا سڑا جسم، بدن کی ایک ایک پسلی صاف دکھتی تھی۔ بلا کا تصور اتنا خوفناک تھا کہ راحیل کی حالت غیر ہو گئی، اس کا پورا بدن پسینے سے بھیگ رہا تھا۔

یہ کیا ہے؟ یہ کیا چیز تھی۔ اس نے خوفزدہ انداز میں سوچا، پھر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا، بلا شاید غائب ہو چکی تھی۔ کیونکہ لوگ واپس آ رہے تھے۔ راحیل نے گہری گہری سانسیں لیں، نیند کا تو اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، یہ بلا اس کے حواس پر چھا گئی تھی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

لوگ ندی میں اس بلا کو تلاش کرتے رہے کافی دیر کے بعد وہ باہر

آ گئے لیکن وہ ناکام رہے تھے۔ بلا غائب ہو گئی تھی۔ سب لوگ جمع ہو کر باتیں کرنے لگے جس شخص کو وہ بلا اٹھا کر لے گئی تھی اس کا نام نواب تھا اور وہ بے چارہ اپنے شہر سے مزدوری کرنے یہاں آیا ہوا تھا۔

"اب کیا کریں"

"چلو تھانے چل کر پولیس کو خبر کریں" اور پھر بہت سے لوگ تھانے چل پڑے راحیل اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا۔ اس نے اس خونخوار بلا کو قریب سے دیکھا تھا گویا یہ فٹ پاتھ بھی محفوظ نہیں ہے اب کیا کیا جائے کونسی جگہ تلاش کی جائے۔

اس سوچ بچار میں وہ بیٹھا رہا دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال آیا یہ زندگی بے کار ہے کیا فائدہ ایسے جینے سے۔ نہ کھانے کو نہ رہنے کو تھوڑے دن کے بعد یہ کپڑا بھی پھوٹ جائے گا اور ننگا پھرنا پڑے گا اس سے تو بہتر ہے کہ خودکشی کر لی جائے وہ پچھلی رات بھی سمندر میں ڈوبنے گیا تھا لیکن اس بلا کو دیکھ کر بھاگ پڑا۔

کیوں نہ خود کو اس بلا کے حوالے کر لیا جائے لیکن جونہی اس کے دل میں آیا وہ کچھ اور تھا۔ مرنا ہی ہے تو کوئی کام کر کے کیوں نہ مرا جائے کوئی ایسا کام کہ لوگ اسے مرنے کے بعد یاد رکھیں۔

یہ بلا ابھی نہ جانے کتنوں کو ہلاک کرے گی نہ جانے کتنے انسان اس کے ہاتھوں موت کا شکار ہوں گے لوگ اس سے ڈرتے ہیں اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے اسے دیکھتے ہی خوف و دہشت سے ان کی گگھی بندھ جاتی

ہے اگر میں اسے ہلاک کرنے کی کوشش کروں تو۔ کچھ نہ کچھ تو کیا جا سکتا ہے میں دو دفعہ اسے دیکھ چکا ہوں، اگر تیسری دفعہ وہ مجھے نظر آئی تو۔

راحیل غور کرتا رہا اس نے اپنے ذہن میں بہت سے منصوبے بنائے اور پھر اس نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ یہ دنیا والے اسے کچھ دیں یا نہ دیں وہ بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر کیوں نہ مر جائے لگا اس بلا کا پتہ کر کے اسے ہلاک کرنے کی کوشش ضرور کرے گا! یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس کے دل کو ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا تھا کسی کے لیے مرنے کا تصور بہت سکون بخش تھا۔

انسپکٹر فولاد خان کو چار دن گزر چکے تھے، سارا دن اور ساری رات وہ مصروف رہتا تھا، اس نے اپنے اوپر سونا حرام کر لیا تھا، راتوں کو جاگ جاگ کر وہ پورے شہر میں گشت کرتا تھا اس نے کچھ اور آدمیوں کو بھی اپنی معاونت کے لیے لے لیا تھا، ان لوگوں کو وائرلیس سیٹ دے دیئے گئے تھے تا کہ اگر کہیں وہ بلا نظر آئے تو فوراً انسپکٹر فولاد خان سے رابطہ قائم کر کے اسے اس کے بارے میں اطلاع دی جائے لیکن یہ اتفاق ہی تھا کہ ان میں سے کسی کو وہ بلا نظر نہیں آئی تھی، جبکہ چار راتوں میں تین کیس اور رجسٹرڈ ہو چکے تھے۔

تین آدمیوں کو وہ بلا اٹھا کر لے گئی تھی، ان میں ایک آدمی وہی نواب نامی مزدور تھا، جو ایک فیکٹری میں کام کرتا تھا اور رات کو فٹ پاتھ پر سویا کرتا تھا۔

انسپکٹر فولاد خان ہر جگہ سے ملنے والی اطلاع پر وہاں پہنچ جاتا اور

بڑی گہری نگاہوں سے زمین کے چپے چپے کا جائزہ لیتا کہ شاید وہ بلا اپنا کوئی نشان چھوڑ گئی ہو۔ لیکن اسے آج تک اس بلا کے بارے میں کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا جس کی وجہ سے اس کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

وہ بہت ہی غصے ور آدمی تھا عام طور سے وہ اپنے دوستوں سے بڑی نرمی اور ہنس ہنس کر گفتگو کرنے والوں میں سے تھا لیکن جب کوئی مجرم اس کے ہاتھ نہ آتا تو اس کی نرمی اور خوش خلقی کہیں جا سوتی اور اس کا غصہ شدید تر ہوتا چلا جاتا۔ اور یہ غصہ مجرم پر نکلتا جو بدقسمتی سے اس کے ہاتھ لگ جاتا۔

ان دنوں بھی وہ شدید غصے کا شکار تھا، اس نے اپنا کھانا پینا بھی کم کر دیا تھا۔ دن بھر وہ اس کیس کی گہرائیوں میں کھویا رہتا۔ ان لوگوں کے اغوا کے بارے میں سوچتا رہتا اور رات کو اپنی گاڑی لے کر گشت پر نکل جاتا۔

اور آج اس کی پانچویں رات تھی، اس رات وہ شہر کے ایک ویران علاقے میں گشت کر رہا تھا، کافی دیر تک جیپ دوڑانے کے بعد اس نے جیپ ایک سڑک کے کنارے روک دی۔ سامنے ہی ایک بستی نظر آ رہی تھی۔ یہ غریب لوگوں کی بستی تھی اور عام طور سے یہاں ملوں میں کام کرنے والے مزدور رہا کرتے تھے، بستی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہاں سڑکوں پر روشنیاں نہیں تھیں کیونکہ غریب لوگوں کا علاقہ تھا اور غریبوں کو روشنی سے محروم رہنا ہی چاہیے، ورنہ ان میں اور امیروں میں کیا فرق رہ جائے۔ اس فرق کا خاص طور سے خیال رکھا جاتا ہے، کہ کہیں غریب بھی خود کو امیر لوگوں کے برابر نہ سمجھنے لگیں۔

انسپکٹر فولاد خان جیپ کی سیٹ سے ٹیک لگائے آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے یہاں سے کس علاقے میں جانا چاہیے کہ دفعتاً اس نے بستی میں شور و غل کی آوازیں سنیں۔

انسپکٹر فولاد چوکنا ہو گیا تھا کئی آدمی لالٹینیں لیئے ہوئے دوڑ رہے تھے، انسپکٹر فولاد خان نے پھرتی سے جیپ اسٹارٹ کی اور ان لوگوں کو دوڑتے ہوئے دیکھنے لگا۔ وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ لوگ کس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اور تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے وہ چیز نظر آ گئی۔

وہ کوئی انسان ہی تھا، ننگ دھڑنگ سا انسان، جو اندھیرے میں صاف طریقے سے نظر تو نہیں آ رہا تھا، لیکن یہ بات صاف محسوس ہو رہی تھی کہ کوئی اس کے کندھے پر لدا ہوا ہے۔ انسپکٹر فولاد خان فوراً سمجھ گیا کہ یقیناً یہ وہی بلا ہے جو انسانوں کو اغوا کر کے لے جاتی ہے، اور اس کے کندھے پر جو یہ آدمی لدا ہوا ہے، اسے یقیناً اس بستی سے اغوا کیا گیا ہے۔

آج یہ بچ کر کہاں جائے گی، اس نے سوچا اور اپنا آٹومیٹک پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اس نے جیپ کی روشنیاں جلائیں اور برق رفتاری سے آگے بڑھ آیا۔

بلا سڑک کے ساتھ ساتھ کچے راستے پر دوڑ رہی تھی فولاد خان جیپ اس کے ساتھ ساتھ لگا دی۔ اور خوفناک انداز میں چیخا۔

”خبردار رک جاؤ، ورنہ گولی مار دوں گا، خبردار رک جاؤ۔“

لیکن اس بلا کے بھاگنے کی رفتار بہت تیز تھی وہ اس برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اور انسپکٹر فولاد خان کی جیپ سڑک کے کنارے کنارے اس کے ساتھ چل رہی تھی ملے سے خدشہ تھا کہ جیپ کسی چیز سے ٹکرا نہ جائے کیونکہ اس کی نگاہ تو اس بلا پر لگی ہوئی تھی یوں بھی آگے چل کر ایک بہت بڑا نالا پڑتا تھا۔

فولاد خان نے حیرت سے دیکھا کہ اس بلا نے بڑے اطمینان سے اس چوڑے نالے کو چھلانگ مار کر پار کر لیا اس طرح اسے اس کی جسمانی قوت کا اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہ ہوئی، فولاد خان سمجھ گیا تھا کہ بلا نہایت ہی طاقتور ہے۔ لیکن پھر ایک جگہ ایسی آ گئی، جہاں ایک بڑی دیوار دور تک چلی گئی تھی گویا اب بلا کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ سڑک پر آ جائے۔

فولاد خان نے دیکھا کہ اس بلا نے چھلانگ مار کر دیوار پھلانگ جانے اور پھر سڑک پر آ گئی اب وہ فولاد خان کی جیپ کے سامنے تھی۔

فولاد خان اس کا نشانہ لیے ہوئے تھا لیکن اسے یہ خطرہ تھا کہ جیپ دوڑاتے ہوئے کہیں اس کا نشانہ چوک نہ جائے۔ اور اس شخص کے نہ لگ جائے جو بلا کے کندھے پر لدا ہوا تھا۔ وہ اس شخص کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا، وہ بے چارہ تو ویسے ہی بلا کا شکار ہونے جا رہا تھا۔

بچانے کون تھا۔ اچھے خاصے تن و توش کا مالک تھا، دور ہی سے صاف نظر آ رہا تھا، لیکن بلا اسے لیے ہوئے اس طرح دوڑ رہی تھی جیسے کوئی معصوم بھولا سا بچہ اس نے اٹھایا ہوا ہو۔

فولاد خان پریشان ہو گیا۔ وہ جیپ کو اچھی خاصی رفتار سے دوڑا کر اس بلا کے قریب پہنچ جانا چاہتا تھا، لیکن سڑک پر آتے ہی اس کی رفتار اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ فولاد خان کو حیرت ہونے لگی۔

وہ جیپ کے میٹر کو دیکھنے لگا، رفتار بتانے والی سوئی ۴۵ میل تک پہنچ گئی تھی، لیکن بلا کا اور جیپ کا فاصلہ ابھی تک اتنا ہی تھا انسپکٹر فولاد خان کو لگنے لگا گویا یہ بلا پینتالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی اور وہ بھی ایک انسان کا بوجھ اپنے کاندھوں پر لادے ہوئے۔

گولی وہ چلا نہیں سکتا تھا، اس لیے اس نے جلدی سے ریوالور جیپ کے اسکرین کے سامنے ڈیش بورڈ پر رکھ دیا اور ایک چھوٹا سا کیمرہ نکال لیا یہ کیمرہ اس نے خاص طور سے ساتھ رکھا تھا، اس کیمرے کو بلا پر ایڈجسٹ کرنا بھی ایک مشکل کام تھا کیونکہ ایک ہاتھ سے وہ اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا اور سڑک پر کہیں نہ کہیں کوئی ایسی جگہ آ سکتی تھی جس سے جیپ ٹکرا جائے۔

وہ اس کا بھی خیال رکھ رہا تھا، اس وقت اسے ڈبل محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ پھر فلیش لائٹ کا جھماکا ہوا اور فولاد خان نے اس بلا کی ایک تصویر لے لی۔ پھر دوسرا جھماکا ہوا اور پھر تیسرا، وہ اسے لیے بار بار تصویریں لے رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تصویر خراب ہو جائے۔

ان تین تصویروں میں سے کوئی نہ کوئی تصویر تو کیمرے میں آ ہی جائے گی۔ لیکن خالی تصویریں لینے سے کیا کام بن سکتا تھا، وہ تو آج اس بلا کو پکڑ ہی لینا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے جیپ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی۔

اب جیپ پچاس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی لیکن اسی انداز سے بلا کے دوڑنے کا انداز بھی تبدیل ہو گیا تھا۔ اس کا فاصلہ اب جیپ سے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

فولاد خان کی بری حالت تھی۔ بے شک وہ فولادی قوت کا مالک ایک نڈر انسان تھا لیکن اس نے اس رفتار سے کسی انسان کو بھاگتے نہیں دیکھا تھا بڑے سے بڑے اور شاندار سے شاندار گھوڑے کی رفتار سے دوڑ رہی تھی اور بلا اس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔

پھر دفعتاً اس نے ایک اور منظر دیکھا، بلا نے اپنے شانے پر لدے ہوئے آدمی کو ایک دم سے زمین پر پھینک دیا، فولاد خان نے بڑی مہارت سے جیپ کو سنبھالا تھا ورنہ جیپ اس بے چارے مظلوم آدمی کو کچلتی ہوئی آگے بڑھ جاتی۔

جیپ نے ایک لمبی لہر لی اور اس آدمی کو بچاتی ہوئی بلا کے پیچھے دوڑنے لگی۔ اب فولاد خان کو پستول کا استعمال کرنے میں کوئی دقت نہیں تھی۔

چنانچہ فولاد خان نے پھرتی سے ڈیش بورڈ پر رکھا ہوا پستول دوبارہ اٹھا لیا اور جیپ کی رفتار کچھ اور بڑھا دی۔

ساٹھ، پینسٹھ، ستر بلا سے فاصلہ کچھ کم ہونے لگا اور جونہی وہ پستول کی رینج پر آئی، فولاد خان نے فائر کر دیا۔ اس کا نشانہ بڑا سچا تھا زندگی میں کبھی اس کا نشانہ نہیں چوکا تھا، اور پولیس ڈیپارٹمنٹ میں تو خاص طور سے لمبے

نشانہ بازی کے مقابلوں میں مدعو کیا جاتا تھا۔

اس بلا پر بھی اس نے بڑی کامیابی سے گولی چلائی تھی، گولی اس کے بدن پر لگی، لیکن فولاد خان کو اس کا حشر معلوم نہیں ہو سکا۔ بلا اسی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔

پھر دوسری تیسری گولی اس پر چلائی گئی۔ اور دفعتاً بلا نے نشیب میں چھلانگ لگا دی۔

فولاد خان آن کی آن میں اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں بلا نے چھلانگ لگائی تھی، اس نے پھرتی سے جیپ کو بریک لگائے، رفتار اس نے پہلے ہی کم کر لی تھی۔

جیپ ایک جھٹکے سے رک گئی اور فولاد خان نے جیپ سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ اب وہ نشیب میں دوڑ رہا تھا۔ کافی فاصلے پر ایک پل سا بنا ہوا تھا بلا شاید اس پل کے نیچے پہنچ چکی تھی۔ وہ اس کے دوڑنے کی رفتار تو دیکھ ہی چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اب بھی اسی رفتار سے دوڑ رہی ہو گی۔

عجیب و غریب صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ جیپ نشیب میں اتاری نہیں جا سکتی تھی۔ اور اب اس بلا کو پانا بے حد مشکل تھا۔ تاہم وہ اس پل تک پہنچ گیا۔ وہ مستعد تھا۔ پستول اس کے ہاتھ میں تھا۔ ممکن ہے بلا اس پر حملہ کر دے۔ انسپکٹر فولاد خان یہی چاہتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر بلا اس پر حملہ کر دے تو یہ تو بہت ہی اچھی

بات ہو گی۔ کیونکہ اس طرح وہ دیکھ سکے گا کہ آخر وہ ہے کیا چیز۔

لیکن بلا کا کہیں پتہ نہیں تھا کافی دیر تک وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اس کے بعد ایک ڈھلان عبور کر کے پل پر پہنچ گیا۔ پل پر کھڑے ہو کر اس نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں۔ سڑک پر اس کی جیپ موجود تھی لیکن اس کم بخت بلا کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

فولاد خان دانت پیسنے لگا، کم بخت بلا بھاگ کہاں غائب ہو گئی تھی لیکن اس نے دل ہی دل میں طے کر لیا تھا کہ وہ اس بلا کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گا۔ وہ واپس جیپ کی طرف آنے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد جیپ کے قریب پہنچ گیا۔ جیپ میں بیٹھتے ہی اسے اس آدمی کا خیال آیا تھا جسے وہ بلا اٹھا کر کہیں لے جا رہی تھی۔ دوسرے لمحے وہ اچھل پڑا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بلا یہاں سے واپس دوڑ کر دوبارہ اس آدمی کو اٹھا لے جانے کی کوشش کرے۔

او ہو یہ تو بڑی غلطی ہوئی، اس آدمی کو دیکھنا چاہیے تھا انسانی زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے جیپ واپس موڑ دی اور پھر وہ اتنی تیز رفتاری سے جیپ کو ڈرائیو کر کے لایا کہ عام حالات میں جیپ کو اتنا تیز دوڑانا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

دور ہی سے اس نے اس شخص کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھ لیا تھا وہ یا تو بے ہوش تھا یا مر چکا تھا۔ لیکن بہر طور بلا دوبارہ وہاں نہیں پہنچی تھی۔ اس بات پر فولاد خان نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ پھر اس نے

جیپ روک دی۔

جیپ سے نیچے اترنے کے بعد وہ اس آدمی کی طرف چل پڑا، پستول اب بھی اس کے ہاتھ میں موجود تھا آہستہ آہستہ وہ اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔

اس آدمی کے سر سے بہنے والا خون زمین پر پھیل رہا تھا، غالباً یہ خون اس کے اس طرح گرنے سے نکلا تھا اس کے سر میں یقیناً کوئی شدید چوٹ لگ گئی تھی۔

فولاد خان نے اس کی نبض دیکھی، دل کی دھڑکنوں کو سنا، وہ شخص زندہ تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ چنانچہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ فولاد خان اسے اسپتال لے جائے، چنانچہ اس نے اسے اٹھایا اور جیپ میں ڈال دیا۔

پھر جیپ کو نہایت تیز رفتاری سے دوڑاتا ہوا وہ ایک اسپتال کی جانب چل پڑا۔

یہ پولیس ہوسٹل تھا پولیس ہوسٹل میں اس وقت رات کی ڈیوٹی پر بھی بہت سے ڈاکٹرز موجود تھے انہوں نے فولاد خان کا کارڈ دیکھ کر فوری طور پر بے ہوش آدمی کو طبی امداد دی اور اسے ہوش میں لانے کی تدابیر کرنے لگے۔

فولاد خان اس آدمی کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس کے جبڑے بھینچے ہوئے تھے اور آنکھیں کسی سوچ میں گم تھیں۔ وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔

ٹھیک ہے دیکھ لوں گا تجھے، تو ہے کون مردود، اگر تیرا پتا نہ کر دیا تو میرا نام بھی فولاد خان نہیں ہے اگر تجھے ٹھکانے نہ لگا سکا تو یہ نوکری بھی چھوڑ دوں گا۔ میرا کوئی کیس آج تک ناکام نہیں رہا ہے، یہ کیس بھی یقیناً ناکام نہیں ہوگا، بہت سی بلائیں دیکھی ہیں میں نے۔ تو ہے کیا چیز، فولاد خان خود بہت بڑی بلا ہے دیکھ لے گا وہ تجھے بھی۔

فولاد خان سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کو ہوش آگیا، اس کے ماتھے وغیرہ پر بینڈیج کر دی گئی تھی، کہنیاں چھل گئی تھیں، گھٹنوں پر بھی چوٹ آئی تھی۔ بہر طور پر چوٹیں اتنی شدید نہیں تھیں کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ درپیش ہو سکتا فولاد خان ہمدردی سے اس کے پاس پہنچ گیا اور نرم لہجے میں بولا۔

”میرا نام انسپکٹر فولاد خان ہے۔ اور میں۔ میں نے تمہیں اس بلا کے چنگل سے بچایا ہے، تم یقیناً خوش نصیب ہو میرے دوست، تم وہ پہلے آدمی ہو، جو اس بلا کے چنگل سے بچ سکے ہو کیا تم مجھے اس واردات کے بارے میں کچھ بتاؤ گے!“

بے چارہ آدمی پہلے تو کافی دیر تک خوفزدہ نظروں سے فولاد خان کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ گلوگیر لہجے میں بولا۔

”انسپکٹر صاحب میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ نے مجھے بچا کر میرے بچوں پر احسان کیا ہے۔ آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا انسپکٹر صاحب، کبھی نہیں بھول سکتا۔“

”نہیں نہیں، اس میں احسان کی کیا بات ہے، یہ تو میرا فرض تھا، تم

یہ سب کچھ مت سوچو، مجھے بتاؤ اس نے تمہیں کہاں سے اغوا کیا، تم نے تو اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔"

"ہاں انسپکٹر صاحب! میں نے اسے بالکل قریب سے دیکھا، اتفاق کی بات تھی کہ میں جاگ رہا تھا۔ میں سمجھا میری بیوی میرے سرہانے کھڑی ہے۔ میں نے اسے آوازیں دیں لیکن جب دو لمبے لمبے ہاتھ میری گردن پر آجمے تو مجھے احساس ہوا کہ وہ میری بیوی نہیں بلکہ کوئی اور ہی چیز ہے۔ میں نے اس سے بچنے کی بہت کوشش کی، لیکن انسپکٹر صاحب مجھے یوں محسوس ہوا تھا، جیسے میری گردن لوہے کے شکنجے میں آپھنسی ہو وہ اتنی طاقتور تھی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے اس نے مجھے کسی بچے کی طرح اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا اور لے کر وہاں سے دوڑ پڑی۔

راستے میں میں نے کئی چیخیں ماریں اور لوگ اپنے اپنے گھروں سے لاٹھیاں لے کر نکل آئے، لیکن اس بلا نے میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور مجھے لیے ہوئے دوڑنے لگی۔

کافی دور تک وہ اتنی تیز رفتاری سے دوڑتی رہی تھی کہ مجھے یہ محسوس ہوتا رہا کہ میں کسی گاڑی میں سوار ہوں، پھر اس کم بخت نے مجھے پھینک دیا۔ نجانے کیوں، نجانے کیوں، شاید ہمارے پیچھے کوئی گاڑی چلی آرہی تھی، میں نے اس کی روشنیاں دیکھی تھیں۔

"وہ میری ہی گاڑی تھی۔" فولاد خان نے کہا۔

"آپ کی!"

"ہاں میری۔ میں ہی تمہاری چیخوں پر تمہاری طرف متوجہ ہوا تھا اور اس وقت تک اس بلا کا تعاقب کرتا رہا جب تک اس نے تمہیں پھینک نہ دیا" انسپکٹر فولاد خان نے کہا

"انسپکٹر صاحب میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" اس شخص نے کہا۔

"نہیں دوست شکریے کی ضرورت نہیں ہے مجھے خوشی ہے کہ تمہاری جان بچ گئی وہ بلا میرے ہاتھ نہیں لگ سکی۔ لیکن کب تک مجھ سے بچ سکے گی ایک نہ ایک دن میں اسے ضرور گرفتار کر لوں گا۔" فولاد خان نے کہا اور وہاں سے اٹھ گیا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں، تم آرام کرو" فولاد خان نے کہا۔ اسے ایک دم کیمرے کا خیال آگیا تھا۔ اس کے کیمرے میں بلا کی تصویریں موجود تھیں چنانچہ سب سے پہلے وہ اپنا یہ کام کر لینا چاہتا تھا باقی کام ملتوی کر کے وہ اپنے گھر واپس آگیا۔

اپنے گھر میں فولاد خان نے باقاعدہ ڈارک روم بنا رکھا تھا ڈارک روم میں جا کر وہ تصویروں کے پرنٹ بنانے لگا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک عجیب الخلقت اور ہیبت ناک شکل اس کے سامنے تھی۔

دوڑتی ہوئی بلا کی تصویریں گو اس نے پیچھے ہی سے لی تھیں لیکن اسے ان تصویروں کی مدد سے اس بلا کی جسامت اور چہرے مہرے کا اندازہ ہو رہا تھا۔

چونکہ تین تصویریں لی گئی تھیں اس لیے ایک بار بلا نے پلٹ کر
جی دیکھا تھا اور اس تصویر میں بلا کی صورت کی تھوڑی بہت جھلکیاں آگئی
تھیں گو بلا کے صحیح خدوخال واضح نہیں تھے لیکن پھر بھی فولاد خان اس سے
بہت بڑا پرنٹ بنایا اور انہیں سکھانے لگا۔

اب ان تصویروں کو وہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کر سکتا تھا اور اس طرح
اس بلا کی تلاش کے سلسلے میں تھوڑی سی آسانی نصیب ہو گئی تھی۔

دوسری صبح دس بجے وہ کوارٹر پہنچا تو وہاں پہلے ہی اس کی کامیابی کی
اطلاع پولیس ہوسٹل سے پہنچ چکی تھی۔ ڈی آئی جی صاحب نے انہیں فوراً
اپنے کمرے میں طلب کر لیا اور انسپکٹر فولاد خان وہاں پہنچ گیا۔

"بھئی میں جانتا ہوں کہ تم کس محنت اور جانفشانی سے اپنے اس کیس
پر کام کر رہے ہو، ابھی تک تمہیں اس پر کامیابی نصیب نہیں ہوئی لیکن
اس سے بددل ہونے کی ضرورت نہیں ہے انسپکٹر فولاد خان تم اعلیٰ کارکردگی
کے مالک ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فرض شناس ہو، جتنا بھی کوشش کرتے
ہو، جو کچھ تم نے کیا ہے، کوئی اور تو اس کا ابھی تک عشر عشیر بھی نہیں کر
سکا تھا۔ مجھے ذرا اس کے بارے میں تفصیلات بتاؤ۔"

انسپکٹر فولاد خان، ڈی آئی جی صاحب کو اس بلا کی تیز رفتاری کے
بارے میں بتانے لگا اس نے تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ کوئی ایسی
مافوق الفطرت شئے نہیں ہے جس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو
لیکن وہ جو کچھ بھی ہے اس کے باوجود ایسا نہیں ہے کہ وہ انسانی قابو
میں نہ آ سکے اس کے اندر خوف کا جذبہ بھی موجود ہے۔

"یہ بات تم کیسے کہہ سکتے ہو انسپکٹر فولاد خان۔" ڈی آئی جی صاحب
نے پوچھا۔

"وہ اس طرح جناب کہ وہ مجھے دیکھ کر بھاگی تھی اگر وہ کوئی ایسی ہستی
ہوتی جو انسانوں سے خوف نہ کھاتی ہوتی۔ میرا مطلب ہے کوئی بھوت
پریت وغیرہ، تو یقیناً وہ مجھے دیکھ کر خوفزدہ نہ ہو جاتی، بلکہ مجھے دیکھ کر کوئی
ایسی کارروائی ضرور کرتی جس سے مجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا، میں نے اس
پر گولیاں بھی چلائی تھیں اور جناب مجھے یقین ہے کہ میرا نشانہ اس کے بدن
پر صحیح پڑا تھا، لیکن بدنصیبی ہے میری کہ میں اسے ہلاک نہیں کر سکا پتہ
نہیں وہ ان گولیوں سے کیسے بچ گیا۔"

"اوہ ممکن ہے گولیاں اس کے بدن پر اثر ہی نہ کرتی ہوں۔"

"ہاں اسی کا امکان ہے، ورنہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں میرے
نشانے سچے تھے۔"

"تب تو پھر فولاد خان، ہمیں تو اور بھی زیادہ غور و خوض کرنا پڑے
گا۔ ذرا غور تو کرو، پستول کی گولیاں بھی اسے ہلاک نہ کر سکیں، اور وہ اتنی تیز
رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ میرا مطلب ہے ساٹھ یا ستر میل کی رفتار سے
اس رفتار سے تو کوئی گاڑی ہی دوڑ سکتی ہے، گھوڑا بھی اس کی برابری
نہیں کر سکتا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، وہ جو کوئی بھی ہے ایک

انتہائی عجیب وغریب چیز ہے، انسانوں سے اسے کیا دلچسپی ہے اور وہ انسانوں کا کیا کرتی ہے، یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا" فولاد خان نے کہا۔

"ظاہر ہے ظاہر ہے، تم نے کوئی اسے دیکھا تھوڑی ہے"

"میں اس بلا کی چند تصویریں لینے میں کامیاب ہو گیا ہوں، یہ لیجیے ملاحظہ فرمایئے"

"اوہ، اچھا۔ ویری گڈ۔ بھئی اس ذہانت کی توقع صرف تم ہی سے کی جا سکتی تھی" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔ اور انسپکٹر فولاد خان نے وہ تصویریں ان کے سامنے رکھ دیں۔

ڈی آئی جی صاحب حیرت سے پھاڑے ان تصویروں کو دیکھ رہے تھے انہوں نے اس کے پورے بدن کے ایک ایک حصے کا جائزہ لیا اور بولے۔

"اس کے باوجود تم اسے کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں کہتے"

"جی ہاں"

"کیوں"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خوف کھاتی ہے"

"یوں تو بھوت پریت بھی انسانوں سے خوف کھاتے ہیں" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"نہیں ڈی آئی جی صاحب، ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں، اس زمانے میں ایسی کسی ہستی کا تصور نہیں کیا جا سکتا جسے ہم بھوت پریت کہہ سکیں

ہوں گی یہ باتیں کسی زمانے کی لیکن اس دور میں نہیں ہیں میں بھوت پریت کے وجود کو مانتا ہوں، کیونکہ بزرگوں نے جو بات کہی ہے اس میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی صداقت ہوتی ہی ہے لیکن کم از کم اس دور میں اور پھر خاص طور سے شہروں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ نہیں ڈی آئی جی صاحب میں اس پر یقین نہیں رکھتا یہ کوئی بھوت پریت نہیں کوئی ایسی ہی چیز ہے جو کسی بھی طرح سے آدم خور بن گئی ہے، یا پھر اسے آدم خور بنایا گیا ہے" فولاد خان نے جواب دیا۔

"بنایا گیا ہے؟" ڈی آئی جی صاحب چونک کر بولے۔

"جی ہاں۔

"لیکن کیسے! کس بناء پر تم یہ بات کہہ رہے ہو؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔ لیکن میں ایک اور بات بھی سوچ رہا ہوں ڈی آئی جی صاحب"

"کیا؟"

"آپ کو بتاتے ہوئے ذرا سی جھجک بھی محسوس ہوتی ہے۔

"نہیں نہیں کھل کر بتاؤ، جو کچھ تمہارے دل میں ہے، میں تمہیں ایک قابل افسر سمجھتا ہوں۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کچھ لوگوں کی شرارت ہو"

"کون لوگ ہو سکتے ہیں وہ"

"وہ تخریب پسند عناصر جو ملک میں ابتری پھیلانا چاہتے ہیں آپ

دیکھیں نادان وارداتوں سے عوام میں کس قدر بے چینی پھیل گئی ہے ہر شخص
پولیس کو برا بھلا کہتا ہے، اب اس سلسلے میں پولیس بے چاری کیا کر سکتی
جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ تو کر ہی رہے ہیں لیکن لوگوں کے دلوں میں پولیس
کے خلاف نفرت بیٹھتی جا رہی ہے کیا یہ کوئی ایسا گینگ یا شخصیت نہیں
ہو سکتی جو ہمارے ملک میں ابتری پھیلانا چاہتی ہو؟"

"ہاں تم نے واقعی ذہانت سے یہ بات سوچی ہے ہمیں اس پہلو
کو بھی ذہن میں رکھنا ہو گا۔"

"غریب لوگوں میں بے چینی پھیلا دینے سے ملک کو بہت نقصان
پہنچتا ہے اور اس طرح بیرونی عناصر یعنی وہ غیر ملک جو ہمارے دشمن ہیں
ہمارے اندرونی حالات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔" انسپکٹر نے کہا۔

"تم نے بلاشبہ ایک صحیح راستے پر سوچا ہے اگر تم چاہو فولاد خان
تو میں تمہاری معاونت کے لیے اور بھی بہت سے لوگوں سے کہہ سکتا ہوں
بڑے بڑے آفیسروں کو اپنے ساتھ شامل کر لو اور انہیں اس کام پر لگا دو۔"

"ابھی نہیں جناب۔ مجھے چند روز کی مہلت اور دیں اگر میں اس کیس
میں ناکام رہا تو پھر آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کچھ اور لوگوں کو میری
مدد کے لیے آمادہ کریں۔"

"ٹھیک ہے تم جب بھی کہو گے مجھے اس کے لیے تیار پاؤ گے"

"مجھے یقین ہے جناب،" فولاد خان نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے فولاد خان، تم اپنی تیاریاں کرو اور کوشش

کرو کہ اس مہم میں کامیاب ہو جاؤ۔" ڈی آئی جی صاحب نے مشفقانہ لہجے
میں کہا۔

"جی ہاں جناب۔ بس آپ کی دعائیں شامل حال رہنی چاہئیں خدا سے
کامیابی کی پوری پوری امید ہے، اس کیس کو اب میں نئی نگاہ سے دیکھ
رہا ہوں اور اب میری سب سے پہلی کوشش یہی ہوگی کہ یہ جان لوں کہ
ہمارے ملک میں تخریب کار عناصر کیا کیا حرکتیں کرتے پھر رہے ہیں تاکہ
اس روشنی میں۔ میں اس کے بارے میں صحیح چھان بین کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے انسپکٹر فولاد خان، مجھے تمہاری کسی بات پر اعتراض
نہیں ہے تم جو بھی کرو گے بہتر ہی کرو گے۔" ڈی آئی جی نے جواب دیا۔

اور فولاد خان ان کا شکریہ ادا کر کے اٹھ گیا، اب اسے اس سلسلے
میں کچھ نئی تیاریاں کرنا تھیں۔

سورج نکل آیا۔ راحیل نے ساری رات وہیں گزار دی تھی اس نے
اپنے دل میں جو فیصلہ کیا تھا اس پر اب بھی اٹل تھا، لیکن بھوک اور نقاہت
سے اس کا برا حال تھا۔ رات کو کتے کے منہ سے بچا ہوا روٹی کا ٹکڑا
کھا کر اس نے کسی طرح پیٹ کی آگ بجھائی تھی لیکن رات بھر اس کی طبیعت
خراب رہی تھی اسے رہ رہ کر یہ احساس ہونے لگتا تھا کہ اس نے ایک
غلیظ شئے کھائی ہے۔

لیکن بھوک ایسی ہی نامراد شئے ہے کہ اس کے سامنے انسان بے بس
ہو کر رہ جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ زندہ رہنے کے لیے
کسی نہ کسی سہارے کی تو ضرورت ہے پیٹ بھر جائے تو سارے کے

سارے کام ہو سکتے ہیں لیکن پیٹ بھرنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

اس نے سوچا کہ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا خواہ کچھ بھی ہو جائے کہیں نہ کہیں اسے کام مل ہی جائے گا۔

کافی دیر تک وہ مارا مارا پھرتا رہا۔ پھر ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اسے ایک ریڑی والا نظر آیا ریڑی والا اپنی ریڑی پر حلیم اور بریانی بیچ رہا تھا۔ لوگ کھڑے ہو کر حلیم اور بریانی کھا رہے تھے، ریڑی والا خود جھوٹی پلیٹیں دھو تا اور جلدی جلدی گاہکوں کو نمٹانے لگتا۔

راحیل کے ذہن میں نہ جانے کیا خیال آیا، وہ اس ریڑی والے کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے بے، کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو یہ پلیٹیں دھونے میں کافی وقت ہو رہی ہے۔"

"ابے ہاں یار، بس کیا بتاؤں ایک لونڈا تھا میرے پاس جو پلیٹیں دھوتا تھا، بغیر کچھ کہے سنے بھاگ گیا، کسی ہوٹل میں نوکری مل گئی ہے اسے۔

"اگر آپ کہیں تو میں آپ کی یہ پلیٹیں دھو دوں۔" راحیل نے کہا۔

"تو دھوئے گا؟" ریڑی والے نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے کہا۔"

"جی ہاں۔ میں بہت صاف پلیٹیں دھوؤں گا، آپ آزما کر دیکھ لیجئے۔

"اچھا چل پھر جلدی سے کام دکھا، مجھے تھوڑی سی پلیٹیں دھو کر دکھا" ریڑی والے نے کہا اور راحیل جلدی جلدی پلیٹیں دھونے لگا۔

اس نے بڑی نفاست سے پلیٹیں دھوئیں پھر خشک کپڑے سے صاف کیں اور ریڑی والے کے سامنے سجانے لگا۔ ریڑی والا اس کے کام کو غور سے دیکھ رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہی وہ اپنے گاہکوں کو بھی نپٹاتا جا رہا تھا۔

راحیل کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے، تھوڑی دیر میں جتنی پلیٹیں بالٹی میں پڑی ہوئی تھیں اس نے سب کی سب دھو کر ریڑی والے کے سامنے رکھ دیں۔ ریڑی والے کو جب گاہکوں سے فرصت ملی تو اس نے راحیل پر نگاہ ڈالی۔

"واہ بیٹے کام تو تو صاف ستھرا کرتا ہے لیکن کسی ہوٹل میں کام مل گیا، تو بھاگ جائے گا۔"

"جناب عالی میں نہیں بھاگوں گا، وعدہ کرتا ہوں۔"

"ہوں ہوں، ٹھیک ہے تو پھر میں تجھے دو روپے روز دوں گا کھانا پینا مفت، جتنی دل چاہے بریانی کھا اور جتنا دل چاہے حلیم کھا صبح سے لے کر شام تک میرے پاس سر چھپانے کا ٹھکانہ بھی نہیں ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے اپنے مکان کے کسی حصے میں تھوڑی سی جگہ دے سکتے ہیں۔

یہ تو اور بھی اچھی بات ہے صبح کو بھی تو میری مدد کر دیا کرے گا۔ تو پھر میں تجھے تین روپے روز دیا کروں گا ٹھیک ہے۔"

جی ہاں ٹھیک ہے۔"

اچھا اب یہ بتا تو نے کچھ کھایا ہے یا نہیں؟"

"جناب میں سخت بھوکا ہوں۔"

"لے تو پھر کیوں نہیں بتایا مجھے، لے بیٹا کھالے، پیٹ بھر کے کھا!"

ریڑھی والے نے ایک پلیٹ میں بہت ساری بریانی بھری، اس کے اوپر حلیم ڈالا اور دونوں چیزیں اسے دے دیں۔

راحیل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، کئی دن کے بعد اسے پیٹ بھر کے کھانا نصیب ہوا تھا، اس نے جلدی جلدی ساری پلیٹ صاف کر ڈالی۔ ریڑھی والا اسے رحم کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کھا چکا تو ریڑھی والے نے کہا۔

"اور کھا بیٹا اور کھا۔ جتنا تیرا دل چاہے کھا، کھانے پینے سے کم نہیں ہوتا۔"

"نہیں جناب میرا پیٹ بھر چکا ہے، بہت بہت شکریہ۔"

"ابے شکریہ کا ہے کا۔ تو تو اب میرا ساتھی بن چکا ہے، کیا نام ہے تیرا؟"

"راحیل۔"

"بڑا ہی اچھا نام ہے۔ میرے بھی دو بچے ہیں۔"

"پڑھتے ہیں؟"

"نہیں بیٹا، نکمے ہیں، کام چور اور آوارہ، بس آوارہ گردی کرتے رہتے ہیں، محلے میں گولیاں کھیلتے پھرتے ہیں اور لوگوں کو ستاتے ہیں، وہ کبھی کام کے آدمی نہیں بن سکیں گے، میری ہی طرح حلیم اور بریانی بیچیں گے۔ مجھے دیکھ میرے ماں باپ نے مجھے پڑھانے کی بہت کوشش کی، لیکن میں بھی اپنے بچوں کی طرح گولیاں اور گلی ڈنڈا کھیلتا رہتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ اب مجھے ٹھیلا

لگانا پڑتا ہے۔

راحیل نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے اپنے ماں باپ یاد آ گئے، جو اسے بڑا آدمی بنانا چاہتے تھے، بہرکیف اس نے دل ہی دل میں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا تھا کہ اسے کوئی سہارا مل گیا۔ شام تک وہ ریڑھی والے کے ساتھ رہا۔ شام کو چار ساڑھے چار بجے تک ریڑھی والے کی ساری حلیم اور بریانی بک گئی تھی چنانچہ وہ راحیل کو ساتھ لے کر واپس چل پڑا۔

وہ یہاں سے کافی دور ایک محلے میں رہتا تھا، اپنے چھوٹے سے گھر کے سامنے اس نے ٹھیلا ایک جگہ لگایا اور راحیل سے کہنے لگا۔

"لے بیٹا اب یہ سارے برتن لے کر اندر آ جا اور انہیں راکھ سے مانجھ کر چمکا دے، میں دیگیں دھوؤں گا تجھ سے دیگیں نہیں دھوئی جائیں گی۔"

"نہیں جناب، میں دیگیں بھی دھو سکتا ہوں۔"

"ابے بہت بڑی ہیں تو نہیں دھو سکے گا۔"

"آپ دیکھ لیجیے میں انہیں بہت صاف ستھرا کر کے دھوؤں گا۔ ریڑھی والا خوش ہو گیا۔"

راحیل کو کام کرنے میں کوئی عار نہیں تھا۔ پیٹ بھر چکا تھا، اس سے بڑی نعمت اور کون سی مل سکتی تھی، خدا نے اسے جینے کا سہارا دیا تھا ورنہ وہ تو اتنا مایوس تھا کہ کوئی انتہا نہیں تھی، جینے کا کوئی سہارا نہیں تھا اور اب جب تے اسے یہ موقع دے دیا تھا تو وہ اس کا شکر ادا کیوں نہ کرتا۔

اس نے ایک ایک برتن اس طرح چمکا دیا کہ اس میں شکل دیکھی جا

سکتی تھی اسٹیل کی پلیٹیں تھیں مانجھنے سے خوب چمک گئی تھیں۔

پھر اس نے دیگوں میں پانی ڈال کر انہیں دھونا شروع کر دیا تھوڑی سی بجری باہر سے اٹھا کر لایا اور اسے دیگوں میں ڈال کر خود دیگ کے اندر گھس گیا، اب وہ پیروں سے دیگوں کو مانجھ رہا تھا۔ ریڑھی والا اسے وہاں چھوڑ کر گھر کے اندر چلا گیا تھا اس کے گھر کے اندر ایک چھوٹا سا احاطہ تھا جس میں نل لگا ہوا تھا، اسی احاطے میں راحیل کام کر رہا تھا۔

جب دیگیں خوب چمک گئیں، تو اس نے اپنی چھوٹی سی جسامت کے باوجود انہیں اوندھا کر کے ان کا سارا پانی نکال دیا، اور پھر دو تین بار کھنگال کے انہیں بالکل ہی صاف کر دیا۔

ریڑھی والا جب باہر نکلا تو دیگوں کو دیکھ کے حیران رہ گیا۔

"ابے۔ ابے یہ تو نے کیا ہے۔ تم نے اتنے سے بچے تے" وہ متحیرانہ انداز میں بولا۔

"جی ہاں جناب، میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ میں انہیں خوب صاف کر دوں گا۔"

"واہ بھئی واہ۔ تو تو بڑے کام کا بچہ ہے، یہ لے ایک روپیہ اپنا انعام۔ اور کل سے اگر تو دیگیں دھوئے گا تو تجھے ایک روپیہ روز انعام ملا کرے گا، ویسے تیرے تین روپے تو بچ گئے۔ ٹھیک ہے نا۔"

"ہاں جناب۔ ویسے میں سوؤں کہاں۔" راحیل نے پوچھا۔

"میں تیرے لیے چارپائی ڈلوائے دیتا ہوں۔ تو مزے سے سو

یہاں۔ کوئی بھی تکلیف نہیں ہوگی تجھے اور بول چائے پیئے گا؟"

"چلو پلوا دیجیے، اگر آپ پلوا دیں گے تو آپ کی مہربانی ہوگی۔"

"مہربانی کیسی۔ تیری خالہ اندر موجود ہے، جا چائے مانگ لے اس سے"

ریڑھی والے کی بیوی بھی بہت ہی اچھی اور رحم دل عورت تھی اس نے راحیل کو ملائی والی چائے پلائی، اور راحیل کو بڑی مسرت ہوئی۔ باہر آکر وہ چارپائی پر لیٹ گیا تھا، رات ہو گئی تھی اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔

قدرت نے اسے یہ موقع فراہم کر دیا تھا اور یقیناً یہ موقع اسے اسی لیے ملا تھا کہ اس نے اپنے دل میں نیک جذبے پیدا کیے تھے، سچ بات ہے اگر دلوں میں سچائی ہو اور لوگوں سے ہمدردی کا تصور ذہنوں میں جاگ اٹھے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مدد ضرور کرتا ہے۔

اب یہ خبر کرنے کے بعد اس عہد سے پھرنا اچھی بات نہیں تھی۔ چنانچہ وہ انتظار کرتا رہا۔

جب رات خاصی ہو گئی اور ریڑھی والا اندر جا کر سو گیا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ اسے اب اس بلا کی تلاش تھی۔

پچھلے دنوں کی بات اور تھی، ان دنوں وہ بھوکا بھی رہتا تھا اور پریشان بھی رہتا تھا اس لیے اس کا ذہن کام نہیں کرتا تھا حالانکہ وہ ایک ذہین بچہ تھا۔ ہمیشہ کلاس میں اوّل آتا تھا چنانچہ اس کی ذہانت نئے نئے راستے سوچنے لگی۔

ایک جگہ ایک پتھر پر بیٹھ کر اس نے سوچا کہ پہلی بار اس نے اس بلا کو سمندر سے نکلتے دیکھا تھا۔ کیا سمندر سے اس کا کوئی تعلق ہے یقیناً ہو سکتا ہے، یہ بھی دلچسپ بات تھی کہ اس وقت وہ جس بستی میں تھا وہ سمندر سے کافی قریب تھی، کافی فاصلے پر اسے سمندر نظر آ رہا تھا یہ تقریباً وہی علاقہ تھا جہاں وہ پہلی بار اس بلا کو سمندر کے کنارے دیکھنے میں کامیاب ہو سکا تھا چنانچہ اس کے قدم سمندر کی جانب اٹھ گئے۔

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ سمندر کے قریب جا کر ایک بار پھر اس بلا کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا، لیکن سمندر اب اتنا قریب بھی نہیں تھا کہ وہ ذرا سی دیر میں وہاں تک پہنچ جاتا وہاں تک پہنچنے کے لیے اسے کئی سڑکوں گلیوں اور بازاروں سے گزرنا پڑتا اس کے بعد ایک طویل ریت کا میدان عبور کرنا ہوتا اس کے بعد کہیں سمندر آتا تھا۔

سمندر کے کنارے ایک آبادی تعمیر ہو رہی تھی یہاں چھوٹی چھوٹی عمارتیں نظر آ رہی تھیں جو ابھی زیر تعمیر تھیں یہاں دور دور تک ابھی کوئی آبادی نہیں ہوئی تھی۔

وہ ایک سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا، اس کی رفتار سست تھی اور وہ سڑک کے کنارے کنارے اندھیرے اندھیرے میں جا رہا تھا ذہن میں یہی خیال تھا کہ اگر وہ بلا نظر آ جائے تو اسے ذہن میں رکھے

اللہ آج شاید اس کی آرزو پوری ہونے والی تھی۔ زیادہ دور نہیں چلا تھا کہ دفعتاً اسے کچھ آہٹیں سی محسوس ہوئیں، یہ آہٹیں اس سے چند قدم

کے فاصلے پر زمین سے بلند ہو رہی تھیں، وہ حیران رہ گیا۔

اس کی نگاہ سامنے بنی ہوئی عمارت کی طرف اٹھ گئی سرخ رنگ کے پتھروں کے دو ستون بنے ہوئے تھے جن میں انسانی کھوپڑیاں اور نہ جانے کیسے کیسے کیڑے مکوڑے سے بنے ہوئے تھے سامنے ہی ایک بڑا سا دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ کافی اندر جا کر اس دروازے میں کواڑ لگے ہوئے تھے پتھر کی کچھ اور چیزیں بھی نظر آ رہی تھیں جو سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں کہ کیا ہے آگے پکے سلوں کا بنا ہوا صحن تھا اور آہٹیں یقیناً اسی صحن سے ابھر رہی تھیں۔

یہ صحن کھلا ہوا تھا اور سڑک کے بالکل نزدیک تھا پتہ نہیں یہ عمارت کس نام سے پکاری جاتی تھی راحیل صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ کر سڑک پر آ گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

دفعتاً اس نے ایک خوفناک آواز سنی، اس سے چند ہی قدم کے فاصلے پر ایک گٹر کھلا ہوا تھا اور اس گٹر سے ایک انسانی سر نمودار ہو رہا تھا۔ گنجا سپاٹ سر، آہستہ آہستہ وہ سر بلند ہوا اور اس کے بعد وہی بھیانک شکل ابھر آئی۔

گہری سرخ آنکھیں جو بتیوں کی طرح چمک رہی تھیں لمبے لمبے اور اوپر کو اٹھے ہوئے کان ابھرے ہوئے جبڑے کے نیچے اس کے لمبے لمبے نوکیلے دانت اس کا پورا بدن آہستہ آہستہ اوپر ابھر آیا۔ اس کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا جو گٹر کے کنارے جگہ جمع ہو گیا تھا آہستہ آہستہ اس کا پورا بدن باہر نکل آیا۔

لمبے لمبے عجیب الخلقت ہاتھ لمبے پنجے اور لمبی لمبی پنڈلیاں وہ ایک
پاؤں اوپر رکھ کر باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ تب ہی اس کی نگاہ راحیل
پر پڑی۔

راحیل جو ایک لمحے کے لیے اسے دیکھ کر ساکت ہو گیا تھا بری طرح
اچھل پڑا اسے ان آنکھوں کی خوفناک چمک اپنی کھوپڑی میں اترتی ہوئی محسوس
ہو رہی تھی۔ دفعتاً خوفناک بلا کے منہ سے آواز نکلی۔
"واہ، آج تو شکار بالکل ہی سامنے آگیا۔"

O

ڈی آئی جی صاحب کی طرف سے بلاوا موصول ہوا تو انسپکٹر
فولاد خان اپنے دفتر سے اٹھ کر ان کی جانب چل پڑا ڈی آئی جی صاحب
اپنے کمرے میں اسپیشل پولیس کے دو آدمیوں کے ساتھ موجود
تھے فولاد خان کے سیلوٹ کے جواب میں انہوں نے گردن ہلائی
اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا فولاد خان کرسی پر بیٹھ گیا تھا ڈی آئی جی صاحب
کے چہرے پر پریشانی کے آثار نظر آ رہے تھے فولاد خان نے ان
کی شکل دیکھی اور سمجھ گیا کہ ڈی آئی جی صاحب کس لیے فکر مند ہیں چند
لمحات خاموشی رہی پھر ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔
"میں نے تمہیں اس کیس کے سلسلے میں بلایا ہے فولاد خان
تم نے کام شروع کر دیا۔؟"
"جی ہاں میں نے یہ کیس اپنے پاس آتے ہی کام شروع کر

دیا ہے۔"
"لیکن فولاد خان یہ کسی ایسی تفتیش کا کیس نہیں ہے جو معمولی حیثیت
رکھتی ہو انسانی جانیں مسلسل ضائع ہو رہی ہیں ہم بہت دن انتظار نہیں
کر سکتے اگر تم چاہو تو میں کچھ اور اعلیٰ دماغوں کو اس کیس کے سلسلے میں
مصروف کر دوں تم نے مجھے اس بارے میں کوئی رپورٹ نہیں دی"
انسپکٹر فولاد خان نے ٹھنڈے دل سے یہ باتیں سنیں اور پھر ادب
سے بولا۔
"جناب عالی! آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ چاہیں تو یہ کیس کسی
ایسے شخص کو دے دیں جو ذہین ہو اور جو فوراً اس بلا کو پلیٹ میں رکھ کے
آپ کے سامنے پیش کر دے جہاں تک میرا معاملہ ہے میں کام
کر رہا ہوں اور بہر طور پر ابھی تک میں اس سلسلے میں کوئی صحیح معلومات
نہیں حاصل کر سکا ہوں۔"
"تمہارا مطلب ہے تم ابھی تک اس کے بارے میں معلومات
حاصل کرنے میں ناکام رہے ہو؟"
"جی ہاں۔ میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرتا ہوں آپ جیسے دل
چاہے یہ کیس دے دیں۔"
"لیکن فولاد خان اس طرح تمہارا ریکارڈ خراب ہو گا۔"
"مجبوری ہے جناب لیکن عرض ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ
کے متعین کئے ہوئے ذہین دماغ ایک ہفتے کے اندر اندر اس

بلا کا سراغ نہ لگا سکے تو میرا خیال ہے انہیں تو پھر آپ کو معطل ہی کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ آپ کے خیال میں وہ ذہین ترین لوگ ہیں۔ ڈی آئی جی صاحب نے ناخوشگوار نگاہوں سے فولاد خان کی شکل دیکھی اور بولے۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ وہ بلا حلوہ نہیں ہے کہ اسے فوراً پلیٹ میں رکھ کر آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے میں نے پچھلی رات اس کا تعاقب کیا ہے جیپ کی رفتار پینسٹھ سے اسی میل تک تھی اور وہ اس سے آگے ہی آگے دوڑ رہی تھی ہم اسے گرفتار نہیں کر سکے۔"

"وہیں۔ پینسٹھ سے اسی میل تک!"

"جی ہاں میں نے اس کے کچھ فوٹوگراف لیے ہیں جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ فولاد خان نے چند تصویریں نکال کر ڈی آئی جی صاحب کے سامنے رکھ دیں اور ڈی آئی جی صاحب عجیب سے ان پر جھک گئے انہوں نے اس عجیب و غریب بلا کی تصویریں دیکھیں جس کے ہاتھ پاؤں سوکھے ہوئے تھے بدن بھی بس ڈھانچہ ہی تھا لیکن وہ بے پناہ طاقتور محسوس ہو رہی تھی وہ متعجبانہ نگاہوں سے ان تصویروں کو دیکھتے رہے پھر فولاد خان سے بولے۔

"اس کی رفتار اسی میل کے قریب تھی؟"

"جی ہاں اگر میں جیپ اور تیز دوڑاتا تو شاید وہ اس سے بھی

تیز دوڑ سکتی تھی۔"

"لیکن اس کا مقصد ہے کہ پھر وہ انسان تو نہیں ہو ئی نا!"

"کیا کہا جا سکتا ہے؟"

"مگر فولاد خان تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور حاصل کر لینا چاہیئے تھیں۔"

"وہ میرے سامنے پیش ہو کر اپنا انٹرویو دینے نہیں آئی سر اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے فولاد خان نے کہا اور اسپیشل پولیس کے آدمی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے ڈی آئی جی صاحب کو بھی صورتحال کا احساس ہو گیا تھا انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ان کی باتوں نے فولاد خان کو ناراض کر دیا ہے وہ تیز مزاج پولیس آفیسر تھا اور اس کی تیز مزاجی کی داستانیں دور دور تک مشہور تھیں چنانچہ انہوں نے خود کو سنبھال کر نرم لہجے میں بولے۔"

"میرا مقصد یہ نہیں تھا فولاد خان میں تو صرف تمہارے ساتھ تعاون کے لیے کچھ لوگوں کو متعین کرنا چاہتا تھا۔"

"جناب عالی اگر آپ پچاس افراد کو بھی میرے ساتھ کر دیں تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً ہی اس بلا کو گرفتار نہیں کر سکیں گے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں وقت لگے گا دقتیں ہوں گی میں نے پہلے مرحلے پر اس کی تصاویر حاصل کی ہیں اس کے بعد میں کوئی ایسی کوشش کر رہا ہوں کہ کامیابی سے اس پر اٹیک

کیا جا سکے لیکن جو صورتحال ہمارے سامنے آئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جو کوئی بھی ہے یا تو کوئی مافوق الفطرت ہستی ہے
یا پھر کوئی ایسی قوت جسے آسانی سے زیر نہیں کیا جا سکتا۔"

"ہوں۔ بہر طور تم مجھے اس سلسلے میں کب تک رپورٹ پیش کر دو گے۔؟"

"کوئی وعدہ نہیں کر سکتا جناب دعوے سے کہا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ ہے کیا چیز پہلے تو یہ اندازہ ہو جائے یا پھر یہ کیجئے کہ یہ تصویریں آپ کے پاس موجود ہیں آپ اپنے ذہین ترین داناؤں کے سامنے یہ تصاویر پیش کیجئے اور ان سے معلومات حاصل کیجئے کہ یہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"بھئی دیکھو ناراض ہونے کی ہتیں ہو رہی ہے میں تمہارا افسر ہوں تم مجھ سے جس لہجے میں بات کر رہے ہو یہ مناسب نہیں ہے یہ پولیس کا فرض ہے کہ انسانی جانوں کو بچایا جائے۔"

"پولیس کا فرض ہی نہیں جناب ایک انسان کا فرض بھی ہے اور میں اس فرض کو بخوبی پہچانتا ہوں اپنے طور پر کوشش کر رہا ہوں اگر آپ کو میری کوششیں ناکام نظر آتی ہیں تو مجھے افسوس ہے۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو میں چاہتا ہوں کہ تم پوری تندہی سے کام کرو اس سلسلے میں جتنے آدمی اپنے ساتھ لگانا چاہتے ہو لگا لو مجھے

کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ میں ان کی منظوری دیئے دیتا ہوں۔"

"فی الحال تو صرف مجھے سارجنٹ گڑبڑ چاہیئے۔"

"گڑبڑ۔"

ڈی آئی صاحب مسکرائے۔

"جی جی میرا مطلب ہے فقیر محمد۔" فولاد خان نے جلدی سے کہا۔

سارجنٹ گڑبڑ ایک عجیب و غریب شے تھی نام تھا اس کا فقیر محمد لیکن اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل تھا کہ وہ ہے کیا چیز کبھی وہ بہت زیادہ ذہین نظر آتا تھا اور کبھی بالکل ہی احمق آدمی لیکن اس نے جو کارنامے انجام دیئے تھے ان کی مثال نہیں ملتی تھی فولاد خان کے ساتھ کام کرنے میں وہ بڑی خوشی محسوس کرتا تھا آج کل اس کی ڈیوٹی اسپیشل پولیس میں تھی سارجنٹ صرف اس کی عرفیت تھی ورنہ اس کا عہدہ سارجنٹ کا نہیں تھا کئی معاملات میں فولاد خان کے ساتھ کام کر چکا تھا اور فولاد خان اس سے بہت مطمئن تھا پچھلے دنوں اس کا ٹرانسفر کر دیا گیا تھا چنانچہ اب جب فولاد خان نے اسے طلب کیا

تو ڈی آئی جی صاحب نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں میں جانتا ہوں تم دونوں کی جوڑی بچھڑی ہوئی ہے لیکن میں آج ہی آرڈر کر دوں گا اور فقیر محمد کو تمہارے پاس بھیج دیا جائے گا۔"

"بہت بہت شکریہ جناب میں اس تلخ کلامی کی معافی چاہتا ہوں

دراصل جو کیس میرے پاس آجاتا ہے میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں
برتتا اور اس بات کا خواہش مند بھی رہتا ہوں کہ مجھے شک کی نگاہ
سے نہ دیکھا جائے۔"

"نہیں نہیں بھئی شک کی بات نہیں نہ ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ
تم اپنے فرض میں لاپرواہی برت رہے ہو گے بس ایسی ہی طبیعت
ذرا الجھی ہوئی تھی تم اخبارات نہیں دیکھ رہے ہو پولیس پر کتنی لے دے
ہو رہی ہے۔"

"یہ اخبار والے صحافی ہیں جناب کسی خبر کو بڑھا چڑھا کر کمرے
میں بند ہو کر کاغذ پر لکھ دینا دوسری بات ہے اور میدان عمل میں نکل کر
مجرموں سے اور خطرناک لوگوں سے مقابلہ کرنا دوسری بات۔" انسپکٹر فولاد
خان نے کہا۔

"ٹھیک ہے فولاد خان میں چاہتا ہوں کہ تم جس قدر ممکن ہو اس
مسئلے کو حل کرو پولیس کی بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔"

"بہتر جناب میں اپنی کوششیں مزید تیز کر دوں گا البتہ اب اس
سلسلے میں مجھے خصوصی ڈپارٹمنٹ سے کچھ چیزیں درکار ہوں گی
آپ انہیں ہدایات جاری کیجیے کہ میری مطلوبہ چیزیں مجھے فراہم کر
دی جائیں۔

"بالکل بالکل اس سلسلے میں تمہیں کبھی کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

ڈی آئی جی صاحب نے کہا اور فولاد خان اپنی کرسی سے اٹھ گیا
اس نے سیلوٹ کیا۔
اور پر وقار قدموں سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔
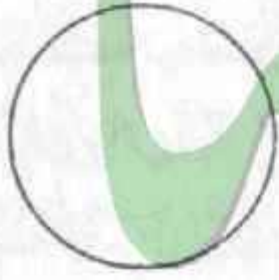
زندگی کا صرف ایک لمحہ تھا، اگر کوئی عمل نہ کیا جاتا۔ تو پھر موت
تو سامنے آ ہی چکی تھی، دوسرے لمحے راحیل کے بدن پر سنسنی
دوڑ گئی، اس نے ان الفاظ پر غور کیا جو انوکھی بلا کے منہ سے نکلے
تھے، "شکار تو آج خود ہی سامنے آ گیا"۔
انوکھی بلا اب گڑھے سے باہر نکل آئی تھی، اس کے جبڑے
بار بار کھل رہے تھے اور بند ہو رہے تھے اور اس کی خوفناک
آنکھیں بھوکی بلی کی طرح راحیل پر جمی ہوئی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے
وہ راحیل پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہی ہو۔ پھر اس کے منہ
سے ایک بھیانک قہقہہ نکل گیا۔

ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ اور پھر اس نے راحیل پر چھلانگ لگائی۔

راحیل جو پہلے ہی بھاگنے کے لیے تیار ہو گیا تھا، پھرتی
سے پلٹ کر بھاگا جس جگہ وہ کھڑا ہوا تھا، وہاں زمین کا حصہ ابھرا ہوا تھا
خونخوار بلا نے اس حصے سے ٹھوکر کھائی اور اس کے گرنے کی
آواز اس طرح سنائی دی، جیسے لوہے کے کسی ٹکڑے کو زمین پر
پھینک دیا گیا ہو، گرنے سے اس کے یقیناً چوٹ بھی لگی تھی لیکن
وہ فوراً ہی سنبھل گئی البتہ راحیل کو اس اثنا میں بھاگنے کا موقع مل گیا تھا
سامنے ہی ایک کھلی سڑک تھی، لیکن بائیں ہاتھ پر ایک پتلی گلی نظر آ
رہی تھی۔

راحیل جانتا تھا کہ اگر وہ کھلی سڑک پر دوڑتا رہا تو وہ بلا آن کی
آن میں اسے پکڑ لے گی، چنانچہ وہ پھرتی سے گلی میں گھس گیا۔ یہ
گلیاں اندر سے بہت پرپیچ تھیں، ایک گلی سیدھی چلی گئی تھی دوسری
پھر دائیں طرف کٹ گئی تھی۔ دائیں طرف والی گلی آگے چل کر پھر
دائیں طرف کئی تھی اس طرح یہ چکر دار گلیاں بہت دور تک نکل گئی تھیں۔
بلا سنبھلی اس کے حلق سے ایک چنگھاڑ سی نکلی، اور اس نے
راحیل کے پیچھے چھلانگ سی لگا دی راحیل گلی میں سیدھا دوڑنے کی بجائے
داہنی ہاتھ والی پتلی گلی میں گھس گیا تھا۔ یہ پتلی گلی تھی اور اس میں جگہ جگہ
مین ہول کھلے ہوئے تھے۔ اندھیرا پوری گلی پر مسلط تھا اس لیے راحیل
کھلے ہوئے مین ہول نہیں دیکھ سکتا تھا۔ البتہ بھاگتے بھاگتے ایک
دفعہ اس کا پاؤں ایک مین ہول پر پڑا اور وہ اس میں گرتے گرتے بچا۔

اس نے خود کو سنبھال لیا اور برق رفتاری سے دوڑنے لگا۔ لیکن
گلی میں ایک مین ہول نہیں تھا ابھی وہ دس پندرہ گز ہی آگے گیا ہوگا
کہ دفعتاً اس کے دونوں پیر ایک کھلے ہوئے گٹر کے ڈھکن پر پڑے
اور دوسرے لمحے وہ غڑاپ سے اندر تھا۔
نیچے گندا میلا بدبودار پانی پھیلا ہوا تھا جو اس کے گرنے کی وجہ
سے چھپاک سے اوپر اچھلا اور اس کا پورا بدن غلیظ پانی میں بھیگ
گیا لیکن یہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ راحیل ایک لمحے کے لیے
سنبھلا اور اس نے گٹر ہی میں آگے دوڑنا شروع کر دیا کم از کم اس
طرح سے اس بلا سے تو نجات مل سکتی تھی۔ اگر اس بلا کو کسی طرح یہ
معلوم ہو گیا کہ راحیل گٹر میں داخل ہو گیا ہے تو وہ پھر گٹر میں گھس آئے
گی کیونکہ راحیل نے اسے گٹر ہی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔
وہ چاہتا تھا کہ وہ کسی ایسی جگہ پہنچ جائے، جہاں وہ بلا کی نگاہوں
سے کسی طور محفوظ ہو جائے، چنانچہ پانی میں چھپاکے پیدا کرتا ہوا وہ
آگے دوڑتا رہا۔
غلیظ پانی نے اس کی شکل ہی بگاڑ دی تھی اس نے مضبوطی سے
منہ بند کر لیا تھا، ورنہ گندہ پانی اس کے منہ میں بھی چلا جاتا ویسے یہ غلیظ
پانی پنڈلیوں سے اوپر نہیں تھا، اور راحیل کو اس میں دوڑنے میں کوئی
بہت بڑی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔
دفعتاً اس نے اپنے پیچھے چھپاکے کی آواز سنی اور اس

کا دل کانپ کر رہ گیا۔ یقیناً بلا یا تو گٹر میں گر پڑی تھی، یا پھر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کا شکار گٹر میں گھسا ہے۔

گٹر لائن بڑی کشادہ تھی اور گلیوں ہی کی شکل میں دور تک پھیلی چلی گئی تھی پھر راحیل کو اپنے پیچھے کسی کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں، اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا تھا کہ خونخوار بلا اس کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔

آہ اس گٹر میں اس کی مدد کرنے والا بھی نہیں ہو گا، پتہ نہیں آگے چل کر کیا ہو۔ پتہ نہیں یہ گٹر کہاں سے کہاں پہنچیں۔ تاریکی میں وہ دوڑتا چلا جا رہا تھا اور گندے پانی کی چھینٹیں بدستور اڑ رہی تھیں لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ یہاں پانی کم ہوتا جا رہا ہے

پھر ایک دفعہ اس نے ہاتھ پھیلائے تو اسے اپنے بائیں سمت ایک راستہ جاتا ہوا محسوس ہوا سامنے ہی ایک مین ہول کھلا ہوا تھا جس سے روشنی چھن چھن کر نیچے آ رہی تھی لیکن راحیل سامنے جانے کی بجائے دائیں ہاتھ کو مڑ گیا اور اب اس نے اپنے دوڑنے کی رفتار بالکل ختم کر دی، بلکہ پاؤں دبا کر اس طرح چلنے لگا کہ اس کو اس کے قدموں کی آواز سنائی نہ دے۔

بلکہ پیچھے سے پچھا پچھ پچھا پچھ بھاگنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ راحیل یہاں بھی نہ رکا بلکہ پنجوں کے بل آگے بڑھتا ہوا گٹر کے آخری حصے تک پہنچ گیا

یہاں پھر گٹر بائیں سمت کو مڑ جاتا تھا، راحیل نے پھر بھی سوچا کہ چلتا رہے کم از کم وہ بلا اس سے واقف نہ ہو سکے کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے، چنانچہ وہ دوڑتا رہا دوڑتے دوڑتے وہ کافی دور نکل آیا تھا۔

بلا کی آواز اب سنائی نہیں دے رہی تھی، راحیل کو ایک جگہ ایک خشک سا حصہ نظر آیا، گٹر میں کوئی در بنایا گیا تھا اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا، وہ ایک لمحے کے لیے وہ در میں سما گیا اور سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کے سانسوں کی آواز بھی بلند نہ ہو، کہیں وہ بلا اسے دیکھ نہ لے۔

کئی منٹ اسی طرح گزر گئے، آہستہ آہستہ اس کی حالت اعتدال پر آتی چلی گئی۔ اور وہ سوچنے لگا کہ اب شاید بلا دھوکا کھا کر کسی اور طرف نکل گئی ہے لیکن اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے قدموں کی چاپ سنی۔ بلا کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی، ان سانسوں میں بلی کی سی غراہٹیں شامل تھیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بلی غرا رہی ہو یا کتا آہستہ آہستہ بھوں بھوں کر رہا ہو۔ آہ بلا اسی طرف آ رہی تھی۔

راحیل نے محسوس کیا کہ اب وہ اس طرف مڑ گئی، جس طرف وہ چھپا ہوا ہے۔ اس نے اپنا سانس تک روک

لیا اور دیوار سے چپکا ہوا اپنی موت کا انتظار کرنے لگا۔
بلا کا سایہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آتا جا رہا تھا۔
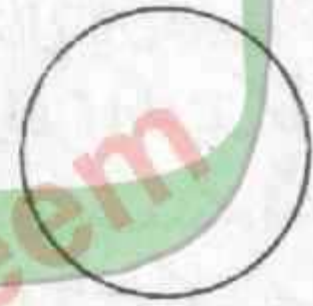
دونوں سنتریوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور گہری سانسیں لے کر قریب پہنچے، پھر انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں اپنی وزنی رائفلیں دیوار سے ٹکا کر کھڑی کر دیں ان میں سے ایک وردی کا اوپری بٹن کھول کر سینے پر پھونکیں مارنے لگا اور دوسرا اپنی ٹوپی اتار کر بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرنے لگا۔

"عجیب موسم ہے، صبح کو خنکی تھی، لیکن اس وقت کیسی گرمی ہو رہی ہے۔" سینے پر پھونکیں مارنے والے نے کہا۔
دوسرا آسمان کی جانب دیکھنے لگا پہلا شخص پھر بولا۔ "بارش ضرور ہو گی بے پناہ حبس ہے۔"

"شاید۔" دوسرا آدمی اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

"شاید نہیں، یقیناً۔ وہ دیکھو بجلی بھی چمک رہی ہے۔"

"اچھا ہے بارش ہو جائے، اس موسم نے تو دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے۔" دوسرے نے بدستور اکتائے ہوئے انداز میں کہا اور پہلے شخص نے وردی کی جیب میں سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

رات کے تقریباً نو بجے تھے، چاروں طرف تاریکی اور سناٹے کا راج تھا، سڑکوں پر دور دور لگے ہوئے بجلی کے کھمبے بھی ماحول کی گھٹن کا شکار تھے ان پر لگے ہوئے پیلے بلب دھندلی روشنی بکھیر رہے تھے۔

بجلی اب جلد جلد چمکنے لگی تھی۔ اور پھر بادلوں کی گڑگڑاہٹ بھی سنائی دینے لگی، فضا کچھ اور بھیانک ہو گئی تھی، سنتری اب دور دور تک نگاہیں دوڑانے لگے تھے پوری عمارت خاموش اور ویران نظر آ رہی تھی۔ عمارت کی چہار دیواری کے ساتھ لگے ہوئے درخت بالکل ساکت کھڑے تھے۔

دفعتاً ان میں سے ایک سنتری بول پڑا۔ آواز بے حد ہلکی تھی۔ لیکن سگریٹ پینے والے نے اسے سن لیا، کیونکہ وہ زیادہ دور سے نہیں آئی تھی دوسرے لمحے اس نے سگریٹ پھینک کر جوتے سے مسل دی اور تاریکی میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔

دوسرا آدمی اس سے بالکل بے خبر تھا۔ دفعتاً بجلی چمکی اور اس کے ساتھ ہی بادل بھی گرجے، سنتری کے حلق سے عجیب سی آواز نکل رہی تھی

دوسرا سنتری یہ آواز سن کر چونک پڑا۔

"ڈر گئے؟" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔ لیکن پہلے سنتری نے رائفل اٹھالی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اب دوسرا سنتری بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"میں نے اس طرف کچھ سائے دیکھے ہیں۔"

"کس طرف"

"اس طرف۔" پہلے سنتری نے انگلی سے اس سمت اشارہ کیا۔

"تمہارا واہمہ تو نہیں۔"

"نہیں یار بالکل صاف دیکھے ہیں۔" پہلے سنتری نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا۔" دوسرا سنتری اس طرف دیکھنے لگا، جہاں کچھ پراسرار سائے دیکھے گئے تھے، پھر اس سنتری نے بھی رائفل اٹھائی اور دونوں آگے بڑھنے لگے۔

ابھی وہ چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ لوہے کے گیٹ کے اوپر دو اور سائے نظر آئے اور پھر وہ نیچے کود آئے۔

سنتری چونک پڑے تھے بجلی پھر چمکی اور انہوں نے چند گز کے فاصلے پر موجود آدمیوں کو دیکھ لیا لیکن اس سے قبل کہ وہ ان لوگوں کے خلاف کچھ کرتے، بادلوں کی گرج کے ساتھ تڑ تڑ کی کچھ آوازیں ابھریں اور ان دونوں کے حلق سے چیخیں بلند ہونے لگیں دونوں زمین پر گر کر تڑپنے لگے تھے ان کے حلق سے چند ہی چیخیں نکلیں کیونکہ آنے

والوں نے کچھ اور گولیاں ان کے جسموں میں اتار دی گئی تھیں لیکن ان چیخوں نے اندر موجود لوگوں کو چونکا دیا اور سرے لمحے عمارت کے مختلف حصے روشن ہونے لگے اور پھر چند لوگ عمارت کے اندرونی دروازے سے باہر نکلے لیکن وہ حالات سے بے خبر تھے ان پر بھی گولیوں کی بارش ہو گئی، ان میں سے کئی آدمی زخمی ہو گئے اور باقی اندر گھس گئے اب عمارت میں شور بلند ہونے لگا تھا پھر کسی نے اندر سے فائرنگ بھی شروع کر دی لیکن وہ پستول کی فائرنگ تھی ایک فائر کے جواب میں درجنوں گولیاں ان کی طرف دوڑتی تھیں پوری عمارت پر شدید حملہ ہو گیا تھا اس وقت موٹی بوندیں آسمان سے پھسل پڑیں اور بارش شروع ہو گئی لیکن اندر گھس آنے والوں نے بارش کی پرواہ نہیں کی اور وہ عمارت میں گھس کر گولیاں چلاتے رہے دفعتاً باہر سے پولیس کی سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیں اور گولیاں برسانے والے چونک پڑے۔

"بھاگو!" ان میں سے ایک نے کہا اور وہ ادھر ادھر دوڑنے لگے لیکن عمارت میں موجود لوگوں میں سے اب صرف چند ہی افراد زندہ بچے تھے ان میں سے کچھ زخمی تھے جو گولیوں کی تکلیف سے تڑپ رہے تھے۔

عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک پٹرول پولیس کار جا رہی تھی دفعتاً کار ڈرائیور نے بریک لگا دیا اور کار میں بیٹھا ہوا اسپیشل پولیس آفیسر چونک پڑا سناٹے میں گولیوں کی آوازیں اس نے بھی صاف سنی تھیں۔

"محمود!" اس نے قریب بیٹھے ہوئے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

"وہ گولیوں کی آوازیں ہیں سر۔" ڈرائیور بولا۔

"سمت کا اندازہ لگاؤ۔" آفیسر بولا۔ اور اس نے خود بھی آوازوں پر کان لگا دیئے۔ بہت دور کی آواز تھی۔ اگر فضا میں اس قدر سناٹا نہ ہوتا تو یہ آوازیں صاف نہیں سنائی دے سکتی تھیں ڈرائیور نے ایک طرف اشارہ کیا اور پٹرول کار اسی جانب بڑھا دی۔ ہوشیار ڈرائیور نے خود ہی آوازوں کی سمت کا تعین کر لیا تھا تھوڑی دیر بعد انہیں ایک عمارت سے شعلے بلند ہوتے نظر آئے اور اسپیشل آفیسر کا منہ خود بھی حیرت سے کھل گیا۔

"اوہ یہ تو غیر ملکی سفارت خانے کی عمارت ہے۔" آفیسر نے کہا۔

"سو فیصدی جناب۔" ڈرائیور نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"جلدی کرو جلدی کرو۔ کوئی بڑا ہی معاملہ لگتا ہے۔" آفیسر نے کہا اور پٹرولنگ کار کی رفتار تیز ہو گئی۔

پٹرولنگ کار میں بیٹھے ہوئے کانسٹیبلوں نے رائفلیں سنبھال لی تھیں پولیس آفیسر نے بھی پستول نکال لیا تھا اسی وقت بارش شروع ہو گئی عمارت سے دھماکے سنائی دے رہے تھے اور شور کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

تمام سپاہی اور انسپکٹر نیچے اتر آئے، اس وقت انہیں عمارت کے پھاٹک سے کچھ لوگ نکلتے ہوئے نظر آئے ان کے ہاتھوں میں برین گنیں دبی ہوئی تھیں اور وہ اب بھی عمارت پر گولیاں برسا رہے تھے۔

"خبردار، تم پولیس کے گھیرے میں ہو۔" پولیس آفیسر نے گرج

کر کہا۔ اس کے دوسرے ساتھی سیٹیاں بجا رہے تھے۔ تاکہ قرب و جوار کے لوگ سمجھ جائیں کہ پولیس آگئی ہے لیکن گولیاں برسانے والوں نے اب پولیس کو نشانے پر رکھ لیا۔

آفیسر اور اس کے ساتھیوں نے بمشکل جان بچائی صورت حال ایسی تھی کہ آفیسر کو بھی جوابی کارروائی کرنی پڑی۔ اس نے فائر کا حکم دیا اور پہلے سے مستعد کانسٹیبلوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

جیپ کی آڑ میں چھپے ہوئے آفیسر نے بھی ان میں سے ایک کی ٹانگ کا نشانہ لے کر اس پر فائر کر دیا اور اس نے برین گن والے کو گرتے ہوئے دیکھا پولیس والوں کی گولیاں بس کار آمد ہوئی تھیں لیکن خود ان کا بچنا مشکل ہو رہا تھا۔

گولیاں گاڑی کی باڈی بالکل تباہ کر چکی تھیں بہت سی گولیوں نے گاڑی کی چھت میں سوراخ کر دیئے تھے پھر تھوڑی دیر کے بعد انہیں ایک اور پولیس جیپ نظر آئی وہ لوگ بھی سیٹیوں کا جواب دے رہے تھے لیکن اب برین گن والے تاریکی میں گم ہو گئے تھے البتہ عمارت سے چیخ و پکار کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔

انسپکٹر نے چند لمحے توقف کیا اور پھر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے اندر کی طرف دوڑ پڑا۔ ان لوگوں کی زندگی بچانا بے حد ضروری تھا۔ جو آگ کے درمیان پھنسے چیخ رہے تھے۔

پولیس کی جیپ عمارت کے اندر پہنچ گئی اور اس سے

بہت سے پولیس والے اتر کر اندر داخل ہو گئے بارش اب تیز ہو گئی تھی چنانچہ آگ اب خود بخود بجھتی چلی جا رہی تھی لیکن عمارت کے اندرونی حصوں میں آگ اب بھی بھڑک رہی تھی پولیس کے جوان بدستور کوشش کر رہے تھے۔ وہ ان لوگوں کی جان بچانا چاہتے تھے چنانچہ فائر بریگیڈ کو فوراً اطلاع دی گئی تقریباً پندرہ منٹ کے بعد فائر انجنوں کا شور سنائی دینے لگا اور وہ عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

"کہاں مر گیا کمبخت،
لڑکا تھا یا طوفان،
میری آنکھوں سے بھی بچ کر بھاگ گیا۔
جائے گا کہاں"

بلا کی بڑبڑاہٹیں راحیل کے کانوں میں گونج رہی تھیں اور اس کا دم نکلا جا رہا تھا۔

بلا اس کے بالکل قریب تھی اس وقت تقدیر ہی راحیل کو بچائے ہوئے تھی ورنہ حالات تو ایسے تھے کہ کسی بھی لمحے بلا کی نگاہ اس پر پڑ سکتی تھی

اور پھر راحیل کی زندگی نہ بچ سکتی تھی۔

چند منٹ وہ خونخوار بلا اس کے بالکل قریب کھڑی رہی اور پھر وہ چلتا ہوا
وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ راحیل کی ناک میں سرسراہٹ ہو رہی تھی۔
اسے چھینک آ رہی تھی لیکن اس نے چٹکی سے ناک دبالی اور چھینک روکنے
کی انتہائی کوششیں کرنے لگا۔ بلا دور نکل گئی تھی پھر اس کی چھینک
بھی رک گئی۔

لیکن لڑکا ابھی دور نہیں ہوا تھا۔ اس انوکھی بلا کو یقین تھا کہ راحیل
گٹر لائن ہی میں موجود ہے۔

بہرحال وہ اپنی جگہ چھپا رہا۔ یہ خطرہ نہ جانے کیسا تھا۔ سمجھ نہیں
پایا تھا۔

کافی دیر تک راحیل وہاں چھپا رہا۔ پھر جب بہت دیر ہو گئی
تو وہ اپنی جگہ سے نکل آیا یہاں تو رات نہیں گزاری جا سکتی تھی کوئی
ایسی جگہ تلاش کرنی ضروری ہے جہاں سے باہر نکلا جا سکے۔

گٹر میں شدید بدبو پھیلی ہوئی تھی لیکن خوف کی وجہ سے راحیل
کو اب تک اس کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن جب بدبو کے مارے
اس کا دم گھٹنے لگا۔ اگر تھوڑی دیر اور اس گٹر میں رہا تو جان ہی نکل جائے گی۔

چنانچہ وہ خدا کا نام لے کر آگے بڑھا اور دبے پاؤں چلنے
لگا اب اسے اس بلا کا کوئی نشان نہیں مل رہا تھا اس کا مطلب ہے
کہ وہ دور چلی گئی۔ راحیل آگے بڑھتا رہا لیکن گٹر لائن اتنی پیچیدہ تھی کہ
کوئی صحیح راستہ تلاش کرنا ممکن تھا کہیں گندہ پانی زیادہ ہو جاتا کہیں کم

اتفاق کی بات تھی کہ ابھی تک اسے کوئی کھلا مین ہول نہیں
نظر آیا تھا۔

یا خدا۔ اب کیا ہوگا۔ اب میں باہر کیسے نکلوں گا۔ وہ بلا بھی میری
طرح میرے انتظار میں چھپی نہ بیٹھی ہو اگر اس نے اب کے مجھے
دیکھ لیا تو کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گی ہر قدم پر اسے یوں محسوس
ہو رہا تھا جیسے تھوڑے فاصلے پر بلا کی آنکھیں چمک رہی ہوں۔

بہت وقت گزر گیا تھا اب راحیل بری طرح تھک گیا تھا گٹر لائن
پیچ در پیچ نہ جانے کہاں تک چلی گئی تھی آج شاید زندگی ختم ہی ہو گئی تھی
اب کوئی بلا نہیں رہی تھی۔

دفعتاً اسے ایک جگہ کوئی شے نظر آئی نہ جانے کیا چیز
تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اس جگہ پہنچ گیا۔ پھر اس شے کو قریب سے دیکھ
کر اس کی روح فنا ہو گئی یہ انسانی ہڈیوں کا ڈھیر تھا۔

کئی کھوپڑیاں، پنڈلی کی ہڈیاں سوکھے ہوئے بازو یہاں پڑے ہوئے
تھے ان میں جگہ جگہ چپکا ہوا گوشت سڑ گیا تھا اور اس سے ناقابل برداشت
بدبو اٹھ رہی تھی

راحیل کا جی متلانے لگا وہ یہاں سے آگے بڑھ گیا
بدبو اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے
پھیپھڑے پھٹ جائیں گے۔

بڑا مشکل وقت آپڑا تھا اس بے چارے پر وہ دوڑنے لگا۔

ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ دفعتاً اسے ایک زوردار آواز سنائی دی۔ ایک ہولناک آواز اور وہ سہم کر رک گیا۔

آواز پانی کی تھی یوں لگتا تھا جیسے کہیں سے پانی کا کوئی ریلا آیا ہو لیکن پانی کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا تاریکی کی کوئی چیز نہیں آرہی تھی۔

آہستہ آہستہ پانی کی آواز خود بخود بند ہوگئی اور پھر سکوت پھیل گیا۔ اس نے تھوک نگلا اور اپنی جگہ سے پھر آگے بڑھ گیا سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔

پیچ در پیچ راستوں سے گزرتا ہوا وہ بہت دور نکل آیا پھر اس کے کانوں میں ایک عجیب سی سنسناہٹ ابھری یہ آواز مسلسل آ رہی تھی۔

"خداوند صبح ہی ہو جائے کچھ نظر تو آئے لیکن صبح ابھی بہت دور تھی۔ بہت دور۔

رکنا بے سود تھا۔ کہیں نہ کہیں کوئی کھلا ڈھکن نظر آئے تو بات بن جائے حالانکہ اس سے پہلے اسے کتنے کھلے ہوئے مین ہول نظر آئے تھے لیکن اب وہ سب گم ہو گئے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ شہری علاقے سے بہت دور نکل آیا تھا اور اب جہاں وہ تھا وہاں مین ہول کی ضرورت نہیں تھی۔

تھکن سے بدن چور چور تھا۔ پھر ایک موڑ مڑا ہی تھا کہ دفعتاً اسے کوئی آہٹ سنائی دی اور پھر ایک پرمسرت آواز ابھری۔

"مل گیا۔ ابھی تک یہیں گھوم رہا ہے۔"

آہ۔ یہ آواز اس بلا کی تھی۔ وہ بھی اسے تلاش کر کر کے تھک گئی تھی اور یہاں بیٹھی آرام کر رہی تھی۔

راحیل کے دل کی دھڑکن جیسے بند ہو گئی۔ ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رک گئے لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر بھاگا۔

"اب کہاں جائے گا بچو تو مجھ سے زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا۔" بلا کی آواز میں خوشی تھی۔ وہ راحیل کے پیچھے دوڑ رہی تھی راحیل کو یقین تھا کہ اب دنیا کی کوئی قوت اسے نہیں بچا سکتی لیکن یہ اس کا خیال تھا مارنے والے سے بچانے والا بہت طاقتور ہوتا ہے۔

دفعتاً وہی آواز ایک بار پھر ابھری جو اس نے پہلے سنی تھی۔ وہی خوفناک آواز۔ پانی کا شور۔ راحیل نے پلٹ کر دیکھا سیاہ پانی کا خوفناک ریلا اس کے پیچھے لپک رہا تھا بدبو اور گندا پانی جو گٹر لائن کی چھت تک بھرا ہوا تھا۔

آن کی آن میں وہ راحیل کے سر پر پہنچ گیا اور اس نے راحیل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ راحیل کی آنکھیں بند ہو گئیں اس نے دل ہی دل میں کلمہ پڑھ لیا۔ اچھا ہے اس زندگی سے نجات تو ملے۔ اس نے سوچا۔

لیکن پانی کے ہولناک ریلے نے اس سے زیادہ سوچنے کی
مہلت ہی نہیں دی۔ وہ اسے کسی تنکے کی طرح اٹھائے آگے بڑھ
گیا اور راحیل کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی تیز رفتار گھوڑے پر سفر کر
رہا ہو۔

وہ چھوٹے چھلکے بدن کا پستہ قامت آدمی تھا۔ بدن پر ایک
میلی سی پتلون اور جرسی پہنی ہوئی تھی ہوٹل میں داخل ہو کر وہ ایک کرسی
پر بیٹھ گیا ویٹر اس کے پاس آیا۔

"کھانے میں کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آلو گوشت، بھنڈی گوشت، بھنا چانپ، دال بھاجی۔" بیرے
نے رٹی رٹائی باتیں دہرائیں۔

"مکڑی کا شوربہ لے آؤ۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ اور
ویٹر نے گردن جھکا دی۔ پھر اسے اس عجیب و غریب آرڈر کا خیال
آیا اور وہ چونک کر بولا۔

"کیا بولا صاب"

"مکڑی کا شوربہ"

"وہ ادھر نہیں ملتا کسی چینی ہوٹل میں جاؤ۔"

"میں جہاں آجاتا ہوں وہاں سے نہیں جاتا۔"

"لیکن ادھر مکڑی کا شوربہ نہیں ملتا۔"

"ایک مینڈک فرائی سلائس کے ساتھ لے آؤ۔" چھوٹے چھلکے آدمی
نے کہا اور ویٹر بڑی پریشانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مذاق مت کرو صاب، مینڈک ادھر نہیں ملتا۔"

"ارے یہ ہوٹل ہے یا کانجی ہاؤس۔"

"معاف کرو صاب۔ دوسرے لوگ بھی ہیں۔"

"اچھا آج جو کچھ ہے سب لے آؤ۔" آنے والے گاہک نے
برا سا منہ بنا کر کہا۔

"سب لے آؤں۔"

"جاتا ہے یا پہلے میں تجھے ہی کھا جاؤں۔" اس کی غراہٹ سنائی
دی اور ویٹر چلا گیا۔ تھوڑی کے بعد اس نے آٹھ دس پلیٹیں میز پر لگا
دیں دوسرے لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے وہ کھانے
میں مصروف ہو گیا وہ کھاتا رہا اس کی خوراک حیرت انگیز تھی روٹیوں کا
ڈھیر کم ہوتا گیا پلیٹیں صاف ہوتی گئیں اور تھوڑی دیر میں اس کے
پاس کچھ بھی نہ تھا۔

ویٹر کئی بار ادھر سے گزرا تھا اور ہر بار عجیب سی نگاہوں سے

اسے دیکھتا ہوا گزر جاتا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے چائے منگائی اور کئی پیالیاں چائے پینے کے بعد کہا: "بل لاؤ۔"

ویٹر نے سو روپے کا بل لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"یہ کیا ہے۔" گاہک حیرت سے بولا۔

"بل ہے صاحب۔"

"کاہے کا بل۔"

"کھانے کا۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"کمال ہے آج تک جو ہے کا بل سانپ کا بل کیڑے مکوڑوں کا بل تو سنا تھا لیکن یہ کھانے کا بل۔ میرے خیال میں کھانے کا بل تو صرف یہ ہے۔" اس نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بل ادا کرو صاب ہمیں دوسرے کام بھی کرنے ہیں۔" بیرے نے بیزاری سے کہا۔

"دیکھو بیرا۔ ہمیں ایسی چیزیں پسند نہیں ہیں۔ اسے واپس لیجاؤ۔"

"بل نہیں دو گے صاب۔"

"ہم اسے بل ماننے کے لیے ہی تیار نہیں ہیں۔"

"ٹھیک ہے مان لو گے صاب۔ ابھی مان لو گے۔" ویٹر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک مضبوط ہاتھ پاؤں والے آدمی کے ساتھ واپس آیا۔

"یہ ہیں صاب۔" اس نے کہا۔ آنے والا پہلوان نما آدمی تھا۔

اس نے گاہک کو گھورتے ہوئے کہا۔

"بل کیوں نہیں دے رہے۔"

"اس لیے کہ مجھے یہ پسند نہیں۔"

"جنت میں جاؤ گے۔"

"انشاءاللہ۔ انشاءاللہ۔"

"ٹھیک ہے چلو اسے جنت کا راستہ دکھاؤ۔" پہلوان نما آدمی نے کہا اور اس جیسا ایک اور آدمی وہاں پہنچ گیا۔

"اٹھاؤ اسے۔" اس نے کہا اور دونوں میز پر بیٹھے ہوئے آدمی میں ہاتھ ڈال دیئے وہ اسی طرح اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا دونوں نے طاقت لگا کر اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ اسے ہلا بھی نہیں سکے تھے یوں لگتا تھا جیسے وہ پتھر کی وزنی چٹان ہو۔

دونوں نے پھر طاقت لگائی لیکن کیا مجال جو اسے ہلا بھی سکے ہوں دونوں بری طرح ہانپنے لگے تھے۔

پھر دو آدمی اور ان کے پاس پہنچ گئے۔ "کیا بات ہے استاد۔"

"اسے جنت کا راستہ دکھانا ہے۔"

"بل نہیں دیا۔"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے پھینکو باہر۔"

"ہل نہیں رہا ہے۔"

"ہٹ جاؤ۔ ان دونوں کو کہا۔ اور پہلے دونوں آدمی ہٹ گئے بعد میں آنے والوں نے بھی یہی کوشش کی لیکن نتیجہ پہلے سے مختلف نہ ہوا وہ بھی اسے ہلانے میں ناکام رہے تھے۔

"تم بھی آؤ" انہوں نے کہا اور اب چاروں مل کر اس پر زور لگا رہے تھے۔ بہت سے لوگ یہ تماشہ دیکھنے میں لگ گئے تھے اس کی طاقت پر عش عش کر رہے تھے دوسری طرف ان چاروں کا برا حال تھا جب وہ اپنی سی کوشش کر کے تھک گئے تو ایک طرف کھڑے ہو کر ہانپنے لگے۔

"تم مجھے جنت بھیجنا چاہتے ہو یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے میں خود ہی چلا جاتا ہوں۔" اس نے کہا اور کرسی کھسکا کر اٹھ گیا۔ پھر وہ اطمینان سے اٹھ کر کاؤنٹر پر آ گیا اب کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آگے بڑھے وہ سب اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی اسے دیکھ رہا تھا اس نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور پوچھا۔

"کھانے کے کتنے پیسے ہوئے؟"

"جی۔ وہ۔ صاحب۔ ستاسی روپے کچھ پیسے۔"

"یہ لو۔" اس نے سو روپے کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر کلرک کے سامنے ڈال دیا۔ بیرا اور دوسرے سب لوگ دور کھڑے تعجب

سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے کاؤنٹر کلرک بے چارہ پہلے تو پریشان ہوتا رہا۔ پھر اس نے نوٹ لے کر باقی رقم نکالی۔

"بس بس یہ بیرے کو ٹپ دے دو۔"

کاؤنٹر کلرک نے ہمت کر کے کہا، "صاحب ایک بات سنیں گے؟"

"کیا بات ہے؟"

"آپ تو بل نہیں دے رہے تھے اس کی وجہ سے یہ ہنگامہ ہوا اگر بل بھی دینا تھا تو ہنگامے کی کیا ضرورت تھی؟"

"پھر میرے سامنے بل کا نام لیا۔ مجھے بل سے نفرت ہے کوئی نام ہوا یار۔ بل۔ ذہن میں چوہے کے سوراخ کا تصور آتا ہے چوہے سے۔ ہی ہی ہی۔ مجھے چوہوں سے بہت ڈر لگتا ہے نہیں ہے میں نے بل دینے سے منع کیا تھا کھانے کی قیمت دینے سے انکار کب کیا تھا؟"

کاؤنٹر کلرک حیرت سے اس کی صورت دیکھتا رہا وہ مسکراتا ہوا واپس پلٹا اور پھر آہستہ سے کاؤنٹر کلرک کی طرف گردن جھکا کر بولا۔

"ایک راز کی بات بتاؤں تمہیں؟"

"جی صاحب۔" کاؤنٹر کلرک نے آہستہ سے کہا۔

"یار کھانے کے بعد ذرا سی ورزش میرے لیے ضروری ہے سو اس وقت بھی ورزش ہی کر رہا تھا" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا ہوٹل کے بیرے کاؤنٹر کلرک اور تمام لوگ اس عجیب و غریب آدمی کو دیکھتے

رہ گئے تھے طاقتور آدمی باہر نکلا ہی تھا کہ پولیس کی ایک جیپ اس کے نزدیک سے گزری اسے انسپکٹر فولاد خان چلا رہا تھا وہ تھوڑی ہی دور گیا اور پھر جیپ ریورس کر کے واپس اس کے قریب پہنچ گیا۔

"ہوں۔ تو تم یہاں مرے ہوئے اور میں تمہیں ہر جگہ تلاش کرتا پھر رہا ہوں" انسپکٹر فولاد خان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس آدمی نے زمین پر پاؤں مار کر اسے سیلوٹ کیا۔

"فضول باتیں مت کرو جیپ میں آ کر بیٹھو" انسپکٹر فولاد خان نے کہا اور وہ جیپ میں آ بیٹھا پھر اس نے بڑی رازداری سے پوچھا۔

"کوئی گڑبڑ ہے جناب۔؟"

"ہاں مسٹر گڑبڑ سو فیصدی گڑبڑ ہے میں تمہیں بڑی دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔"

"گڑبڑ حاضر ہے۔" اس نے کہا اور خاموشی سے سامنے نگاہیں جما دیں۔ انسپکٹر فولاد خان اسے لیے ہوئے پولیس ہیڈ آفس پہنچ گیا تھا جہاں اس کا اپنا کمرہ موجود تھا وہ اس عجیب و غریب آدمی کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

"سارجنٹ فقیر محمد عرف گڑبڑ تمہیں میری ماتحتی میں دے دیا گیا ہے اور اب ہم دونوں مل کر ایک خطرناک کیس پر کام کرنا ہے۔"

گڑبڑ حاضر ہے ویسے کوئی بڑی گڑبڑ ہے کیا طاقتور آدمی

نے مسخرے پن سے پوچھا۔

"بہت بڑی گڑبڑ ہے یہ بتاؤ کیا پیو گے؟"

"اس وقت تو کچھ نہیں چائے کی آٹھ پیالیاں پی کر آ رہا ہوں۔" گڑبڑ نے بڑے سکون سے جواب دیا اور انسپکٹر فولاد خان کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے تو یہ ڈر ہے کہ کسی دن کھاتے کھاتے تمہارا پیٹ نہ پھٹ جائے۔"

"ارے رہنے دو رہنے دو میں فولاد خان نہیں ہوں بلکہ گوشت خان ہوں سمجھے اور گوشت میں بڑی لچک ہوتی ہے پھٹتا فولاد ہے گوشت نہیں۔"

"بیٹے کبھی میرے ہتھے چڑھے تو بتا دوں گا کہ پھٹتا فولاد ہے یا گوشت۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"میں تمہارے ہتھے ہی کیوں چڑھوں گا پاگل ہوا ہوں کیا۔"

"اچھا اب سنجیدہ ہو جاؤ میں تمہیں شہر کی اس گڑبڑ کے بارے میں بتا رہا تھا مجھے تعجب ہے کہ تم اب تک خاموش کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟"

"کہاں خاموش بیٹھا ہوں بول تو رہا ہوں۔"

"میرے سامنے ہی بول رہے ہو ابھی تک کوئی تیر تو نہیں مارا تم نے؟"

"نہیں۔ نہیں گولیاں چلائیں ہیں آج کل تیروں کا دور نہیں ہے!"

"اس انوکھی بلا کے بارے میں سنا ہے تم نے جو آج کل شہر میں گڑبڑ کرتی پھر رہی ہے۔"

"ہاں۔ کچھ سنا تو ہے لیکن سمجھ میں نہیں آیا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو بیٹے صورتحال بہت خراب ہو گئی ہے اتنی ساری انسانی زندگیاں موت کا شکار ہو گئی ہیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں ہم پولیس والے انہی لوگوں کے تحفظ کے لیے تو حلف اٹھاتے ہیں اور اگر ہماری پبلک ہی پریشانی کا شکار رہے اور کسی بھیانک درندے کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترتی رہے تو پھر ہماری یہ ملازمت بے کار ہے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے تقریر مت کرو یہ بتاؤ گڑبڑ کیا ہے؟"

"اب تک جو بکواس کی ہے اس سے تمہیں گڑبڑ کا احساس نہیں ہو سکا؟"

"ہو رہا ہے ہو رہا ہے مگر گڑبڑ کو کیا کرنا ہے؟"

"انوکھی بلا کی تلاش۔"

"کہاں ملے گی وہ؟" سارجنٹ گڑبڑ نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکاتے ہوئے کہا۔

"ممکن ہے میز کے نیچے ہو جھانک کر دیکھ لو۔" فولاد خان طنزیہ انداز میں بولا اور گڑبڑ نے اچھل کر دونوں پاؤں کرسی پر رکھ دیئے

"ایکٹنگ مت کرو یار میں کہہ رہا ہوں کام کی بات کرو۔"

"اچھا اچھا چلو ٹھیک ہے تو ہمیں اس خوفناک بلا کے سلسلے میں کام کرنا ہے۔"

"ہاں میرے پاس اس کی تصاویر موجود ہیں اور میں اس کا پیچھا بھی کر چکا ہوں اس کی خصوصیات تم نوٹ کر لو کار سے زیادہ تیز رفتاری سے بھاگتی ہے انسانی خون پیتی ہے عام طور سے گندی اور غلیظ جگہوں میں رہتی ہے لوگ اسے بھوت پریت سمجھتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا اور اب تمہیں اسے تلاش کرنا ہے یہ ہمارا فرض ہے اس کے علاوہ شہر کے حالات جس قدر خراب ہیں تمہیں اس پر بھی توجہ دینا ہوگی۔"

"کمال ہے کس کس پر توجہ دینی ہوگی مجھے ذرا اس کی فہرست بتا دو۔"

"سارجنٹ تفریح مت کرو پلیز سنجیدہ ہو جاؤ۔"

"اچھا یار چلو سنجیدہ ہو گیا اب ظاہر ہے مجھے تمہارے ماتحت اس لیے رکھ دیا گیا ہے کہ تمہارے سامنے سنجیدہ ہونا ہی پڑے گا بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

"میں نے کہا نا اس کی تلاش۔ میں تمہیں ان جگہوں کے بارے میں نشاندہی کر دوں گا جہاں اس کی موجودگی کے امکانات ہو سکتے ہیں جس طرح بھی ممکن ہو اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا ہے میں خود بھی

تمہارے ساتھ ہوں گا ہم وائرلیس پر ایک دوسرے سے رابطہ
قائم رکھیں گے۔"
"اوکے چیف۔ میں نے ہدایات نوٹ کر لیں۔"
"تمہیں اس نئی صورتحال کا پتہ ہے ایک سفارت خانے پر
اس کے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا گیا بڑے ہی بھیانک انداز میں۔"
"سفارت خانے پر حملہ کر کے۔"
"اخبار نہیں پڑھا تم نے۔"
"وہ۔ بس اخبار کم ہی پڑھتا ہوں۔"
"حالانکہ تمہارے لیے تو یہ بہت ضروری ہے۔"
"ارے چھوڑو یار جو کام اپنے سپرد کیا جاتا ہے اسے تو
انجام دیتے ہی ہیں خواہ مخواہ اخبار میں وقت ضائع کرنے سے کیا
فائدہ؟"
"عجیب آدمی ہو یار کل بڑا خطرناک واقعہ ہوا ہے حکومت
بڑی پریشانیوں کا شکار ہو گئی ہے ایک غیر ملک کا معاملہ ہے وہ
لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جلد از جلد تفتیش کر کے پتہ لگایا جائے کہ یہ
کس کی حرکت ہے۔
"کمال ہے تم خوفناک بلا کے کیس کے سلسلے میں کام کر رہے
ہو یا سفارت خانے کے۔
"نہیں میرے سپرد تو یہ کیس نہیں کیا گیا لیکن میں نے کہا نا

یہ بھی ہمارا فرض ہے۔"
"سارے فرائض ہمارے ہیں تو پھر دوسرے لوگ کس کام
آئیں گے۔"
"تم صرف اپنا کام کرو باقی لوگوں کو ان کا کام کرنے دو کسی کا
انتظار کرنا غلط بات ہے۔"
"اچھا اچھا چیف چلو آپ کی ہدایت ہے تو یہ بھی مان لیتے
ہیں تلاش کریں گے اس بلا کو۔" فقیر محمد نے جواب دیا اور فولاد خان
مسکرانے لگا۔
"مجھے یقین ہے کہ تم اس سلسلے میں بہت جلد مجھے کوئی بہتر
رپورٹ دو گے اب جاؤ لباس تبدیل کرو اور آدمی کے چولے میں
آجاؤ۔"
"دیکھو دیکھو۔ انسپکٹر فولاد خان ماتحت ضرور ہوں تمہارا لیکن
کبھی بات نہ کریو ورنہ گردن توڑ ڈالے گا۔"
"ٹھیک ہے بھائی جا جا دماغ نہ کھا۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا
اور گوڈو کرسی سے اٹھ کر پھر اٹینشن ہو گیا اور پھر نپے تلے قدموں سے
باہر نکل گیا۔

راحیل ضرورت سے زیادہ بہادر لڑکا تھا پھر حالات نے اسے اتنا نڈر اور دلیر بنا دیا تھا کہ وہ کسی چیز سے خوف میں کھاتا تھا ورنہ موجودہ صورتحال میں تو کسی اور شخص کا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا گندے اور بدبودار پانی کا ریلا اسے تنکے کی طرح بہائے لیے جا رہا تھا۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ راحیل کو کہیں سانس لینے کا موقع بھی نہ مل سکا دفعتاً اس نے یوں محسوس کیا جیسے وہ کافی بلندی سے نیچے گر رہا ہو۔

اب بدبو ختم ہو گئی تھی، لیکن راحیل کو اپنے چاروں طرف پانی ہی پانی محسوس ہو رہا تھا وہاں گٹر کا یہ پانی سمندر میں ہی جا کر ملتا تھا اور راحیل اس کے وزن سے نیچے بیٹھا جا رہا تھا۔

تیرنے کی اسے کوئی مشق نہیں تھی، بس یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ بس قدرت ہی اسے بچا رہی تھی وہ گرتے ہوئے پانی کے ریلے کی زد میں تھا اس لیے سمندر کی گہرائیوں میں اتر گیا تھا لیکن چند لمحات کے بعد جب اوپر سے پانی گرنا ختم ہو گیا تو اسے محسوس ہوا کہ اب کچھ سکون ہوا ہے، اس نے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا، یہاں پانی گدلا تھا لیکن چند ہی قدم جانے کے بعد وہ صاف و شفاف ہو گیا۔ اتنا صاف و شفاف کے اس میں دیکھا بھی جا سکتا تھا۔

راحیل کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے اس نے اتنا تو کیا تھا کہ سانس روک لیا تھا، حالانکہ وہ بدحواس ہو گیا تھا، لیکن بس تقدیر اس کا ساتھ دے رہی تھی اور وہ سانس روکے ہوئے تھا ہاتھ پاؤں مارنے کا اندازہ کچھ ایسا ہو گیا کہ وہ خواہ مخواہ تیرنے لگا یہ قدرت کی امداد تھی ورنہ اسے حقیقت میں تیرنا نہیں آتا تھا اور پھر سمندر میں تیرنا کوئی معمولی نہیں ہوتی۔

تھوڑی سی کوشش سے وہ اوپر بلند ہو گیا یہ جگہ ویران اور سنسان تھی دور دور تک کسی روشنی کا پتہ نہیں چلتا تھا، سمندر کا ایک ایسا ساحل تھا، جہاں کوئی چیز نہیں تھی۔ ہاں جب وہ سطح پر آیا تو اس نے بہت دور۔ اتنی دور جہاں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا چند روشنیاں ٹمٹماتی ہوئی دیکھیں اور اسے اندازہ ہو

گیا کہ یہ سمندری جہاز ہیں جو سمندر میں لنگر انداز ہیں۔

ویسے وہ ان سے اتنا دور تھا کہ زندگی کا کوئی امکان باقی نہ تھا چاروں طرف تاریک سمندر پھیلا ہوا تھا راحیل کا دل ہول رہا تھا آہ۔ آہ۔ اب زندگی بچنا مشکل ہے، کوئی ترکیب کارگر نہیں ہو سکتی میں بھلا اس لمبے چوڑے سمندر میں تیر کر کہاں جا سکتا ہوں مجھے تو صحیح معنوں میں تیرنا بھی نہیں آتا لیکن جب اس نے اپنے آپ پر غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ پاؤں خود بخود پانی میں تیرنے کے لیے حرکت کر رہے ہیں اور اس کی رفتار بہت تیز ہے وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہے۔

اس نے اپنے ہاتھ پاؤں کی اس جنبش پر غور کیا تو اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ تیرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے، چنانچہ اس نے اس انداز کو ذہن نشین کر لیا اور اسی انداز میں آگے بڑھنے لگا، اب تو اسے بڑا مزہ آنے لگا اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی سمندری مچھلی ہو، اور سمندر کے گہرے پانی میں بڑے آرام سے تیر سکتی ہو۔ ویسے بھی ہوائیں بند تھیں اور سمندر پرسکون تھا اگر بگولے اٹھ رہے ہوتے یا بڑی بڑی موجیں ہوتیں تو شاید راحیل کے لیے تیرنے کی بجائے ڈوبنا زیادہ آسان ہوتا لیکن پرسکون سمندر میں وہ آہستہ آہستہ تیرتا چلا جا رہا تھا۔ دفعتاً اسے ایک احساس ہوا۔

پانی میں چھپا چھپ کی آواز سنائی دے رہی تھی، راحیل نے دہشت زدہ نگاہوں سے پیچھے دیکھا اور اس کے حواس گم ہو گئے۔

"آہ یہ تو وہی بلا تھی، وہ کم بخت اب بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی راحیل تیزی سے ہاتھ پاؤں مارنے لگا سمندر میں بھی اس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا وہ اپنی خونخوار نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی دفعتاً راحیل کو احساس ہوا کہ بلا کی نگاہ اس پر نہیں پڑی ہے، چنانچہ اس نے دوبارہ سانس بند کر کے غوطہ لگا دیا جبکہ بلا کا سر سمندر کی سطح سے اوپر تھا اور وہ اس انداز میں ادھر ادھر دیکھتی ہوئی نظر آ رہی تھی جیسے وہ کسی کو تلاش کر رہی ہو۔

یقیناً وہ اب بھی راحیل کا پیچھا کر رہی تھی۔ خدا کی پناہ اس کم بخت سے تو پیچھا چھوٹنا ہی مشکل ہو گیا کہاں سے یہ میرے پیچھے لگا ہوا ہے یقیناً یہ بھی گٹر کے پانی میں بہتا ہوا سمندر میں آ گیا ہو گا اور پھر یہاں بھی اس نے مجھے نہ پا کر میری تلاش شروع کر دی ہو گی مگر اب کیا کروں۔

راحیل پانی کے نیچے نیچے کافی دور تک نکل گیا پھر بہت دور پہنچنے کے بعد اس نے سطح پر گردن اٹھائی تو اس نے دیکھا کہ بلا کا رخ دوسری طرف ہے وہ اس طرف متوجہ نہیں تھی، اور ایک جانب تیر رہی تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی راحیل کو ایک اور احساس بھی ہوا، سمندر کی سطح پر صرف بلا نہیں تھی بلکہ ایک اور چیز بھی آہستہ آہستہ اوپر بلند ہو رہی تھی ایک لمبی سی عجیب سی چیز۔ وہ بلند ہوئی تو اس کے اوپری سرے پر ایک روشنی نظر آئی یقیناً یہ روشنی بجلی کی تھی۔

یہ کیا ہے۔ راحیل نے حیرت سے سوچا بلا کا رخ چونکہ اس کی طرف نہیں تھا اس لیے راحیل کو سطح سمندر پر چہرہ نکالنے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آ رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو پانی پر روکا اور یہ دلچسپ تماشہ دیکھنے لگا بلا اب اس عجیب و غریب لمبی چیز کی جانب جا رہی تھی جو اچانک سطح سمندر پر نمودار ہوئی تھی اور پھر جب تھوڑی دیر کے بعد وہ کچھ اور بلند ہوئی تو راحیل کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کیا چیز ہے۔

دراصل یہ ایک آبدوز تھی۔ راحیل نے آبدوز کی تصویریں دیکھی تھیں کئی فلموں میں بھی اس نے آبدوز کے کارنامے دیکھے تھے۔ چنانچہ وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ آبدوز ہے گویا یہ بلا کسی آبدوز میں جا رہی ہے اب آبدوز والوں کی خیر نہیں۔ اس نے سوچا اور تماشہ دیکھتا رہا۔

آبدوز کے اوپری حصہ پر اسے دو آدمی نظر آئے جو ٹارچ کی روشنی اس طرف پھینک رہے تھے بلا اس کی جانب بڑھ بڑھ رہی تھی پھر انہوں نے آبدوز سے ایک سیڑھی نیچے لٹکا

دی اور بلا اس سیڑھی پر چڑھنے لگی۔ تب راحیل نے سوچا کہ معاملہ کچھ اور ہے، اس بلا کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس آبدوز سے ضرور ہے۔

کمال کی بات ہے: بلا آبدوز پر۔ آخر آبدوز میں بھی آدمی ہوتے ہوں گے کیا بلا ان کو نہ کھا جاتی ہو گی۔ راحیل نے سوچا۔ لیکن یہ ساری باتیں اس کے ننھے سے ذہن میں نہیں آ رہی تھیں۔

بلا آبدوز پر پہنچ گئی اور پھر وہ وہاں کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔

راحیل سمجھ گیا تھا کہ وہ اسے تلاش کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے غڑاپ سے پھر پانی میں غوطہ لگا دیا۔ وہ پھر دیر تک اس نے سطح پر سر نہیں ابھارا۔ لیکن جب اس نے سر بلند کیا تو اس نے دیکھا کہ آبدوز کا نام و نشان نہیں ہے۔

وہ حیران لگا ہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگا، پھر اسے اندازہ ہوا کہ آبدوز تو پانی میں بیٹھ بھی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ یقیناً اس بلا کو لینے کے بعد پانی کی گہرائیوں میں چلی گئی ہو گی لیکن گہرائیوں میں جانا راحیل کے بس کی بات نہیں تھی۔ لیکن اپنی آنکھوں سے اس نے جو منظر دیکھا تھا اس نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا اس کا مقصد ہے کہ یہ سب انسانوں کا کارنامہ ہے بلا ولا کچھ نہیں ہے یقیناً یہ کوئی ایسی چیز ہے جو انسانوں کو ہڑپ کر جاتی ہے لیکن یہ کون کم بخت لوگ ہیں جو اس طرح انسانی زندگیوں کا خاتمہ کر رہے ہیں ایک لمحے

کے لیے اس نے سوچا۔ پھر دفعتاً اس کو اپنے آپ کا خیال آیا۔ اوہ۔ وہ تو کسی کو بتا بھی نہیں سکے گا کہ بلا کہاں جاتی ہے سمندر میں نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

کیا کروں اب کہاں جاؤں، کیا ان روشنیوں کی طرف تیرنا شروع کر دوں۔ ہاں یہی غنیمت ہے، اگر زندگی ہوتی تو بچ جاؤں گا ورنہ اللہ کی مرضی۔

اس نے سوچا اور روشنیوں کی جانب تیرنا شروع کر دیا قدرتی طور پر اسے تیرنا آگیا تھا لیکن یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی اللہ تعالیٰ جو کچھ جسے دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اسے بھلا کیا دقت ہو سکتی ہے۔

اب سمندری مچھلیوں کو دیکھو، انہیں تیرنا کون سکھاتا ہے بطخوں کو دیکھو انہیں تیرنا کون سکھاتا ہے، بس قدرت نے ان کا انتظام کچھ ایسا کیا ہے کہ وہ خود بخود پانی میں تیرنے لگتی ہیں اور پانی میں سانس بھی لے سکتی ہیں۔

اگر ان حالات میں راحیل کو خود بخود تیرنا آگیا تو کونسی بڑی بات تھی وہ تیرتا رہا بس اس کے دل میں ایک ہی لگن تھی کہ کسی طرح ان روشنیوں تک پہنچ جائے یا اسے کوئی کنارہ نظر آ جائے لیکن تھوڑی دور پہنچنے کے بعد جب اس نے سطح سمندر سے سر ابھارا تو اسے ایک دھندلی سی شے نظر آئی۔ تاریکی اور دھند

میں لپٹی ہوئی یہ شے متحرک تھی۔

راحیل ایک لمحے کے لیے سہم گیا کیا بلا پھر اس کے پیچھے آگئی کیا وہ آبدوز سے دوبارہ نکل آئی ہے اس نے سہمی ہوئی نگاہوں سے اس طرف دیکھا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ بلا نہیں تھی بلکہ کوئی اور چیز تھی۔

کافی دیر تک وہ اس پر غور کرتا رہا اور پھر دفعتاً اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

یہ بلا نہیں بلکہ کوئی انسان تھا جو ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔

یہ کون ہے اور یہاں کیا کر رہا ہے اس نے سوچا لیکن یہ بلا نہیں تھی راحیل نے کی طرف بڑھنے لگا اس کے ساتھ ہی وہ پانی کی سطح سے سر بلند کر کے چیخا۔

"بچاؤ۔ بچاؤ۔ خدا کے لیے بچاؤ!"

چھوٹی سی کشتی میں بیٹھا ہوا آدمی چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا پھر اسے راحیل کا سر نظر آیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں نظر آئے۔ جو سمندر کی سطح پر گردش کر رہے تھے۔

دوسرے لمحے اس نے کوئی چیز پانی سے کھینچ لی اور اسے لپیٹ کر کشتی میں رکھتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ چند ہی لمحات کے بعد وہ راحیل کے قریب تھا۔

راحیل مسلسل چیخ رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ راحیل کی جانب
بڑھایا اور دوسرے لمحے راحیل کو پانی سے کھینچ کر کشتی میں بٹھا لیا۔
وہ حیران نگاہوں سے راحیل کو دیکھ رہا تھا پھر اس کے حلق
سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔
"اڑے کون ہے تم۔۔؟ اور کیا کرتا پڑا رے، مرنے کو
آیا کیا۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
راحیل لیٹ گیا تھا اور اب وہ کشتی میں پڑا گہری گہری سانسیں
لے رہا تھا۔ دور سے یہ کشتی جتنی چھوٹی نظر آ رہی تھی قریب سے
معلوم ہوا کہ یہ اتنی چھوٹی نہیں ہے اس میں اتنی گنجائش تھی کہ دو تین
آدمی بیٹھ سکیں ایک طرف جال لپٹا ہوا رکھا تھا جو پانی سے بھیگا
ہوا تھا۔ غالباً یہ کوئی مچھیرا تھا جو مچھلیاں پکڑ رہا تھا راحیل اپنی سانسیں
درست کرنے کی کوشش کرنے لگا اب اسے محسوس ہو رہا تھا
جیسے اس نے بہت لمبا سفر طے کیا ہو۔
اس کے پھیپھڑے دکھ رہے تھے، گندے پانی سے جو
غلاظت اس کے چہرے اور کپڑوں پر لگی تھی۔ وہ تو خود بخود دھل
گئی تھی اب وہ شفاف شفاف تھا۔ یہاں تک کے اس کے لباس
سے بھی غلاظت کا ایک ایک ذرہ نکل گیا تھا۔
"اڑے بولتا نہیں اے تم۔۔۔"
"جناب میرا نام راحیل ہے۔"

"اڑے مرے گا، میرے کو کیا۔ میں تو تم سے یہ پوچھتا پڑا
کہ تم کون ہے اور کیا کرتا پڑا۔"
"میں کچھ نہیں کرتا پڑا جناب، بس میں سمندر میں گر گیا تھا۔"
"اڑے کمال ہے، چھت سے گرا تھا یا آسمان سے اڑے
واہ رے واہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا یہ تو سنا تھا، پر آسمان سے
گرا پانی میں ڈوب گیا، یہ کبھی نہیں سنا تھا۔" کشتی والے نے ہنستے ہوئے
کہا اور پھر راحیل کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے بولا۔
"اڑے اللہ کا احسان ہے میں نے تیرے کو بچا لیا۔ ابھی ادھر
سے مچھلیاں پکڑیں گا، پھر گھر چلیں گا پھر تجھ سے پوچھیں گا کہ تو کون ہے
مچھیرے نے کہا اور اپنا جال دوبارہ کھولنے لگا۔

سارجنٹ گوبڑ موٹر سائیکل پر گشت کر رہا تھا ہارس پاور کی یہ خصوصی موٹر سائیکل تقریباً ڈھائی سو میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑتی تھی اور پھر جب سارجنٹ گوبڑ اس پر بیٹھا ہو تو وہ موٹر سائیکل کے بجائے ہیلی کاپٹر بن جایا کرتی تھی کئی بار پولیس کی طرف سے وارننگ مل چکی تھی کہ سارجنٹ گوبڑ موٹر سائیکل کو اتنی رفتار سے نہ چلایا کریں لیکن بس اس میں یہی گڑبڑ تھی کہ وہ کسی کی بات سنتا نہیں تھا حالانکہ سنتا تھا خلوص سے سنتا تھا مانتا بھی تھا لیکن اس کے بعد بھول جایا کرتا تھا پتہ نہیں اس وقت کیا بات ذہن میں سمائی ہوئی تھی کہ اس کی موٹر سائیکل بہت روانی سے سفر کر رہی تھی یہ بالکل بے آواز موٹر سائیکل تھی۔

خوبصورت سفید رنگ کی موٹر سائیکل میں بہت سے جدید سسٹم تھے سارجنٹ کی جیبوں میں گاجریں بھری ہوئی تھیں وہ ایک ہاتھ سے موٹر سائیکل سنبھالے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے جیب سے گاجریں نکال کر کھاتا چلا جا رہا تھا دراصل اس نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ انسپکٹر فولاد خان نے اسے رات کو گشت کے لیے حکم دیا تھا اور سارجنٹ گوبڑ ایسی گلیوں اور کوچوں میں سفر کر رہا تھا جہاں اس بلا کے مل جانے کے امکانات ہو سکتے تھے دونوں نے کافی دیر تک اس بلا کے بارے میں باتیں کی تھیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ بلا ایسی جگہوں سے برآمد ہوتی ہے جہاں ندی یا پھر کھلے ہوئے مین ہول ہوں خیال یہ تھا کہ بلا دن کی روشنی میں مین ہولوں وغیرہ میں جا کر چھپ جاتی ہے اور رات کو اپنا شکار کرتے نکلتی ہے سارجنٹ کے دل میں ذرا بھی خوف و دہشت نہیں تھی وہ عجیب بے جگر آدمی تھا قدرت نے اسے کسی گینڈے کا سا بدن بخشا تھا انتہائی طاقتور اور خوفناک بہت سے معاملات میں کام کر چکا تھا دراصل بہت زیادہ عقلمند نہیں تھا لیکن جس چکر میں اسے لگا دو اور اگر مجرم اس کے ہاتھ لگ جائے تو پھر مجرم کی خیر نہیں ہوتی تھی اس وقت بھی اس کی عقابی نگاہیں چاروں طرف کا جائزہ لے رہی تھیں فولاد خان نے اسے دن میں سونے کی اجازت دے دی تھی اور وہ دوپہر ایک بجے کا کھانا کھانے کے بعد سے رات کو دس بجے تک سوتا

رہا تھا پھر انسپکٹر فولاد خان نے ہی اسے جگایا تو وہ جاگا جاگنے کے بعد غسل وغیرہ کیا اور فولاد خان کی ہدایت پر گشت کرنے نکل آیا۔

اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے وہ ایک مقامی بستی سے گزر رہا تھا اور موٹر سائیکل کی رفتار اسی انداز میں مست تھی ہاتھ میں ایک موٹی سی گاجر دبی ہوئی تھی جسے وہ اپنے بھاڑ جیسے منہ میں ٹھونستا اور ایک ٹکڑا اس کے منہ میں غائب ہو جاتا اس کا منہ کسی بکرے ہی کی طرح زہا تھا کہ دفعتاً اس کے کانوں میں ایک تیز چیخ سنائی دی اس نے چونک کر اپنے بائیں سمت دیکھا تو ایک عجیب وغریب منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔

وہ انسان ہی تھا یقیناً انسان ہی تھا دونوں پیروں سے بھاگ رہا تھا لیکن اس کے ہاتھوں میں ایک اور انسان دبا ہوا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اس انسان کا منہ دبوچ رکھا ہو سارجنٹ گوڈ بڑ چونک پڑا اس نے منہ میں بھری ہوئی گاجر کی بوچھاڑ زمین پر ماردی تھو تھو کر کے زمین پر گاجر کے بہت سارے ٹکڑے اس نے زمین پر پھینکے اور پھر موٹر سائیکل کا رخ اس طرف کر دیا۔

اس نے موٹر سائیکل کا سائرن آن کر دیا تھا دفعتاً بستی والے جاگ اٹھے اس آدمی کے منہ پر سے شاید بلا کا ہاتھ ہٹ گیا تھا اس لیے اس نے پھر چیخنا شروع کر دیا بلا برق رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔

لے بے تیری ایسی کی تیسی آج سارجنٹ گوڈ بڑ کے ہتھے چڑھا ہے دیکھتا ہوں بیٹا نکل کر کہاں جاتے ہو؟ سارجنٹ گوڈ بڑ نے کہا اور موٹر سائیکل کا رخ اس طرف کر دیا تیز روشنی جب بلا کے اوپر پڑی تو ایک لمحے کے لیے چونکی اس نے اپنی خونخوار اور وحشی آنکھوں سے اس موٹر سائیکل کی طرف دیکھا اور پھر سائرن کی آواز سنی دوسرے لمحے اس نے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آدمی کو زمین پر پھینک دیا اور ایک طرف دوڑنا شروع کر دیا۔

بیٹا آج میری تیری دوڑ ہو جائے دیکھوں میری موٹر سائیکل جیتی ہے یا تم۔ سارجنٹ گوڈ بڑ نے کہا اور موٹر سائیکل اس بلا کے پیچھے لگا دی۔ موٹر سائیکل کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی بلا گلیوں میں گھس رہی تھی کچی پکی گلیوں میں کسی انسان کو دوڑنے میں تو دقت نہیں ہوتی لیکن گاڑی وغیرہ اس انداز سے نہیں دوڑ سکتی تھی لیکن گاڑی پر جب سارجنٹ گوڈ بڑ ہو تو پھر گوڈ بڑ تو لازمی جیت رہی تھی چنانچہ بلا کو بھی دانتوں پسینے آگئے دوسری بلا اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔

وہ کسی بھی گلی میں گھستی موٹر سائیکل کو اپنے پیچھے ہی پاتی حالانکہ بڑے گڑھے اور ابھرے ہوئے گٹر وغیرہ ان گلیوں میں تھے لیکن موٹر سائیکل کے پہیے زمین چھو ہی کہاں رہے تھے وہ تو بس کسی ہموار جگہ پر زمین پر لگتے اور بس پھر وہاں سے ہوا میں اٹھ جاتے۔

سارجنٹ گوڈ بڑ بہترین موٹر سائیکلنگ کا مظاہرہ کر رہا تھا بالآخر

گلیاں ختم ہو گئیں اور اب بلا کو ایک کھلی سڑک پر آنا پڑا اور کھلی سڑک پر موٹر سائیکل اس کے قریب سے قریب تر آتی چلی گئی بلا بھی اس رفتار سے دوڑ رہی تھی کہ انسانی ذہن اس پر یقین نہیں کر سکتا تھا موٹر سائیکل کی اسپیڈ ساٹھ پینسٹھ ستر اور پھر اسی تک پہنچ گئی لیکن بلا کا فاصلہ کم نہ ہوا تو سارجنٹ گڑبڑ کی آنکھوں میں غصے کے آثار نظر آنے لگے پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا بیٹے تم دوڑتے رہو پہلے میں تمہیں تھکا لوں اس کے بعد تمہارا کریا کرم کروں گا چنانچہ اس نے موٹر سائیکل کی رفتار اتنی ہی رہنے دی بلا پوری قوت سے دوڑ رہی تھی یہ گرانڈ روڈ تھی جو دور تک سیدھی ہی چلی گئی تھی اور پھر شہر سے باہر نکل جاتی تھی یہ دلچسپ بات تھی کہ بلا اس سڑک پر دوڑ رہی تھی یہاں سے اسے کسی گلی وغیرہ میں گھسنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا چنانچہ موٹر سائیکل بدستور اس کے پیچھے لگی رہی۔

بلا نے کئی دفعہ راستے کاٹے ایک دفعہ وہ تیز رفتاری سے ایک سائڈ ہو کر واپس پلٹ پڑی تھی لیکن سارجنٹ گڑبڑ کی موٹر سائیکل نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا وہ اتنی اسپیڈ سے دوڑتی ہوئی موٹر سائیکل کو اتنی ہی پھرتی سے موڑ لیتا کہ حیرت ہوتی تھی اس میں اسے کمال حاصل تھا بلا کو واقعی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑ گیا تھا پھر ایک کچے راستے پر اترنے کے بعد بلا ایک طویل و عریض میدان میں دوڑنے لگی اور سارجنٹ گڑبڑ نے گہری سانس لے کر کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا یہیں ہمارا تمہارا معرکہ ہونا چاہیئے اس کے بعد اس نے موٹر سائیکل کچے میں اتار کر اس بلا کے پیچھے لگا دی اور اب بلا کا فاصلہ اس سے کم ہونے لگا وہ موٹر سائیکل کو سو کی اسپیڈ پر لا کر بلا کے سامنے سے آیا اور بلا کو رخ بدلنا پڑ گیا لیکن وہ تھوڑی دور چلی تھی کہ موٹر سائیکل اس کے سامنے آ گئی چنانچہ بلا نے تیسری طرف کا رخ کیا اور چند ہی لمحات کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ اب موٹر سائیکل کے چکر سے نکلنا آسان کام نہیں ہے چنانچہ وہ ایک جگہ کھڑی ہو گئی سارجنٹ گڑبڑ اس کے نزدیک پہنچا اور پھر تقریباً ۲۰ گز کے فاصلے سے اس نے موٹر سائیکل کو ایک دائرے میں چکرانا شروع کر دیا بلا اس کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھی اور اس کی رفتار بھی بہت تیز تھی وہ بوکھلا گئی تھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ سارجنٹ گڑبڑ کیا چاہتا ہے لیکن اس طرح گھومنے سے شاید وہ چکرا بھی گئی تھی اور چند لمحات کے بعد وہ رک گئی۔

لیکن سارجنٹ گڑبڑ اسی طرح موٹر سائیکل ایک دائرے میں گھما رہا تھا پھر جب اس نے دیکھا کہ بلا کی حالت بہت ہی پتلی ہو گئی ہے تو اس نے اس سے تھوڑے فاصلے پر موٹر سائیکل روک دی اور اس سے نیچے اتر آیا۔

ہاں تو دوست اب تم اپنے آپ کو خاموشی سے میرے

حوالے کر دو ورنہ اس کے بعد تمہارا جو حشر ہو گا وہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہو گا۔ سارجنٹ گرڈ بڑ نے کہا وہ نڈر اور بے خوف انسان تھا اسے ذرا بھی پروا نہیں تھی کہ یہ لمبے لمبے سوکھے سوکھے ہاتھ پاؤں والا گنجے سر کا خونخوار آدمی انسان ہے یا بھوت وہ تو بس اسے پکڑنے کے چکر میں تھا ہتھکڑیوں کا جوڑا اس کے پاس موجود تھا آہستہ آہستہ وہ بلا کے بالکل قریب آ گیا تب اس نے غور سے اس بلا کا چہرہ دیکھا۔

بلاشبہ ایک انتہائی بھیانک چہرہ تھا نکیلے لمبے لمبے دانت آپس میں جڑے ہوئے تھے چھوٹا سا دہانہ دہشت خیز آنکھیں گھٹا ہوا سر لمبے لمبے ہاتھ پاؤں کمر کا پچھلا حصہ گردن سے اسی طرح جا ملا تھا کہ حیرت ہوتی تھی ویسے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ بلا ہے تو درمیانی جسامت کی لیکن اس کا بدن فولاد سے بنا ہوا ہے۔

”تو بیٹے تمہارا مقابلہ بھی فولاد ہی سے ہو گا۔“ سارجنٹ گرڈ بڑ نے کہا اور بلا کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

بڑھا دو اپنے ہاتھ ورنہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے سارجنٹ گرڈ بڑ نے دونوں ہاتھ آگے کرتے ہوئے کہا اس وقت بلا نے ایک جھکائی دے کر اس کے پیٹ میں ٹکر مارنے کی کوشش کی لیکن سارجنٹ گرڈ بڑ ایک طرف ہو گیا اس کا خوفناک گھونسہ بلا کی گردن پر پڑا اور بلا زمین پر گرتے گرتے بچی اس نے دونوں

ہاتھ زمین پر ٹکائے اور گدھے کی طرف فضا میں دولتی چلائی اس نے اپنی ٹانگوں کو گھما کر سارجنٹ گرڈ بڑ کی ٹانگوں میں پھنسانے کی کوشش کی تھی لیکن سارجنٹ گرڈ بڑ اچھل گیا اس کا زوردار گھونسہ فن سے بلا کی کھوپڑی پر پڑا لیکن مزا ہی آ گیا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے واقعی اس نے کسی فولاد کے بنے سر پر گھونسہ مارا ہو وہ اپنے ہاتھ کو سہلا کر رہ گیا۔

”اوہ ہوں تو بیٹے یہ سلسلہ ہے اچھا تو پھر یہ ڈنڈا کس دن کام آئے گا“ اس نے اپنی کمر سے لٹکا ہوا ایک مخصوص قسم کا ڈنڈا اتار لیا ”اب میں تمہیں گھونسے سے نہیں ڈنڈے سے ماروں گا کیونکہ مجھے اپنی ہڈیوں کی خاصی فکر ہے۔“ سارجنٹ گرڈ بڑ نے کہا اور ڈنڈا اس کے ہاتھوں میں گردش کرنے لگا بلا اس پر حملہ آور ہوئی تو سارجنٹ گرڈ بڑ نے اسے جھکائی دے کر وار خالی دیا اور پھر ایک زوردار ڈنڈا اس کی کمر پر رسید کر دیا بلا کے حلق سے پہلی بار ایک چنگھاڑ نکلی تھی اس نے ایک بار پھر دوڑنے کی کوشش کی لیکن سارجنٹ گرڈ بڑ بھی دوڑ کر اس کے سامنے آ گیا دراصل بلا اب تھک گئی تھی اور پیدل دوڑ نہیں سکتی تھی جبکہ سارجنٹ گرڈ بڑ خاصا چاق و چوبند تھا اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار اس کے بعد لطف میں آ گیا بلا خوفناک انداز میں سارجنٹ گرڈ بڑ پر حملے کر رہی تھی ایک دو بار اس کے ہاتھ سارجنٹ گرڈ بڑ پر پڑے تو واقعی قلابازی سی کھا گیا لیکن وہ بھی ہار ماننے والوں میں سے نہیں

بلا کا بدن بھی گینڈے ہی کی طرح مضبوط تھا۔

یہاں تک نوبت اس پر آئی کہ وہ دونوں گھتم گتھا ہو گئے اب کبھی سارجنٹ گڈبڑ بلا کو کئی قدم پیچھے ہٹا لیتا تھا کبھی بلا اسے پیچھے ہٹا لیتی تھی

اگر کوئی اس خوفناک مقابلے کو دیکھتا تو ڈر کے مارے بے ہوش ہی ہو جاتا لیکن سارجنٹ گڈبڑ بھول گیا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے اس کے دل میں تو بس ایک ہی خواہش تھی کس طرح اس بلا پر قابو پا کر اس کے ہتھکڑیاں لگا دے۔

لیکن بلا پوری قوت سے مقابلہ کر رہی تھی سارجنٹ گڈبڑ نے دو تین ہاتھ ڈنڈے کے اور مارے اور بلا زمین پر گر پڑی۔ سارجنٹ گڈبڑ نے ہتھکڑیاں سنبھالیں اور آگے بڑھ کر بولا۔

"لاؤ بیٹا اپنے ہاتھ سامنے کر دو ورنہ مزا آ جائے گا تمہیں" ابھی اس کے منہ سے اتنے ہی الفاظ نکلے تھے کہ دفعتاً وہ چاروں طرف سے تیز روشنیوں میں نہا گئے یہ روشنیاں غالباً بڑی بڑی ٹارچوں کی تھیں سارجنٹ گڈبڑ کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے چندھیا سی گئیں لیکن دوسرے لمحے اس نے خود کو سنبھال لیا اور آنے والے حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

اسے حیرت تھی کہ یہ کون لوگ ہیں اور اتنی تیز روشنیوں کی ٹارچیں ان کے پاس کہاں سے آئیں۔

لیکن کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ یہ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ گاڑیاں ہیں یا ٹارچیں انسانوں کے ہاتھوں میں ہیں بہرحال روشنیوں نے اسے پریشان کر دیا تھا۔
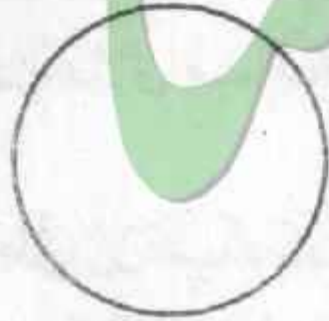
تھوڑی دیر کے بعد راحیل کے حواس بحال ہو گئے اور وہ اٹھ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

"ارے واہ چھوکرا، لولو نی یار، تم کیسے پانی میں گرا۔ میرے کو تمہارے سے بہت دلچسپی ہو گیا۔"

"آپ کون ہیں، مجھے اپنے بارے میں بتائیے۔"

"ارے میرے کو کون نہیں جانتا، اپن کا نام مولا بخش ہے سمجھا تم، مچھیرا مولا بخش سب سے بڑی مچھلی پکڑتا ہے اور کسی کی مجال ہے کہ ہمارے برابر کا مچھلی پکڑے۔"

"ہوں۔ مولا بخش صاحب، میں ایک مظلوم لڑکا ہوں، بہت ہی پریشان حال۔"

"اڑے کمال ہے ڑے، یہ مظلوم کیا ہوتی ہے۔" اور یہ پریشان حال۔ اڑے بار اپن سے اردو بولو اردو۔ یہ انگریجی اپن سے مت بولو۔" مولا بخش نے کہا۔

"میں اردو ہی بول رہا ہوں جناب۔"

"اڑے پھر جناب! جناب ہوگا تم، تمہارا سگا والا اپن تو صرف اور صرف مولا بخش ہے۔ ودی اب اپن کو جناب مت بولنا، صرف مولا بخش بولو۔"

"تو سنو مولا بخش بھائی، میں آپ کو بتا رہا تھا کہ میں بڑے عجیب و غریب حالات کا شکار ہوں کیا آپ نے اس خوفناک بلا کے بارے میں سنا ہے جو انسانوں کو اٹھا لے جاتی ہے۔"

"اڑے وہ۔ ہاں سنا ہے ڑے، کوئی بھوت موت ہے پر ہاں قسم کبھی مولا بخش کے سامنے آجائے تو زندگی بھر کے لیے انسانوں کو پریشان کرنا چھوڑ دے۔"

"مولا بخش بھائی وہ ابھی اسی سمندر میں اتری ہے۔"

"اڑے کیا بولتا ڑے۔" مولا بخش نے تعجب سے کہا۔

"ہاں مولا بخش بھائی، میں ابھی آپ کو اپنی کہانی سناتا ہوں میری کہانی یہ ہے مولا بخش بھائی کہ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے، ماں باپ بھی نہیں ہے، کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہے کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے۔ میں بے یار و مددگار سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہوں

کوئی میرے لیے نہیں سوچتا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دو تین بار اس خوفناک بلا کو دیکھا ہے اور بلا بھی مجھ سے واقف ہوگئی ہے رات کو میں یونہی سڑکوں پر پھر رہا تھا اکیلا جو ہوں نا۔ کہ وہ بلا مجھے نظر آگئی، میں نے اسے ایک گٹر سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا اور بس پھر وہ تو میرے پیچھے ہی لگ گئی۔ میں دوڑ رہا تھا اگر میں کہیں چھپ نہ جاتا تو یقیناً وہ مجھے دبوچ لیتی۔

لیکن دوڑتے دوڑتے میرا پاؤں ایک گٹر میں جا پڑا اور میں گٹر میں گر پڑا۔ پھر میں اس گٹر میں دوڑتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور بلا میرے پیچھے پیچھے، کئی جگہ میں نے چھپنے کی کوشش کی اور بلا مجھے تلاش کرتی رہی یہاں تک میں ایک ایسی جگہ آگیا جہاں سے گٹر کا پانی سمندر میں گرتا تھا پھر لہروں کا ایک تیز ریلا آیا اور میں سمندر میں گر پڑا۔

بلا بھی میرے پیچھے پیچھے تھی لیکن پھر وہ ایک آبدوز میں چلی گئی اور آبدوز سمندر میں بیٹھ گئی۔ لیکن مولا بخش بھائی سنا ہے وہ بلا ہے کون۔"

"اڑے واہ ڑے واہ، تم تو بہت استاد آدمی ہو، تمہارا کہانی بھی امارے دادی اماں سے کم نہیں ڑے، وہ بھی ایسی ہی اونچی چھوڑتا تھا۔ اڑے لیٹو ڑے بیٹو۔" مولا بخش نے ہاتھ کو گھمانے

ہوئے کہا۔

"نہیں مولا بخش بھائی۔ میں سچ کہہ رہا ہوں یہ ابھی تھوڑی دیر کی بات ہے۔ میں نے اسے خود اپنی آنکھوں سے آبدوز میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"وہ کون سی آبدوز کدھر تھا۔" مولا بخش نے ہنستے ہوئے پوچھا اور راحیل نے اس طرف اشارہ کر دیا جس طرف اس نے آبدوز کو سمندر میں دیکھا تھا۔

دفعتاً مولا بخش کی ہنسی بند ہو گئی، وہ کچھ سوچنے لگا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

"اڑے ہاں۔ یہ تو تم ٹھیک بولتا یار۔ ابھی اپن نے بھی وہاں روشنی دیکھا تھا۔ تو وہ بلا اس میں چلا گیا۔"

"ہاں۔"

"کمال ہے یار بلا آبدوز میں بھی رہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے مولا بخش بھائی کہ وہ کوئی بلا نہیں انسان ہی ہے۔"

"اڑے انسان ہے تو انسانوں کا کیا کرتا ہے، کیوں مارتا ہے"

"نہیں۔"

"اب یہ بات تو خدا ہی جانے۔"

"اڑے پرواہ مت کرو تیرا کوئی نہیں ہے نا۔"

"نہیں۔"

"کیا نام بتایا تم نے اپنا۔"

"راحیل۔"

"تو اپن کا نام مولا بخش ہے اور آج سے اپن اور راحیل بھائی بھائی۔ اپن کا بھی کوئی نہیں ہے اس دنیا میں، بس خود ہی مچھلیاں پکڑتا ہے خود ہی بیچتا ہے پر اپن مشہور بہت ہے، ہم سب سے بڑا مچھلی پکڑتا ہے۔"

"ضرور پکڑتا ہوگا آپ نے۔"

"تو بس یہ بات طے کہ اب تم اپن کے ساتھ رہے گا اپن دونوں مچھلیاں پکڑیں گا اور اگر وہ بلا کبھی اپن کو نظر آگیا تو اپن اس کو پکڑے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں خود بھی یہی چاہتا ہوں، مولا بخش بھائی کہ اگر انسانوں کی آسانی کے لیے میری جان کام آجائے تو مجھے پرواہ نہیں، میں اس بلا کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں۔"

"واہ اڑے اب تم فکر مت کرو، مولا بخش تمہارے ساتھ ہے۔ اپن لوگ اب ساتھ ہی رہیں گا، ٹھیک ہے نا۔"

"ٹھیک ہے مولا بخش بھائی۔" راحیل نے گردن ہلا دی اور پھر وہ مولا بخش کو مچھلیاں پکڑتے دیکھتا رہا۔

مولا بخش مچھلیاں پکڑتا رہا، بہت سی مچھلیاں کشتی میں اکٹھی ہو گئیں۔ صبح تک مولا بخش مچھلیاں پکڑتا رہا پھر اس نے ان مچھلیوں

پر جال ڈال دیا اور پھر کشتی کو واپس لے چلا۔ وہ کشتی چلانے کا ماہر تھا
پھر وہ واپس آ گئے مولا بخش کی چھوٹی سی کشتی کو واپس لے
چلا۔ وہ کشتی چلانے کا ماہر تھا۔

پھر وہ واپس آ گئے۔ مولا بخش کی چھوٹی سی کچی جھونپڑی میں بڑی ٹھنڈک تھی۔ مولا بخش نے ایک چارپائی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ارے ابھی تم لیٹو، ابھی تھوڑی دیر میں اپن ناشتہ کرے گا۔ دوپہر کا کھانا تیار کریں گا۔ کھانا کھانے کے بعد تم سو جانا اس کے بعد ہم تم کو دوپہر کو اٹھائیں گا۔"

"اور آپ۔"

"ارے اپن کے لیے بہت جگہ ہے یار۔ اپنا کیا ہے، اپن کا چھوٹا بھائی آیا ہے تو اپن کو اس کے آرام کا فکر بھیا دینا ہو گیا ہے۔" مولا بخش نے کہا اور راحیل ممنون انداز میں گردن ہلانے لگا۔

مولا بخش تھوڑی دیر کے بعد ناشتہ لے آیا اور دونوں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ راحیل بہت خوش تھا۔ بلا سے بھی جان بچ گئی تھی اور ایک بھائی بھی مل گیا تھا، اسے یقین تھا کہ اب کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔

دونوں ناشتہ کرتے رہے۔ پھر مولا بخش نے کہا۔

"ارے راحیل۔"

"جی مولا بخش بھائی۔"

"ماں قسم تو اپنے کو بھائی بولتا ہے تو اپن کا جی خوش ہو جاتا ہے کوئی ضرورت ہو تو اپن کو بتاؤ۔"

"نہیں مولا بخش بھائی اب کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

"ارے تکلف مکلف مت کرو رے۔"

"نہیں تکلف نہیں کرتا۔"

"پھر تم یوں کرو آرام سے سو جاؤ۔ اپن دوپہر کے کھانے کا بندوبست کرتا پڑا۔"

راحیل نے گردن ہلا دی۔ مولا بخش اسے چھوڑ کر باہر نکل گیا تھا راحیل پلنگ پر لیٹ گیا۔ گزرے ہوئے واقعات اس کے ذہن میں چکرا رہے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا زندگی یہاں بھی گزاری جا سکتی تھی۔ حلیم بریانی والے نے بھی اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اور اب یہ مولا بخش۔

پھر اس کے ذہن میں وہ بلا یاد آ گئی۔ خدا کو اس کی زندگی منظور تھی۔ ورنہ۔ وہ بلا اسے گٹر میں بھی پکڑ سکتی تھی۔ وہ سمندر میں بھی اس کے تعاقب میں تھی مگر تاریکی کی وجہ سے ہی اسے پکڑ نہیں سکی تھی۔

مگر اب آئندہ کیا ہو گا۔

کیا کرنا چاہیئے۔ وہ سوچتے ہوئے سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

لیکن نیند نہ جانے آنکھوں سے کتنی دور چلی گئی تھی اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا اپنے ماں۔ باپ۔ دوست اسکول اور نہ جانے کیا کیا۔

لیکن یہ تقدیر کے کھیل ہوتے ہیں بھلا کون ہے اس دنیا میں، میں بلا کو ہلاک کرنے کی کوشش کروں گا چاہے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے پھر نہ جانے کب اسے نیند آ گئی۔

روشنیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہ برق رفتاری سے سارجنٹ کی طرف آ رہی تھیں۔ سارجنٹ نے مجبور ہو کر پستول نکالنے کی کوشش کی لیکن ایک لمحے کے لیے وہ اس بلا کو بھول گیا تھا اس نے پستول نکالا ہی تھا کہ دفعتاً اس کے ہاتھ پہ ایک زوردار ضرب لگی اور پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا وہ سانپ کی طرح پلٹا لیکن دوسری ضرب اس کے سر پہ پڑی اور اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ بلا اس پر پے در پے وار کر رہی تھی۔ سارجنٹ نے ہاتھ پھیلا کر اس بلا کو پکڑنا چاہا لیکن آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا اس لیے وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا اور دوسرے لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑا اب اسے کوئی

خبر نہ رہی تھی۔

پھر نہ جانے کب اسے ہوش آیا تھا۔ ہوش آنے ہی اس نے ہانک لگائی "مجیدے لبے او مجیدے۔"

مجیدے اس کے نوکر کا نام تھا۔ "ابے کہاں مر گیا چائے لائے گا یا نہیں میری آنکھیں چپک رہی ہیں۔"

"غور کر باپ کے گھر میں سمجھ رہے ہو کیا۔" اسے ایک آواز سنائی اور وہ چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے اس کی آواز کی طرف دیکھا۔ سرخ چست لباس میں ایک آدمی اس کے سامنے کھڑا تھا یہ لباس سر سے پاؤں تک اس کے بدن پر کسا ہوا تھا آنکھوں کی جگہ سوراخ تھے جن پر نیلا شیشہ لگا ہوا تھا سینے پر ایک پتلی پٹی تھی جس پر "این" کا لفظ لکھا ہوا تھا۔

"تم کون ہو بھائی؟"

"پتہ چل جائے گا ایسی کیا جلدی ہے۔"

"کوئی جلدی نہیں ہے بس چائے پلا دو۔" سارجنٹ نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ یہ تمہارے باپ کا گھر ہے۔"

"تمہارے باپ کا ہو گا۔ مگر چائے۔"

"کوئی چائے والے نہیں ملے گی۔" سرخ پوش بولا۔

"تو پھر مجھے یہاں سے جانے دو۔"

"فکر مت کرو ہم تمہیں یہاں سے اوپر بھیج دیں گے۔"

"ایسے تم آدمی ہو یا گدھے سیدھی طرح بات ہی نہیں کرتے سپرمین ی اولاد۔ میرا نام نہیں جانتے شاید۔"

"بکواس مت کرو۔ ورنہ زبان نکال کر ہاتھ پر رکھ دوں گا۔"

"بیٹے زبان ہی چلا سکتے ہو صرف۔ قریب آؤ تو بتاؤں تمہیں۔"

سارجنٹ گوریٹر نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔ "ساتھ بج کر بیس منٹ ہوئے ہیں اگر ساڑھے سات بجے تک مجھے چائے نہ ملی تو پھر تمہیں ایک تماشہ دکھاؤں گا۔"

"تو پھر۔ دیکھیں گے تماشہ تمہارا۔ چائے تمہیں نہیں ملے گی۔" سپرمین جیسے آدمی نے کہا اور باہر چلا گیا۔ باہر سے اس نے دروازہ بند کر دیا تھا سارجنٹ ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔ اس کی نگاہ بار بار کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف اٹھ جاتی تھی اس دوران اس نے دوسری بہت سی چیزیں بھی دیکھ لی تھیں اور اندازہ لگا لیا تھا کہ کون سی چیز اس کے کام آ سکتی ہے۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اس نے پتھر کا ایک سیب اٹھایا۔ اسے دیوار پر مار کر اس کا اوپری حصہ توڑا اور پھر وہ وہاں رکھی ہوئی چیزوں پر پل پڑا۔ وہ اس خوبصورت کمرے کی ایک ایک چیز توڑ رہا تھا۔

باہر اس توڑ پھوڑ کی اطلاع ہو گئی اور پھر چار پانچ آدمی اندر گھس آئے وہ ایسے ہی سرخ لباس پہنے ہوئے تھے۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟"

"ساڑھے سات بج گئے۔"

"کیسے ساڑھے سات۔؟"

"چائے نہیں ملی۔"

"ارے ارے اسے روکو۔ روکو اسے۔" وہ لوگ چیخے اور پھر سب سارجنٹ گوبر کی طرف دوڑے۔ سارجنٹ سنبھل گیا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

"دیکھو جس طرح یہ چیزیں ٹوٹ رہی ہیں اسی طرح میں تمہارے ناریل بھی توڑ دوں گا ورنہ میرے پاس نہ آؤ۔"

"ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔"

"مار دو۔ ورنہ اگر ان چیزوں کو بچانا چاہتے ہو تو فوراً چائے لے آؤ۔"

"کیا؟"

"چائے۔" سارجنٹ نے جواب دیا اور وہ چونک کر احمقوں کی طرح ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

"کیا بک رہا ہے یہ؟"

"وہ پہلا سپرمین کہاں گیا اسے لاؤ۔"

"اوہ یہاں کون تھا۔" ایک سرخ لباس والے نے دوسرے سے کہا۔

"ایس تھا جناب۔"

"وہ ڈیوٹی پر ہے۔"

"جی ہاں۔ اس کی ڈیوٹی یہاں تھی۔"

"بلاؤ اسے۔" دوسرے نے کہا اور ایس خود ہی اندر آگیا۔ اس کے منہ سے حیرانی سے نکلا۔

"اف یہ کیا ہوا؟"

"کیا بک رہا ہے یہ"

"مجھے کیا معلوم۔"

"چائے کی کیا بات ہے۔"

"اس نے چائے مانگی تھی۔"

"پھر۔!"

"وہ اس طرح مانگی تھی کہ مجھے غصہ آگیا۔"

"تم نے اس سے کیا کہا؟"

"یہی کہ چائے نہیں ملے گی جس پر اس نے کہا کہ اچھی بات ہے اگر ساڑھے سات بجے تک چائے نہ ملی۔ تو پھر تماشہ دیکھنا۔"

"ہوں۔ تو یہ تمہاری وجہ سے ہوا۔"

"کیا یہ سب کچھ اس نے توڑا ہے؟"

"نہیں! ہم لوگ کھیل رہے تھے۔" دوسرے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بہت دیر ہو گئی تم لوگوں کو بکواس کرتے ہوئے میں اپنا

کام شروع کرتا ہوں" سارجنٹ نے پھر لیمپ سنبھال لیا۔

لیکن دوسرے سرخ پوش نے جلدی سے ہاتھ اٹھا لیا۔

"رک جاؤ۔ ایک منٹ رک جاؤ۔"

"ہاں کہو۔"

"تمہیں چائے چاہیئے۔"

"ہاں!"

"ابھی آجاتی ہے۔ یہ نہ کرو۔"

"ٹھیک ہے جلد ہی چائے منگاؤ۔" سارجنٹ رک گیا۔ لیکن اس نے پتھر کا لیمپ ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

"ایس تمہیں جواب دینا پڑے گا۔"

"کس بات کا؟" اس نے پوچھا۔

"تم نے اسے چائے کیوں نہیں دی؟"

"مجھے اس کے انداز پر غصہ آگیا تھا۔"

"میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔" سارجنٹ پھر غرا کر بولا۔

"ابھی آ رہی ہے تیار ہونے میں دیر تو لگے گی۔" دوسرے سرخ پوش نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا۔

پھر چائے آگئی۔ پوری کیتلی تھی سارجنٹ نے چائے پیالی میں نکالنے کی تکلیف نہیں کی اور کیتلی کا ڈھکن کھول کر اسے منہ سے لگا لیا۔

وہ لوگ حیرت سے اسے دیکھتے رہے چائے کی کیتلی خالی کرنے کے بعد اس نے اسے رکھ دیا پھر بولا۔ "ناشتہ کس وقت ملے گا؟"

"چار بڑی ڈبل روٹیاں۔ بارہ ابلے ہوئے انڈے ایک پیکٹ مکھن بارہ انڈوں کا آملیٹ اور ایسی دو کیتلی چائے اس سے کم نہ ہو ورنہ۔" سارجنٹ نے دوبارہ لیمپ کا ڈنڈا اٹھا لیا۔

"آجائے گا۔ آجائے گا۔ اب کوئی حرکت نہ کرنا۔" دوسرا نقاب پوش جلدی سے بولا۔

"یہ ناشتہ مجھے آٹھ بجے مل جانا چاہیئے۔"

"ٹھیک ہے جاؤ۔ ناشتے کے لیے جاؤ۔ آؤ تم لوگ آؤ۔"

وہ سب باہر نکل آئے۔

ایس بولا۔

"تم اس کی بدتمیزیاں کیوں برداشت کر رہے ہو؟"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔ ایس۔ باس کو اس کی ضرورت ہے۔"

"کیا ضرورت ہے؟"

"باس اس سے بہت معلومات حاصل کرے گا۔ اور یہ جو کچھ ہوا ہے بہت برا ہوا ہے۔ تم نے دیکھا اس نے کتنی قیمتی چیزوں کو توڑ پھوڑ دیا ہے۔"

"ہاتھ پاؤں توڑ دوں اس کے۔"

"جاؤ تم ترڑ ددو۔ اس کے بعد باس سے نمٹ لینا۔"

"آخر باس اس کا کیا کرے گا؟"

"یہ باس جانے ویسے وہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ تم نے دیکھا تھا اس نے

جائنٹ کا کیا حشر کیا تھا۔"

"اوہ۔ ہاں۔ مجھے یاد ہے۔ مگر یار میں کیا کروں میرا بھی دماغ خراب ہے۔ میرا بس چلے تو جاؤ کر اس کی آنکھیں باہر نکال دوں۔"

"اب اس کے لیے ناشتے کا بندوبست کر دو ورنہ ہماری شامت آ جائے گی۔ تم جاؤ اور اس نے جو کچھ کہا اسی طرح کا ناشتہ تیار کر دو۔"

"اس نے مذاق کیا ہو گا۔"

"کیوں؟"

"کیا وہ اتنا کھا سکتا ہے؟"

"ارے یہ سب کچھ بعد میں دیکھنا اگر باس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو ہم اس کا قصہ پاک کر دیتے۔"

"چلو پھر جلدی کرو۔" سارجنٹ گرڈ کے لیے ناشتہ لایا گیا اتنا ہی تھا جتنا اس نے کہا۔ وہ سب ہی اس کے کھانے کا تماشہ دیکھنے آئے تھے اور پھر وہ اسے دیکھتے ہی رہے ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یار یہ آدمی ہے یا بھوت!"

ایک سرخ پوش نے آہستہ سے کہا

"پتہ نہیں کیا ہے؟"

"پیٹ بھر گیا تھا۔

وہ لوگ چلے گئے

تب

سارجنٹ گرڈ کو اس گڑبڑ کا خیال آیا۔

یہ سب کیا ہے

اس نے ذہن پر زور دیا تو رات کے واقعات یاد آ گئے

اور اب اسے اندازہ ہو گیا کہ کیا ہو رہا ہے۔

"اوہ! تو یہ لوگ مجھے بے ہوش کر کے یہاں لائے ہیں۔ گڑبڑ ہو گئی دوستو۔ مگر تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی گڑبڑ ہوئی تھی۔

سارجنٹ نے اپنے لباس کی جیبیں ٹٹولیں ایک ایک چیز اس کی جیبوں سے نکال لی گئی تھی پھر اس نے اپنی قمیض اٹھا کر اپنا پیٹ دیکھا

"بیٹا ایس۔ اب تیری بھی خیر نہیں، تماشہ تو تجھے اب دکھاؤں گا۔"

وقت گزرتا رہا۔ اس وقت دوپہر کے دو بجے تھے جب سارجنٹ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے یہاں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ پھر ایک جگہ اسے ایک کارآمد چیز مل گئی، اور اس نے اسے

دیکھا۔ دوسرے لمحے اس نے وہ چیز اپنے پیٹ میں بھونک لی اور اسے نیچے تک چیر ڈالا۔ پیٹ سے اس کی انتڑیاں باہر نکل آئی تھیں اور چاروں طرف خون ہی خون پھیل گیا تھا آنتیں نیچے لٹک گئی تھیں۔

وہ اطمینان سے زمین پر لیٹ گیا۔ نوکدار شے اس نے قالین کے نیچے چھپا دی تھی۔

تقریباً ڈھائی بجے تھے جب وہ لوگ اس کے لیے کھانا لے کر آئے وہی چاروں سرخ پوش تھے انہیں دیکھ کر سارجنٹ نے بری طرح تڑپنا شروع کر دیا وہ لوگ یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔

"ارے یہ کیا ہوا۔ خدا کی پناہ اسے کس نے ہلاک کیا؟"

"اس سے پوچھو، اس سے پوچھو" دوسرے نے کہا اور وہ سارجنٹ کے پاس بیٹھے۔

"تمہارے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔ کیا تم نے خودکشی کی ہے؟"

وہ۔ ایس۔ ایس۔ ایس پر مین" سارجنٹ نے اس طرح کہا جیسے وہ مر رہا ہو اور دوسرے لوگ سکتے میں رہ گئے ایس پی وقت ان کے ساتھ نہیں تھا۔

"اسے ہلاک کر کے ایس نے اپنی تباہی مول لے لی ہے۔ باس اسے کبھی نہ چھوڑے گا" ان میں سے ایک نے کہا اور سارجنٹ نے دم توڑ دیا۔

باقی اور بلا کا ہنگامہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

www.Paksociety.com
بلا کا ہنگامہ
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.Paksociety.com

پلا کا ہنگامہ

محمود خاور

رنگا رنگ کتاب گھر
۳۷ - اُردو بازار — کراچی

www.Paksociety.com
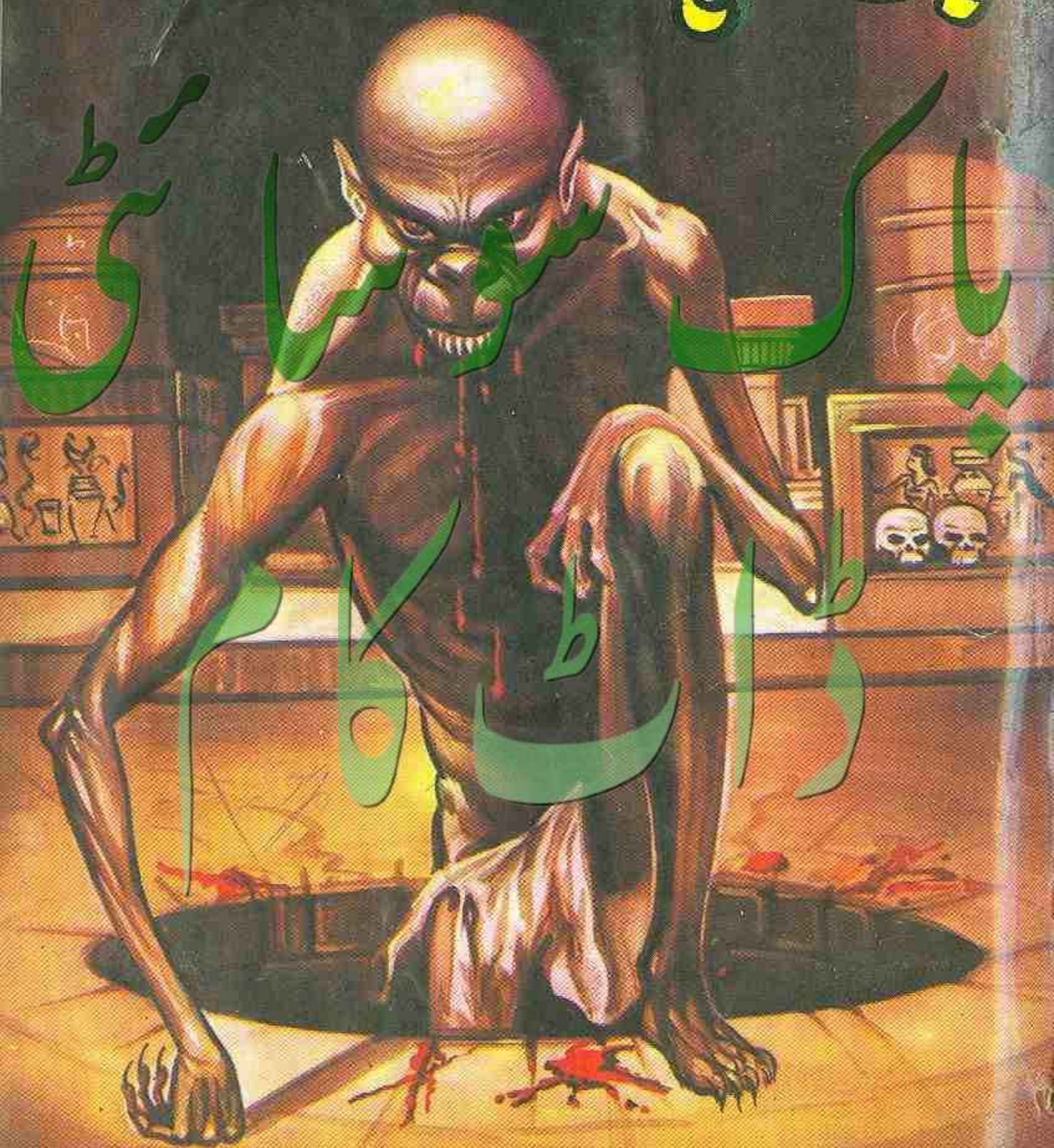
حالات بہت خراب تھے۔ اخبارات نے ادھم مچا رکھا تھا

پولیس کی نااہلی کے بارے میں لوگوں کے بیانات شائع ہو رہے

تھے۔ سب یہی کہہ رہے تھے کہ پولیس شہر میں امن و امان قائم

رکھنے میں ناکام ہو گئی ہے۔

لیکن محکمہ پولیس ہی جانتا ہے کہ وہ کتنی محنت کر رہا تھا بلا

کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش ہو رہی تھی طرح طرح کے منصوبے

بن رہے تھے۔ دراصل ابھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ بلا ہے

کیا چیز۔

کوئی انسان ہو

کوئی جن بھوت!!

"یا کوئی سائنسی کارنامہ؟"

یہ دور سائنس کا ہے۔ اب تو جن بھوت بھی انسانوں کے درمیان رہتے ہوئے گھبراتے ہیں پہلے وہ انسانوں کو پریشان کرتے تھے اب انسانوں نے انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا ہے نتیجے میں وہ شہری علاقے چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ ورنہ پہلے سننے میں آتا تھا کہ فلاں کے گھر میں بھوتوں نے ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ دروازے کھل جاتے ہیں آگ کے گولے گرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ یہ بھی خیال تھا کہ یہ کوئی سائنسی بلا ہو۔ میٹنگیں ہو رہی تھیں۔ پولیس آفیسر یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ان ہنگاموں پر قابو پا لیں۔

لیکن ابھی تک انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی آئی جی پولیس کے اپنے دفتر میں ایک خاص میٹنگ ہو رہی تھی اس میٹنگ میں بڑے بڑے پولیس آفیسر موجود تھے۔

آئی جی صاحب نے میٹنگ کا آغاز کیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ ان ہنگاموں کا مقصد کیا ہے۔ کیا آپ میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ بتا سکتا ہے؟"

"جناب عالی! ہمیں ابھی تک اس سلسلے میں کوئی کامیابی نہیں حاصل ہو سکی۔" ڈی آئی جی نے کہا۔

"اس کی وجہ؟"

"صرف یہ کہ مجرم بہت چالاک ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ لیکن ہماری پولیس بھی بے وقوف نہیں ہے۔ بڑے بڑے دماغ موجود ہیں ہمارے پاس۔"

"سب لوگ کوشش کر رہے ہیں۔"

"پہلے ہمیں یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ ان ہنگاموں سے ہمارے دشمن کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔"

جناب عالی! جہاں تک میرا اندازہ ہے ہمارا دشمن یہ ہنگامے کر کے ہمارے ملک میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے ہیں غریب لوگ بھی اور امیر لوگ بھی ان ہنگاموں کا شکار ہو رہے ہیں وہ خونخوار بلا جس نے بے شمار انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے ابھی تک آزاد پھر رہی ہے اور شہری راتوں کو سکون سے سو نہیں سکتے ہر شخص کے دل میں یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کب اور کس وقت وہ بلا نمودار ہو جائے اور انسانوں کو قتل کرنا شروع کر دے اس طرح غریب لوگ بے چارے دن بھر محنت مزدوری کر کے رات کو سکون کی نیند سوتے ہیں اپنی نیندوں سے بھی محروم ہو چکے ہیں راتوں کو پہرے دیئے جاتے ہیں محلہ میں کمیٹیاں بن گئی ہیں لوگ پولیس سے بد دل ہو گئے ہیں اگر ہم گہری نگاہ سے جائزہ لیں اور بھوت پریت کا خیال اپنے دل سے نکال دیں تو یہ اندازہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے

کہ ہمارے دشمن اس بلا کے ذریعے ہمارے عوام میں بے چینی پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ لوگ پولیس سے بددل ہو جائیں اور پولیس کو برا بھلا کہہ کر ان کے خلاف ہنگامے شروع کر دیں ہمیں چند چھوٹے چھوٹے محکموں سے یہی اطلاع ملی ہے کہ لوگ پولیس کی اس نا اہلی کی شکایتیں کرتے ہوئے بسوں پر پتھراؤ کر رہے ہیں گاڑیاں توڑ رہے ہیں سڑکوں پر لگے ہوئے سائن بورڈ جلا رہے ہیں ان کا مطالبہ یہی ہے کہ بلا کو گرفتار کیا جائے ان کی زندگی کی حفاظت کی جائے اب یہ بات تو آپ بھی جانتے ہیں جناب کہ پولیس دن رات اس سلسلے میں کوشش کر رہی ہے اس کا فرض ہے کہ انسانوں کی حفاظت کی جائے لیکن جب کوئی مجرم پوری طرح مسلح ہو کر میدان میں آتا ہے تو وہ بھی اپنے چاروں طرف مضبوط قوتیں پیدا کر لیتا ہے پولیس کو بہر صورت اس کی قوتوں کا جال توڑ کر ہی اپنا کام کرنا ہوتا ہے اور یہ جال اس کے سامنے نہیں ہوتے بلکہ وہ آہستہ آہستہ ان کا تلاش کرتی ہے۔"

"میں جانتا ہوں پولیس کی پریشانیاں اور مجبوریاں عوام نہیں سمجھتے لیکن میں پولیس کا ایک افسر ہونے کی حیثیت سے یہ سب کچھ سمجھتا ہوں تاہم یہ ہمارا فرض ہے کہ عوام کو مطمئن کریں۔"

"جناب عالی! ہم اس سلسلے میں جو کچھ کوشش ممکن ہو سکتی ہے برابر کیے جا رہے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ بالآخر ایک نہ

ایک دن ہم اس بلا کا خاتمہ کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں نے سنا تھا کہ انسپکٹر فولاد خان کو اس بلا کی گرفتاری کے لیے مقرر کیا گیا ہے فولاد خان بھی ابھی تک کچھ نہیں کر سکا جبکہ یہ بات میرے علم میں لائی گئی ہے کہ فولاد خان وہ ہے جس نے بڑے بڑے مجرموں کو ٹھکانے لگا دیا ہے آخر فولاد خان اس سلسلے میں ناکام کیوں ہے کیا اس میٹنگ میں فولاد خان کو طلب نہیں کیا گیا؟"

"وہ ابھی تک نہیں پہنچ سکا جناب میرے خیال میں وہ پہنچنے ہی والا ہوگا۔" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"خیر ٹھیک ہے ہم اس کا انتظار کیے لیتے ہیں اس سے معلومات حاصل کریں گے کہ وہ ابھی تک اپنی کوششوں میں ناکام کیوں رہا ہے بہر صورت یہ مسئلہ اپنی جگہ ہے دوسری طرف اس سفارتخانے میں جو خونریزی کی گئی ہے وہ ہمارے لیے شدید بدنامی کا باعث ہے وہ ملک مطالبہ کر رہا ہے جس کا یہ سفارتخانہ تھا کہ مجرموں کو جلد از جلد پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے اب آپ لوگ دیکھئے نا کہ غیر ملکی سفارتخانے ہمارے تحفظ میں ہوتے ہیں اگر ہم ان کی حفاظت بھی نہ کر سکے تو ہم دنیا میں کیا منہ دکھا سکیں گے؟"

"بے شک جناب یہ تمام الجھنیں ہمارے سامنے ہیں اس سلسلے میں ہمارے بہترین دماغ کام کر رہے ہیں سفارتخانے کے ہنگامے کے لیے ہم نے بہت ذہین آفیسرز کو مقرر کیا ہے اور

دن رات اس کوشش میں مصروف ہیں کہ کسی طرح سے ان ہنگاموں کا پتہ چلا لیں۔"

"میرا اپنا ایک خیال اور بھی ہے۔" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"وہ کیا۔؟" آئی جی صاحب نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جناب عالی! میرا خیال ہے کہ جن لوگوں نے بلا کا ہنگامہ کھڑا کیا ہے وہی سفارتخانے کی تباہی کے ذمہ دار بھی ہیں۔"

"یہ بات آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔؟"

"جناب عالی صرف ایک نظریئے سے بلا کے ذریعے بھی ہنگامے پیدا کیئے جا رہے ہیں سفارتخانے کو تباہ کر کے انہی ہنگاموں کو ہوا دی گئی ہے۔"

"ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ ان سب کا تعلق ایک ہی ست ہو لیکن ڈی آئی جی صاحب صورتحال یہ ہے کہ ہم عوام کو کیسے مطمئن کر سکتے ہیں یہ آپ کا فرض ہے کہ فوری طور پر کوئی نہ کوئی ٹھوس کارروائی کر کے عوام کو مطمئن کیا جائے سفارتخانے کے معاملے کو ہم بعد میں بھی دیکھ سکتے ہیں ویسے میری ایک رائے ہے اگر انسپکٹر فولاد خان کو ان آفیسروں سے منسلک کر دیا جائے جو سفارتخانے کے کیس پر کام کر رہے ہیں تو یہ ایک اچھا اقدام ہوگا۔" اتنی دیر میں دروازہ کھلا اور انسپکٹر فولاد خان اندر داخل ہو گیا

اس کا چہرہ بالکل ستا ہوا تھا اور وہی بین وہ بہت شاندار نظر آ رہا تھا اس نے اندر آ کر سیلوٹ کیا اور ادب سے ایک کونے میں کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھو انسپکٹر فولاد خان ہم سب تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔ انسپکٹر فولاد خان ادب سے گردن جھکا کر اپنی کرسی پر جا بیٹھا آئی جی صاحب نے براہ راست اسے مخاطب کیا۔

"انسپکٹر اس بار تمہاری نیک نامی پر کچھ دھبے پڑ رہے ہیں کیا بات ہے ابھی تک تم بلا کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"جناب عالی! بھرپور کوشش کی جا رہی ہے شاید یہ بات آپ کے علم میں آ گئی ہو کہ ایک بار میری اس سے مڈبھیڑ ہو چکی ہے۔"

"ہاں میں نے سنا تھا لیکن مختصراً ذرا تم مجھے تفصیل سے سناؤ۔" آئی جی صاحب نے کہا اور انسپکٹر فولاد خان اس بلا کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔

"بڑی حیرت انگیز بات ہے ذرا مجھے وہ تصویریں بھی دکھاؤ" آئی جی صاحب نے کہا اور انسپکٹر فولاد خان نے اپنی جیب سے اس بلا کی تصویریں نکال کر آئی جی صاحب کے سامنے رکھ دیں۔

"صورت و شکل سے تو یہ بالکل انسان ہی معلوم ہوتا ہے بس چہرے میں ذرا تبدیلی ہے بے حد بھیانک چہرہ ہے تم دُگ بتا سکتے ہو کہ تم نے اسے انسانی خون پیتے ہوئے اور گوشت کھاتے ہوئے بھی دیکھا ہے؟"

"جی ہاں اس کے بارے میں یہی مشہور ہے۔"

"تو پھر یہ انسان کیسے ہو سکتا ہے یا پھر ممکن ہے کہ یہ کوئی سائنسی قوت ہو کیونکہ تم نے بتایا ہے کہ وہ اتنی تیز رفتاری سے دوڑتی ہے کہ کار بھی اسے نہیں پکڑ سکتی۔"

"جی ہاں جناب اس کی رفتار بہت تیز ہے۔"

"کیا کوئی انسان اتنی تیز دوڑ سکتا ہے؟"

"مشکل ہے جناب بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے۔"

"تو پھر ہم سوچ سکتے ہیں کہ ممکن ہے وہ کوئی بایونک مین ہو اس سائنسی دور میں ہر طرح کی باتیں ممکن ہیں جگہ جگہ روبوٹ بنائے جا رہے ہیں جو انسانوں کی طرح کام کرتے ہیں یہ روبوٹ لیبارٹریوں میں کام کرتے ہیں کارخانوں میں کام کرتے ہیں تو کیا جرائم نہیں کر سکتے۔"

"آپ کا خیال درست ہے آئی جی صاحب ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ وہ کوئی مشین نما انسان ہو اور اس کے ذہن میں کچھ اس قسم کی چیزیں رکھی گئی ہوں کہ وہ عام انسانوں کو قتل کرے ان کا گوشت کھا جائے اور خون پی جائے۔"

"بہر طور یہ بات بلائی ہے سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ اسے گرفتار کس طرح سے کیا جائے۔"

"جناب عالی میں ایک اور انکشاف کرنا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"وہ کیا۔؟"

"ہمارا ایک بہت ہی اہم آدمی جس کا نام سارجنٹ نفر محمد ہے اور جو عام طور پر گرڈ بڑ کے نام سے مشہور ہے غائب ہو چکا ہے وہ اس بلا کے سلسلے میں میرے ساتھ کام کر رہا تھا بہت تیز آدمی ہے جناب بڑی عجیب و غریب فطرت کا مالک اس کی گمشدگی میرے لیے سخت پریشان کن ہے۔"

"اوہ۔ کیا وہ ڈیوٹی پر تھا۔" آئی جی صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ وہ بلا کا پیچھا کرنے پر معمور تھا اور جگہ جگہ اس کو تلاش کر رہا تھا لیکن ایک رات وہ ایسا غائب ہوا کہ اس کا پتہ نہیں چل سکا۔"

"مجھے افسوس ہے کہیں وہ اس بلا کا شکار ہی نہ ہو گیا ہو۔"

"جناب عالی وہ بے حد طاقتور آدمی ہے اسے چند افراد مل کر ختم نہیں کر سکتے لیکن میں اس کے لیے بے حد پریشان ہوں۔"

"مجھے بھی افسوس ہے بہر طور تم اس کی تلاش جاری رکھو معلوم کرو کہ وہ کہاں چلا گیا اس کے علاوہ انسپکٹر فولاد خان ہمارے تم

سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں ہمیں تمہاری ذہانت پر بھی یقین ہے
اور تمہاری کارکردگی پر بھی کوئی ایسا قدم اٹھاؤ جس سے کم از کم تم
اس بلا کو ختم ہی کر سکو اس کے علاوہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ سفارتخانے
کے کیس کے سلسلے میں بھی تمہیں ان آفیسرز کے ساتھ منسلک کر
دیا جائے جو اس کیس کے سلسلے میں کام کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں شبہ ہے
کہ یہ دونوں واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑی ہو سکتے ہیں۔" انسپکٹر
فولاد خان نے کوئی جواب نہیں دیا وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا
تھوڑی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

"اس میں کوئی حرج نہیں ہے جناب ممکن ہے یہ مجرموں
کا کوئی پورا گروہ ہو جو اس قسم کی کارروائیاں کر کے عوام میں خوف و
ہراس پھیلا رہا ہو۔"

"بہرطور اس میٹنگ سے بھی ہم کسی صحیح نتیجے پر نہیں
پہنچ سکے تاہم میں تمہیں یہ پیشکش کرتا ہوں انسپکٹر فولاد خان کہ جتنے
آدمی چاہو اپنے ساتھ لے لو بلکہ میری تو خواہش ہے کہ تمام خفیہ
محکموں میں سے چند گنے چنے لوگوں کا انتخاب کیا جائے اور ان
کا ایک پورا گروہ بنایا جائے یہ گروہ اس بلا کے خلاف اور سفارتخانے
میں ہنگامہ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کرے اور اس طرح
مل جل کر تمام لوگ کام کریں پورے شہر میں ان لوگوں کو پھیلا
دیا جائے جو ایک ایک چپے کی نگرانی کریں ایسی ترکیب سوچیں

جس سے اس بلا کا خاتمہ ممکن ہو۔"

"یہ بہت مناسب قدم ہوگا جناب میرے خیال میں اس
میٹنگ کا یہ سب سے اہم کارنامہ ہوگا۔"

"تو پھر میں اس کی اجازت دیتا ہوں اور آپ لوگوں کو حکم دیتا
ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو ان معاملات کو ٹھیک ٹھاک کیجئے ورنہ
پولیس کی بڑی بدنامی ہو رہی ہے۔" تمام پولیس آفیسرز نے گردن
جھکا دی اس کے بعد آئی جی صاحب نے کانفرنس ختم کر دی۔

مولا بخش بہت اچھا انسان تھا اس نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی طرح راحیل کی دیکھ بھال شروع کر دی، ہر طرح کی آسانیاں اسے فراہم کر دی تھیں راحیل مچھیروں کی اس بستی میں بہت زیادہ خوش تھا تمام مچھیرے اس سے بہت اخلاق سے پیش آتے تھے اس کی عمر کے لڑکے بھی جو جال بننے کا کام کرتے تھے عورتیں بھی تھیں بڑے بھی تھے سب کے سب راحیل سے محبت کرتے تھے خود مولا بخش بھی بہت دلچسپ آدمی تھا ہر وقت ہنستا ہنستا رہتا تھا۔

راحیل چند روز تک تو آرام کرتا رہا اسے یقین نہیں آ رہا

تھا کہ زندگی اس کے لیے اتنی آسان ہو گئی ہے وہ بے چارا تو یہی سمجھتا تھا کہ اب اس دنیا میں اس کا کوئی بھی نہیں ہے۔ لیکن اچھے انسانوں کی اس دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے راحیل نے یہی بات محسوس کی تھی۔

مولا بخش راحیل کے لیے بہت بڑا سہارا تھا پھر اس نے ایک شام خود ہی مولا بخش سے کہا۔

”مولا بخش بھائی میں چاہتا ہوں کہ اب آپ کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے کا کام شروع کر دوں۔ اس بات کے جواب میں مولا بخش بولا۔

”وڑی دیکو راحیل اپن کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے تم اپن کا چھوٹا بھائی ہے وڑی' تمہارے کو اپنا بھائی سمجھتا ہے اپن کا ماں باپ بھی کھلاس ہو گیا اور کوئی بائی بھی نہیں اسے پھر ام سوچا کہ تم اپن کا بھائی ہے اگر تم کو پڑھنے کا شوق ہے تو وڑی تم پڑھو خدا قسم ام تمہارا سارا خرچہ اٹھائیں گا اڑے کھاتا کس کے لیے اے رے اپن اکیلا کما! تھا اکیلا کھاتا تھا اب تم اپن کو مل گیا تو پھر اپن کو مزا ہی مزا ہے دیکھو راحیل اگر تم پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھنا شروع کر دو اپن کو کوئی اعتراض متراض نہیں اگر تمہارا دل پڑھنے کو نہیں لگتا تو پھر اپن کے ساتھ مچھلی پکڑتے چلا کرو اپن تم کو یہ دھندا بھی سکھا دیں گا۔“

"مولا بخش بھائی میں جانتا ہوں کہ آپ کتنے اچھے انسان ہیں آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے مجھے بھی یہ احساس ہو گیا ہے کہ میرا بھی اس دنیا میں کوئی موجود ہے واقعی مجھے پڑھنے کا بے حد شوق ہے لیکن مولا بخش بھائی ابھی میں پڑھنا شروع نہیں کروں گا میرے ذہن میں ایک مقصد ہے اگر میں اس کی تکمیل کر لوں تو اس کے بعد میں شوق سے پڑھنا شروع کر دوں گا۔"

"ارے کون سا مقصد ہے؟" مولا بخش نے پوچھا۔

"مولا بخش بھائی میں اس بلا سے اپنے شہر کے انسانوں کو نجات دلانا چاہتا ہوں۔"

"ارے وہ جس کا تو نے میرے کو پہلے بولا تھا۔"

"ہاں مولا بخش بھائی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے یاراں۔ اگر تیرا یہ خیال ہے تو پھر مولا بخش بھی تیار ہے۔ بول کدھر تلاش کریں گا اس بلا کو۔"

"ابھی کچھ نہیں بتا سکتا میرے ذہن میں صرف ایک خیال ہے۔"

"ارے کیا خیال ہے؟" مولا بخش نے پوچھا۔

"مولا بخش بھائی وہ بلا سمندر میں آئی تھی اور سمندر میں آبدوز بھی دیکھی گئی تھی جیسا کہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں۔"

"ارے اَم جانتا اے آگے بول۔"

"میں چاہتا ہوں کہ پہلے اسے سمندر میں تلاش کریں۔"

"تو پھر کر دو بار اپن کب انکار کرتا ہے۔"

"میں آپ کے ساتھ اس لیے مچھلیاں پکڑنے چلنا چاہتا ہوں کہ دیکھوں تو کہ سمندر میں وہ بلا رہتی کہاں ہے ویسے وہ آبدوز پانی کے نیچے ضرور موجود ہو گی۔"

"ارے اَم آبدوش، ابدوس نہیں جانتا یار تم بولتا ہے تو پھر ٹھیک اے چلو اپن بھی تمہاری مدد کریں گا۔" مولا بخش نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے آج رات میں آپ کے ساتھ سمندر میں چل رہا ہوں۔"

"ارے ٹھیک ہے یار مگر تم تو دن میں سویا بھی نہیں۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے مجھے رات کو نیند نہیں آئے گی آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے یار تم چلو مولا بخش تم کو منع نہیں کرتا۔"

شام ہوئی تو مولا بخش اپنی چھوٹی سی کشتی لے کر نکل پڑا اب راحیل بھی اس کے ساتھ کشتی دھکیلنے میں اس کی مدد کر رہا تھا مولا بخش بہت خوش تھا سمندری ہوا چل رہی تھی آسمان تاریک پڑا تھا بادلوں کے ٹکڑے فضا میں ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے چاند نہیں نکلا تھا جال ابھی کشتی میں پڑا ہوا تھا جب وہ اپنی

منزل پر پہنچ گیا تو اس نے کشتی کو ایک جگہ روک دیا چھوٹی کشتی
میں رکھ دیئے گئے اور مولا بخش نے راحیل کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔

"ارے اب بولو مچھلی پکڑیں گا یا اس آبدوز کو تلاش کریں گا"

"نہیں مولا بخش بھائی پہلے تو ہم مچھلی پکڑیں گے آبدوز کو
تلاش کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے اور بھلا ہمارے پاس ایسے
وسائل کہاں کہ ہم اسے تلاش کر سکیں ہاں اگر تقدیر سے وہ ہمیں
نظر آ جائے تو ہم اس کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش
کریں گے"

"ارے ٹھیک ہے بابا جیسا تمہارا مرضی کرے کرے" مولا
بخش نے کہا اور پھر اس نے راحیل کو سمندر میں جال پھینکنے کا طریقہ
بتایا راحیل کو یہ کام بھی بڑا دلچسپ محسوس ہوا تھا جال پانی میں پڑا
رہا اور وہ دونوں بیٹھے ایک دوسرے سے مختلف قسم کی باتیں
کرتے رہے آہستہ آہستہ بادلوں کے ٹکڑے آسمان پر سے
ہٹتے جا رہے تھے اور تارے جھلکتے نظر آ رہے تھے تھوڑی
دیر کے بعد چاند بھی نکل آیا ٹھنڈی چاندنی سمندر پر اس طرح پھیلی
ہوئی تھی جیسے کسی نے سمندر پر چمکتی ہوئی سفید چادر بچھا دی ہو۔

جال کی ڈوری ہلی تو مولا بخش نے مچھلیوں کو باہر کھینچنے کی
تیاریاں شروع کر دیں مچھلیوں کا ایک بہت بڑا گروہ اس

کے جال میں پھنس کر اوپر آ گیا تھا انہوں نے جال کو کشتی میں
خالی کر دیا مچھلیاں اچھل رہی تھیں راحیل دلچسپی سے ان اچھلتی
مچھلیوں کو دیکھتا رہا کتنی مچھلیاں اتنی اونچی اونچی اچھلی تھیں کہ دوبارہ
پانی میں گرتے گرتے بچیں ایسی مچھلیوں کو مولا بخش ایک چھوٹی
سی چھڑی مار کر نیچے گرا دیتا تھا کافی دیر تک مچھلیاں اچھلتی رہیں
اس کے بعد مولا بخش نے جال دوبارہ سمندر میں پھینک دیا راحیل
ڈوری کے پاس آ بیٹھا وہ مولا بخش سے پوچھ رہا تھا کہ ڈوری کس
طرح ہلتی ہے جب پتہ چلتا ہے کہ مچھلیاں جال میں پھنس گئی ہیں
اور مولا بخش اسے مچھلی پکڑنے کے طریقے سمجھاتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ڈوری ہلی تو راحیل نے جلدی سے
مخاطب کیا اور مولا بخش نے جال کو پھندے دے کر اسے
بالآخر اوپر کھینچ لیا اس بار بھی کافی مچھلیاں جال میں پھنس گئی تھیں۔
مچھلیاں آج ضرورت سے زیادہ ہی پکڑی گئی تھیں مولا بخش نے
خوش ہو کر کہا۔

"ارے راحیل یہ سب تمہارے برکت سے ہوا ہے
اب اللہ تعالیٰ ہم دو بندوں کو رزق دے رہا ہے پہلے میں
اکیلا تھا تو ہمیں تھوڑی مچھلی ملتا تھا اب تم آ گیا ہے تو اللہ میاں
تمہارے حصے کا مچھلی بھی دے دیتا ہے" راحیل مسکرانے لگا انہوں
نے تیسری بار جال پھینکا اور مولا بخش بولا۔

"اگر اس بار بھی جال اتنا ہی بھر کر آ گیا تو پھر اپن اور مچھلیاں نہیں پکڑیں گا آج تو اپنی کا کام جلدی پورا ہو گیا پھر اپن ایسا کریں گا کہ مچھلیوں پر جال ڈال دیں گا اور تمہاری آبدوس کی تلاش میں نکل پڑیں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" راحیل نے کہا مولا بخش تیسری جال ڈال کر بیٹھ گیا تھا اب آسمان بالکل صاف ہو گیا تھا دور دور تک بادلوں کا پتہ نہیں تھا زیادہ دیر نہیں گزری تھی ڈوری پھر ہلی اور مولا بخش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آج تو یوں لگتا پڑا اے رے جیسے مچھلیاں بھاگ بھاگ کر ادھر آ رہی ہیں وہ تمہیں پہچان کر تو نہیں آ رہیں راحیل" راحیل ہنسنے لگا مولا بخش نے ڈوری سنبھالی۔ پھندے پھینکے اور جال کو گھسیٹنے لگا لیکن اس بار جال وزنی محسوس ہو رہا تھا۔

"ارے راحیل اس بار تو کچھ اور ہی نظر آنا پڑا اے یار۔"

"کیا مولا بخش بھائی؟"

"لگتا پڑا ہے کوئی بہت بڑا مچھلی پھنس گیا ڈوری دیکھو جال کتنا سخت ہو گیا اے ابھی تم امارا امداد کرو کھینچو اس کو۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" راحیل نے کہا اور دونوں مل کر جال میں زور لگانے لگے تھوڑی دیر کے بعد جال باہر آیا تو دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جال میں تھوڑی سی مچھلیاں ضرور پھنسی تھیں لیکن اس کے ساتھ ایک انسان بھی تھا۔

ہاں۔ وہ انسان ہی تھا تنومند توانا اور جاتنور جو جال میں پھنس گیا تھا۔

"لاش۔"

مولا بخش کے منہ سے نکلا۔

"لاش۔"

راحیل چیخا۔

"ہاں۔ کوئی مردہ آدمی جو سمندر میں ڈوب کر مر گیا ہے۔"

"نکالو نکالو اسے ممکن ہے زندہ ہی ہو۔" راحیل نے کہا اور مولا بخش پوری قوت سے جال کھینچنے لگا آدمی تن و توش والا تن ومن اور جاتنور تھا اس لیے اسے کھینچنے میں دقت ہو رہی تھی تھوڑی دیر بعد وہ کشتی پر آ گیا لیکن اس کا سینہ پھول پچک رہا تھا جس سے انہیں اندازہ ہوا کہ وہ زندہ ہے۔

"ارے یہ تو زندہ لگے رے۔"

مولا بخش نے کہا۔

"ہاں مولا بخش بھائی یہ زندہ ہے اب بتاؤ کیا کریں؟"

"ادھر کشتی میں تو کچھ نہیں ہوتا پڑا بابا چلو جلدی واپس موڑو کشتی جتنی جلدی ہو سکتا اے ام کنارے پر چلنا اے۔" مولا بخش نے

اور راحیل نے چپو سنبھال لیا دونوں مڑ کر کشتی میں پڑے موٹے تازے آدمی کو دیکھنے جا رہے تھے اور ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے ان کی دلی خواہش تھی کہ بیچارا یہ شخص زندہ بچ جائے پتہ نہیں کس حادثے کا شکار ہوا ہے۔

اس بار پولیس نے بہت بڑا جال پھیلایا تھا چپے چپے پر پولیس کے ذہین ترین دماغ پھیل گئے تھے، ہر چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے محلے کی نگرانی کی جا رہی تھی پولیس آفیسرز کا خود بھی یہی خیال تھا کہ ابھی تک وہ اس بلا کو گرفتار کرنے کی کوششوں میں ناکام رہے ہیں اور پھر سفارتخانے کا مسئلہ بھی تھا شہر میں جو ہنگامے ہو رہے تھے ان پر قابو پانا بے حد ضروری تھا چنانچہ سارے کے سارے پولیس آفیسرز اور پولیس کے دیگر افراد بڑی تندہی سے کام کر رہے تھے ہر جگہ ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرنے کے لیے وائرلیس سیٹ رکھے گئے تھے اور وہ سب ایک دوسرے کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد

اپنی خیریت کی اطلاع دیتے تھے۔

انسپکٹر فولاد خان بھی اپنی جیپ میں گشت کرتا رہتا تھا، اس وقت بھی وہ اپنی پولیس جیپ میں تقریباً گھنٹے بھر سے گھوم رہا تھا وہ تنہا تھا اور کوئی اس کے ساتھ موجود نہیں تھا، پھر اسے پیاس لگنے لگی اور اس نے ایک ریسٹورنٹ کے سامنے جیپ روک دی اور اتر کر اندر چلا گیا۔

کولڈ ڈرنک پینے کے بعد وہ باہر آیا اور دوبارہ جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ اسے اپنے دوست گڑبڑ کی گمشدگی کا بہت دکھ تھا کہیں سارجنٹ گڑبڑ کسی مشکل میں نہ پھنس گیا ہو یقیناً ایسی ہی بات تھی اگر وہ آزاد ہوتا تو فوری طور پر انسپکٹر فولاد خان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا۔ انسپکٹر فولاد خان پورے محکمہ پولیس میں صرف سارجنٹ گڑبڑ کو ہی اپنے دوستوں میں شمار کرتا تھا۔ ویسے تو اس کے بہت دوست تھے لیکن انسپکٹر گڑبڑ سے اسے دلی لگاؤ تھا وہ جانتا تھا کہ گڑبڑ بڑا ہی زبردست قسم کا آدمی ہے اور اسے آسانی سے زیر نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی ایسی ہی کوشش کی گئی ہے اس کے خلاف کہ وہ کسی جال میں پھنس گیا ہے اس کی نگاہیں ایک ایک چپے پر گڑبڑ کو تلاش کرتی تھیں۔

اس وقت بھی وہ جیپ دوڑاتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے تھک کر ایک جگہ گاڑی روک دی اور جیب میں سگریٹ

کا پیکٹ تلاش کرنے لگا۔ پیکٹ اس کی جیب سے نکل کر شاید سیٹ پر گر گیا تھا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک چیز پر اس کی نگاہ پڑی۔

یہ چیز دیکھ کر وہ شدید حیران رہ گیا، یہ سرخ رنگ کا ایک بریف کیس تھا، یہ بریف کیس تھوڑی دیر پہلے اس کی جیپ میں موجود نہیں تھا، یہ کہاں سے آیا؟"

ایک دم سے انسپکٹر فولاد خان کے ذہن میں بہت سے وسوسے ابھرنے لگے، کہیں اس بریف کیس میں کوئی ٹائم بم نہ رکھ دیا گیا ہو کوئی ایسی چیز نہ ہو جو دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے اور جیپ کے پرخچے اڑ جائیں۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے دشمن اس سے ہمیشہ خسارہ کھاتے ہیں۔

تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے ایک فیصلہ کر لیا وہ اس سلسلے میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن وہ صرف اپنی ذات سے کسی دوسرے انسانوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا، چنانچہ اس نے ایک بار پھر جیپ اسٹارٹ کی اور برق رفتاری سے ایک طرف چل پڑا اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

کہیں بریف کیس میں رکھے ٹائم بم کا وقت پورا نہ ہو گیا ہو اور ابھی وہ پھٹنے ہی والا ہو، اسے کسی سنسان جگہ کی تلاش تھی۔

پھر اسے ایک سنسان جگہ مل گئی، یہ ایک بڑا سا میدان تھا جس کے ساتھ سڑک گزرتی تھی، اس میدان میں ایک بار وہ اس بلا سے مقابلہ کر چکا تھا۔

مکانات یہاں سے بہت دور تھے اور اگر بریف کیس میں کوئی ٹائم بم ہے اور وہ بم پھٹ گیا تو یقیناً ان مکانوں کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ اس نے خدا کا نام لے کر بریف کیس کا ہینڈل پکڑا اور اسے پوری قوت سے ایک طرف اچھال دیا۔

بریف کیس میدان میں جا کر گرا، انسپکٹر فولاد خان نے اپنی فولادی قوت سے اسے پھینکا تھا، اس لیے وہ کافی دور چلا گیا تھا۔ لیکن نیچے گرنے کے بعد بھی کوئی بم نہ پھٹا تو فولاد خان کو حیرت ہوئی۔

اس کا مقصد ہے کہ بریف کیس میں بم نہیں ہے۔ لیکن یہ بریف کیس یہاں تک کیسے پہنچا، کس نے اسے جیپ میں رکھا تجسس اس کے ذہن میں جاگ اٹھا تھا۔ بریف کیس کو وہیں تو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ وہ پھر جیپ سے اترآیا اور بریف کیس کی جانب بڑھنے لگا۔

زندگی داؤ پر لگائے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں تھا چنانچہ وہ بریف کیس کے قریب پہنچ گیا، گھٹنوں کے بل جھک کر وہ نیچے بیٹھا اور پھر اس نے بریف کیس کے لاک کھول دیئے۔ جب بریف کیس کے لاک کھلے تو فولاد خان کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں پورے بریف کیس میں سو سو کے نوٹوں کی گڈیاں جمی ہوئی تھیں، اس کے اوپر ایک لفافہ بھی رکھا ہوا تھا، سفید لفافہ۔ فولاد خان متحیر رہ گیا۔

اس نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی اسے دیکھ تو نہیں رہا۔ پھر اس نے جلدی سے لفافہ نکال لیا لفافہ کھولا تو اس میں ایک تہہ کیا ہوا پرچہ نظر آیا۔ فولاد خان نے پرچہ کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔ لکھا تھا۔

ڈیئر فولاد خان

اس بریف کیس میں بم بھی ہو سکتا تھا جو تمہارے پرخچے اڑا دیتا، ہمیں تمہیں قتل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوتی لیکن ہم تم سے کچھ اور چاہتے ہیں، اس بریف کیس میں ایک لاکھ روپے ہیں اور یہ سب تمہارے ہیں۔

بس یہ تحریر یہیں آکر ختم ہو گئی تھی انہوں نے یہ نہیں لکھا تھا۔ کہ وہ انسپکٹر فولاد خان سے کیا چاہتے ہیں فولاد کی آنکھیں معنی خیز انداز میں چمکنے لگیں۔ وہ حالات کو سمجھتا جا رہا تھا اس کا مقصد ہے کہ اب مجرموں نے اس کی حیثیت کو تسلیم کر لیا ہے اور اس کے سامنے آکر اس سے سودا بازی کرنا چاہتے ہیں۔ فولاد خان بریف کیس کو بند کر کے ہاتھ میں لٹکایا۔ نوٹوں کی گڈیوں کو اس نے بغور دیکھ لیا تھا کہ کہیں ان میں ٹرانسمیٹر وغیرہ تو پوشیدہ نہیں ہے یا کوئی

ایسی چیز جو اس کی کارروائیوں کو بے نقاب کر دے، اس کے علاوہ جیپ میں بیٹھ کر اس نے بریف کیس کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا تھا کہ کہیں اس کے ہینڈل وغیرہ میں سے تو کوئی ایسی چیز پوشیدہ نہیں ہے جب چاروں طرف سے اطمینان ہو گیا تو وہ جیپ اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں کو دھوکا دینا چاہیے کسی طرح انہیں یہ یقین دلا دینا چاہیے کہ وہ ان کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہے لیکن مجرموں نے یہ نہیں لکھا تھا کہ وہ دوبارہ اس سے کب ملاقات کریں گے اور وہ اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔

بہر طور وہ انتظار کرتا رہا بریف کیس خاموشی سے لا کر اس نے اپنے گھر میں چھپا دیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھو اب مجرموں کی دوسری کارروائی کیا ہوتی ہے اگر وہ اسے خریدنا چاہتے ہیں تو وہ کوشش کرے گا کہ ان لوگوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے بریف کیس پوشیدہ کرنے کا مطلب یہی تھا کہ فولاد خان نے ان لوگوں کی بات مان لی ہے اگر اس کے دل میں کوئی گڑبڑ ہوتی تو وہ بریف کیس کو پولیس اسٹیشن بھجوا دیتا۔ یہ دھوکا اس نے مجرموں کو دیا تھا ورنہ اس کے دل میں تو یہی بات تھی کہ بریف کیس کو فوراً ڈی آئی جی صاحب کے پاس پہنچا کر صورت حال بتا دے لیکن ابھی یہ مناسب نہیں تھا وہ انتظار کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن بھی حسب معمول وہ گشت پر نکل گیا، دن بھر گشت کرتا رہا۔ اس دن بھی شام ہی کا وقت تھا جب اس نے تھوڑی دیر کے لیے اپنی جیپ چھوڑی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس دوران کوئی اور کارروائی بھی ہو سکتی ہے جب وہ جیپ میں واپس آ کر بیٹھا تو اس کی نگاہ ایک اور بریف کیس پر پڑی بالکل ویسا ہی بریف کیس تھا جیسا اسے پچھلے دنوں ملا تھا انسپکٹر فولاد خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی گویا انہوں نے دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا ہے۔ واہ یہ تو مزے کی بات ہے۔

اس دن اسے بریف کیس دیکھ کر ذرا بھی گھبراہٹ نہ ہوئی اس نے جیپ میں بیٹھے بیٹھے بریف کیس کھول لیا نوٹوں کی گڈیاں جمی ہوئی تھیں اور ایک اور لفافہ ان گڈیوں کے اوپر رکھا ہوا تھا۔

ویری گڈ۔ اس کا مقصد ہے کہ اب انہوں نے میری قیمت دو لاکھ روپے کر دی۔ فولاد خان نے زیر لب کہا اور لفافہ کھول لیا۔

ویسی ہی ٹائپ شدہ تحریر تھی لکھا تھا۔

"ڈیر فولاد خان۔

بہت بہت شکریہ نوٹوں کو تم نے قبول کر لیا اور اس

کا مقصد ہم نے یہی اخذ کیا ہے کہ تم ہمارے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو۔ ابھی تمہیں ایک لاکھ روپے اور دیئے جائیں گے۔ تین لاکھ روپے کی رقم معمولی نہیں ہوتی، تم ساری زندگی یہ رقم نہیں کما سکتے تھے چونکہ ہمیں پتہ ہے کہ تم رشوت خور آدمی نہیں ہو لیکن انسان کو زندگی میں کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی ایسا کام ضرور کر لینا چاہیئے جو اس کے مستقبل میں کام آئے۔

ہم تمہاری اس بات سے خوش ہیں۔ یہ دوسرا لاکھ بھی وصول کر دو کل تیسرے لاکھ کی رقم کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہی تمہیں یہ ہدایت دی جائے گی۔ کہ تمہیں ہمارے لیے کیا کام کرنا ہے۔

انسپکٹر فولاد خان نے گردن ہلائی اور لفافہ جیب میں رکھ لیا پہلے والا لفافہ بھی اس کے پاس محفوظ تھا اس کے بعد یہ بریف کیس بھی اس نے اپنے گھر میں محفوظ کر لیا۔ تیسرے دن بھی ایسا ہی ایک بریف کیس اسے اپنی کار میں ملا اس دن فولاد خان جان بوجھ کر اپنی کار کو ایک ریستوران کے سامنے چھوڑ دیا تھا اور خود ریستوران کے اندر داخل ہو گیا تھا۔ لیکن ریستوران میں داخل ہونے کے بعد اس نے ریستوران کے ہال کا رخ نہیں کیا بلکہ ایک ایسی جگہ چھپ گیا تھا جہاں سے وہ اپنی گاڑی پر نگاہ رکھ سکے۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اس نے دو آدمیوں کو ٹہلنے

کے سے انداز میں اپنی کار کی جانب آتے دیکھا ان میں سے ایک کے ہاتھ میں سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی کوئی چیز تھی۔ فولاد خان نے پہلے تو ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ لیکن جب وہ اس کی کار کے سامنے رکے تو وہ چونک پڑا۔

اس نے دلچسپ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھا اور اس کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی پھر ان میں سے ایک نے پھرتی سے سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی چیز نکالی اور فولاد خان کو سرخ رنگ کی جھلک نظر آ گئی۔

یہ تیسرا بریف کیس تھا، جو اسے ہدایت کے سلسلے میں دیا جا رہا تھا فولاد خان پھرتی سے تیار ہو گیا، آج وہ انتظامات کر کے آیا تھا اس نے پولیس کی وردی ہی پہنی ہوئی تھی لیکن ایک لمحے کے لیے اس نے اپنا کوٹ اتارا اور اسے الٹ کر پہن لیا اب اس کی پتلون تو خاکی تھی۔ لیکن کوٹ کا رنگ سیاہ تھا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی جیب سے ایک باریک جھلی سی نکالی جس پر انسانی خدوخال بنے ہوئے تھے یہ جھلی اپنے چہرے پر چڑھانے کے بعد اس نے دوسری جیب سے بالوں کی وگ نکالی اور اسے بھی اپنے چہرے پر فٹ کر لیا، اب اسے قریب سے دیکھنے والا بھی ایک لمحے میں نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ انسپکٹر فولاد خان ہے

فولاد خان ٹہلتا ہوا آگے بڑھ آیا وہ جیب سے کافی آگے

بڑھ گیا تھا، وہ دونوں آدمی اب جیپ سے مخالف سمت آہستہ
آہستہ جا رہے تھے فولاد خان ان کی دوسری سمت ان کے ساتھ ساتھ
چلنے لگا اور ان کا تعاقب کرنے لگا۔

دونوں پیدل چلے جا رہے تھے وہ آپس میں باتیں بھی کر
رہے تھے، پھر ان میں سے ایک ٹیلی فون بوتھ کے پاس رک
گیا، اور اندر ہو کر کسی کے نمبر ڈائل کر کے ریسیور اس نے کان سے
لگا لیا۔ فولاد خان ایک دکان کے سامنے کھڑا ہو کر اخبار دیکھنے
لگا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ آدمی ٹیلی فون کر کے باہر نکل آیا دوسرا
آدمی اس دوران بوتھ کے دروازے کے باہر کھڑا رہا تھا جب
پہلا آدمی ٹیلی فون کر کے باہر نکل آیا تو وہ دونوں ادھر ادھر نگاہیں
دوڑانے لگے۔

چند لمحات کے بعد انہوں نے ایک ٹیکسی روکی اور اب
فولاد خان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی جیپ
کی طرف چھلانگ لگا گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی جیپ میں پہنچ گیا، اور پھر اس
نے جیپ اسٹارٹ کر کے ٹیکسی کے پیچھے لگا دی۔

مولا بخش راحیل کے ساتھ تیزی رفتاری سے کشتی چلاتا
ہوا بالآخر ساحل تک پہنچ گیا۔ پھر اس نے اس وزنی آدمی کو
اپنے کندھے پر ڈالا اور راحیل کو وہیں مچھلیوں کی نگرانی کے لیے
چھوڑ دیا۔ پھر وہ اس بے ہوش آدمی کو اپنی جھونپڑی میں
لے آیا۔ ساتھ کی جھونپڑی سے اس نے بابا رحیم بخش کو بلایا
اور پھر انہیں ساری صورت حال بتا کر انہیں بے ہوش آدمی
کے پاس چھوڑ دیا اور خود راحیل کے پاس پہنچ گیا۔ پھر کشتی
سے مچھلیاں نکالنے کے بعد وہ راحیل کے ساتھ واپس آگیا
اس دوران بابا رحیم بخش بے ہوش آدمی کے پیٹ
سے پانی نکالنے کی کوششوں میں مصروف رہے تھے۔

تمام پانی نکالنے کے بعد انہوں نے اسے سیدھا لٹا
دیا تھا۔ اور اب اس آدمی کی حالت خاصی بہتر نظر آ رہی تھی۔
لباس وغیرہ سے کوئی خاص اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ
کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے اور کس طرح سمندر میں
ڈوب گیا۔ لیکن تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ آدمی ہوش میں
آ گیا

صبح ہونے میں ابھی تو دیر تھی اس نے آنکھیں کھول کر
ادھر ادھر دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ کراہنے لگا اس کے چہرے
کی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔

"مولا بخش نے ہمدردی سے جھک کر پوچھا"

"اڑے کون ہے ڑے تم؟" میرے کو بولو، سمندر میں
کدھر سے آ مرا؟"

اس شخص نے کوئی جواب نہیں دیا تب راحیل آگے
بڑھا اور اس نے مولا بخش سے پیچھے ہٹنے کے لیے کہا۔

"اڑے کیا ہو گیا تیرے کو وی۔" مولا بخش نے راحیل
کی بات سن کر کہا۔

"تم ادھر ہو جاؤ مولا بھائی۔ میں خود اس شخص سے یہ
معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہ کون ہے"

"اچھا ڑے اچھا۔ ام ہٹ جاتا ہے تم بات کر دی۔"

مولا بخش نے کہا اور دوسری طرف چلا گیا۔

تب راحیل آگے بڑھا اس نے نیم بے ہوش شخص کے
سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر وہ اس سے بولا۔

"آپ کون ہیں جناب اور سمندر میں کیسے گرے، ہم آپ
کے دوست ہیں۔ اور آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں کسی چیز کی
ضرورت تو محسوس نہیں ہو رہی آپ کو؟"

لیکن راحیل کی اس بات کا بھی اس شخص نے کوئی جواب
نہیں دیا۔ بس وہ خالی خالی آنکھوں سے اس سارے ماحول کو
دیکھتا رہا تب بابا رحیم بخش آگے بڑھ کر بولے۔

"ابھی یہ ہوش و حواس میں معلوم نہیں ہوتا، سمندر میں نجانے
کتنی دیر رہا ہے بے چارہ، کیسی کیسی مصیبتیں اٹھانا پڑی ہوں
گی اسے، ابھی اسے یوں ہی رہنے دو، بلکہ اگر پی سکے تو اسے
ایک گلاس گرم دودھ پلا دو"

"اڑے بابا دودھ ادھر کدھر سے آیا نی؟" مولا بخش نے
کہا۔

"میری جھونپڑی میں موجود ہے، میں گرم کروا کے بھجوائے
دیتا ہوں۔ ویسے اب اسے کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ خطرے
سے باہر ہو گیا ہے" رحیم بخش نے کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بابا" اور ایک گلاس دودھ بھیج

دو، صبح اپن تم کو منگل کے دے دے گا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو مولا بخش، ہمارا یا تمہارا کوئی الگ بات ہے۔ میں ابھی دودھ بھجوا دیتا ہوں۔" بابا رحیم بخش نے کہا اور جھونپڑی سے نکل گئے

تھوڑی دیر کے بعد ان کی بیٹی دودھ کا گلاس لے کر آ گئی مولا بخش نے اس آدمی کو سہارا دیا اور راحیل نے اپنے ہاتھ سے اسے دودھ پلایا۔ وہ دودھ کا پورا گلاس پی گیا تھا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"ارے یہ تو پھر سوتا پڑا ہے۔"

"تو کیا ہوا مولا بخش بھائی، اچھا ہے پوری نیند لے لیں گے تو جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"ارے ہاں یہ بات تو ہے، تو پھر اس کو سونے دو ٹھیک ہے جب سونے کے بعد اٹھیں گا تو اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائیں گا۔"

"ٹھیک ہے مولا بخش بھائی، پتہ نہیں بے چارہ کس مصیبت کا شکار ہے۔"

"پروا نہیں، اب تو اپن کے پاس آ گیا ہے۔ اپن اس کو ٹھیک کر دے گا۔" مولا بخش نے کہا اور پھر وہ دونوں جھونپڑی کے احاطے میں آ کر لیٹ گئے

مولا بخش تھوڑی دیر لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر مچھلیوں کو درست کرنے لگا۔ راحیل کو نیند آ گئی تھی۔ پھر جب وہ جاگا تو مولا بخش مچھلیاں بیچنے جا چکا تھا۔ اور وہ اکیلا تھا۔ لیٹے لیٹے اسے اچانک اس بے ہوش آدمی کا خیال آیا اور وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ پھر وہ تیزی سے جھونپڑی کے اندر پہنچ گیا۔

بے ہوش شخص جاگ رہا تھا، اور اب کسی حد تک بہتر نظر آ رہا تھا۔ راحیل کو دیکھ اس کے چہرے پر عجیب آثار پھیل گئے راحیل اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"آپ کو بھوک لگ رہی ہو گی کھانے کے لیے کچھ لاؤں۔" اس نے پوچھا۔

"لاؤ۔ اس آدمی نے جواب دیا اور راحیل جلدی سے باہر نکل آیا۔ مولا بخش نے صبح کو جو ناشتہ تیار کیا تھا اس میں خاصا ناشتہ موجود تھا۔ راحیل نے ناشتہ گرم کیا اور ٹرے میں سجا کر لے گیا۔ اس دوران اس نے چائے کا پانی چولہے پر چڑھا دیا تھا

وہ آدمی خاموشی سے ناشتہ کرنے لگا، راحیل نے اسے چائے بھی بنا کر دی تھی۔

"تمہارا شکریہ۔ میرے ننھے دوست کون ہو تم۔ کیا نام ہے تمہارا؟" آدمی نے کہا اور راحیل کو بے پناہ خوشی ہوئی کیونکہ اب وہ صحیح الدماغ کی باتیں کر رہا تھا۔

"جناب عالی میرا نام راحیل ہے اور میرا وہ دوست جو آپ
کو سمندر سے نکال کر لایا تھا اس کا نام مولا بخش ہے، میں اس
کی جھونپڑی میں رہتا ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمندر میں تھا" اس نے ذہن پر زور دیتے
ہوئے کہا۔

"ہاں جناب آپ سمندر میں تھے، آپ مولا بخش کے
مچھلیاں پکڑنے کے جال میں پھنس گئے تھے۔"

"آہ ۔ آہ ۔ ان کم بختوں نے مجھے۔ ان کم بختوں نے
مجھے سمندر میں پھینک دیا تھا میرے پیروں سے وزن باندھ دیا
گیا تھا کیا میرے پیروں میں وزن بندھا ہوا تھا؟"

"نہیں! شاید رسیاں کھل گئی ہوں گی۔" راحیل نے جواب دیا۔

"ہاں ۔ ہاں ۔ ایسا ہی لگتا ہے، مجھے تو زندگی کی کوئی
امید نہیں تھی۔ اپنے آپ کو زندہ محسوس کر کے مجھے اب بھی
تعجب ہوتا ہے۔" اس شخص نے جواب دیا۔

"مگر جناب وہ کون تھے، جنہوں نے آپ کو سمندر میں ڈبویا
تھا۔!"

"تم نہیں سمجھو گے ۔ میرے ننھے دوست، کیا بتاؤں میں
تمہیں ان کے بارے میں۔"

"آپ کی مرضی ہے جناب میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا

ویسے آپ کا نام کیا ہے؟"

"نام تو میرا افقر محمد ہے۔ مگر لوگ مجھے سارجنٹ گڑبڑ
کے نام سے پکارتے ہیں۔"

"کیا؟" راحیل نے تعجب سے پوچھا۔

"سارجنٹ گڑبڑ۔"

"عجیب نام نہیں ہے یہ۔" راحیل مسکرا کر بولا۔

"ہوگا۔ مجھے نام کی کبھی پرواہ نہیں رہی ہے ۔ بس میرے
دوست مجھے گڑبڑ کہتے ہیں، پتہ نہیں ان کے دماغ میں کیا گڑبڑ
ہے۔" سارجنٹ گڑبڑ نے کہا اور راحیل ہنس پڑا۔

"اچھا اچھا اب میں سمجھ گیا کہ لوگ آپ کو گڑبڑ کیوں کہتے
ہیں۔ مگر سارجنٹ یہ تو بتایئے کہ آپ کا تعلق تو پولیس سے
ہے نا۔"

"ہاں بھئی پولیس ہی سے ہے۔"

"تو پھر آپ ۔ آپ میرا مطلب ہے آپ کو یہ تو یاد ہوگا کہ
وہ لوگ کون تھے جو آپ کو سمندر میں پھینک گئے۔"

"میں نے کہا نا لمبی کہانی ہے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے
گی بس یوں سمجھو کہ ایک آبدوز پر مجھے لے جایا گیا اور آبدوز نے
مجھے سمندر میں پھینک دیا گیا۔"

"آبدوز۔" راحیل چونک پڑا۔ اور پولیس آفیسر حیران لگا ہوں

سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں آبدوز کے نام پر تم چونکے کیوں؟"

"اوہ ۔ اوہ بس کچھ نہیں ایسے ہی۔"

"نہیں کوئی بات ضرور ہے، تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔" سارجنٹ گڈ برڈ نے کہا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ بس تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم آبدوز کے نام پر چونکے کیوں تھے؟"

"اس کی ایک خاص وجہ تھی جناب!"

"کیا وجہ ہے؟" "مجھے بتانا پسند کرو گے؟"

"میری کہانی بہت لمبی ہے۔ اچھا تو پھر ہم ایسا کرتے ہیں کہ جب تک مولا بخش واپس آئے تو ہم اپنی اپنی کہانیاں ایک دوسرے کو سنا دیں۔"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا، اب میں بیٹھ سکتا ہوں۔" سارجنٹ گڈ برڈ نے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا پھر اس نے کہا۔

"میرے ننھے دوست! جس طرح تم نے میری مدد کی ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم مجھے اپنی کہانی سنا دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بھی اپنے بارے میں سب کچھ صحیح صحیح بتا دوں گا۔"

"آپ بڑے ہیں جناب، آپ نے مجھے جو حکم دیا ہے میں اس کی بجا آوری کروں گا۔ میرا نام راحیل ہے۔ میرے والدین مر چکے ہیں، میں ایک بے سہارا بچہ تھا۔ حالات نے مجھے اس حد تک مجبور کر دیا کہ مجھے فاقے کرنے پڑے بہر طور یہ ایک الگ کہانی ہے میں آپ کو سب سے پہلے اس بلا کے بارے بتانا چاہتا ہوں جو عجیب و غریب ہے میں نے اس بلا کو پہلی بار سمندر سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا" راحیل نے بلا کے سمندر سے نکلنے کا واقعہ، اس کے بعد اپنی بے ہوشی کا تذکرہ کیا، پھر بلا کو دوبارہ دیکھنے کا واقعہ اور اس کے بعد گڈر لائن کے ذریعے سمندر تک پہنچنے کی بات پھر آبدوز کا قصہ، اور پھر مولا بخش کے مل جانے کی پوری کہانی سارجنٹ گڈ برڈ کو سنا دی۔ سارجنٹ گڈ برڈ حیرت اور دلچسپی سے یہ ساری کہانی سن رہا تھا، اس کی آنکھوں میں تعجب کے آثار تھے۔ جب راحیل خاموش ہو گیا تو اس نے کہا۔

"اس کا مقصد ہے میرے دوست تم نے وہ آبدوز دیکھی تھی۔"

"جی ہاں جناب دور سے۔ وہ بلا سمندر میں میرا پیچھا کر رہی تھی، بس میری خوش قسمتی تھی کہ میری جان اس بلا سے بچ گئی۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے، وہ بڑی ہی خونخوار

بلا ہے۔"

"کیا مطلب۔ کیا آپ نے بھی اسے دیکھا ہے؟"

"تمہاری کہانی اس سے آگے تو کچھ نہیں ہے؟"

"نہیں کچھ نہیں، بس صرف اتنی سی بات باقی ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک میں مولا بخش کے ساتھ ہوں، مولا بخش بڑا ہی اچھا آدمی ہے ہم مچھلیاں پکڑنے کے لیے سمندر میں جال ڈالتے ہو... تھے کہ آپ ہمارے جال میں آ پھنسے اور اس کے بعد انسانی ہمدردی کے تحت ہم آپ کو یہاں لے آئے۔"

"واقعی تم نے میری جان بچا کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔"

"نہیں اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسان کی بھلائی کے لیے جو کچھ کر سکتا ہے۔ ضرور کرے۔"

"تم ایک نیک اور اچھے بچے ہو، خدا تمہیں تمہاری نیکیوں کا صلہ دے گا۔" سارجنٹ گرڈ نے کہا۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا "تو اب تم میری کہانی سنو۔ میں جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے پولیس افسر ہوں، میرا ایک دوست ہے جو دوست کے ساتھ ساتھ میرا افسر بھی ہے اس کا نام فولاد خان ہے اس آدمی کے بارے میں بس اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ

کہ درحقیقت وہ فولاد ہے، اپنے ارادوں میں بھی، اپنی نیک نیتی میں بھی اور اپنے کردار میں بھی۔ بلا کو گرفتار کرنے کا کام اس کے سپرد ہے، ایک بار وہ بلا کا تعاقب بھی کر چکا ہے وہ بلا اتنی تیز رفتاری سے دوڑتی ہے کہ کاریں بھی اس کا پیچھا نہیں کر سکتیں۔ بہر طور میرے دوست فولاد خان نے مجھے اپنے ساتھ اس کام میں شریک کر لیا اور میں بھی اپنے دوست کے ساتھ اس بلا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

اچانک ایک دن میری اس بلا سے مڈبھیڑ ہو گئی اور اس کے بعد ہم دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔"

"کن دونوں میں۔"

"میں اور بلا ایک دوسرے کے مقابل آ گئے!"

"کیا واقعی؟" راحیل نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں میرے دوست، بہت ہی طاقتور چیز ہے وہ، ہے تو انسان ہی۔ میں کسی طور یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ انسان سے الگ کوئی چیز ہے بہر طور اگر اس کے دوسرے ساتھی اس کی مدد کے لیے نہ آ جاتے، تو میں پتہ نہیں کیا کرتا۔ ممکن تھا کہ میں اس کو قابو میں کر لیتا، لیکن بس ٹارچوں کی روشنیاں میرے قریب آتی چلی گئیں، اور پھر مجھے پکڑ لیا گیا میرے سر پہ کچھ وزنی چیزیں ماری گئیں، سر کی چوٹ اتنی شدید

تھی کہ میں بے ہوش ہو گیا، اس کے بعد بمشکل تمام میری آنکھ کھلی تو میں ایک آبدوز میں تھا میں نے آبدوز کی پوری مشینری دیکھی تھی ان لوگوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیئے، ان سب کے چہرے سیاہ نقابوں میں چھپے ہوئے تھے، عجیب و غریب گفتگو کرتے رہے وہ مجھ سے میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔ غالباً سر کی چوٹ کی وجہ سے میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

جب وہ مجھ سے سوالات پوچھنے کی کوششوں میں ناکام رہے تو مجھے ایک بار پھر بے ہوش کر دیا گیا اور جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو اس وقت مجھے آبدوز سے نیچے پھینکا جا رہا تھا۔

میرے پیروں میں وزنی پتھر یا لوہے کے ٹکڑے بندھے ہوئے تھے۔ پھر مجھے اتنا ہی یاد ہے کہ لوہے کے وہ ٹکڑے مجھے سمندر کی گہرائیوں میں لے گئے میں نے ایک شارک مچھلی کو اپنی طرف آتے دیکھا اس نے غالباً میرے پاؤں پر منہ مارا تھا، لیکن اس کے تیز چھری جیسے دانتوں سے لوہے کے وہ گولے اپنی رسی سے نکل گئے جو مجھے سمندر میں ڈبو رہے تھے۔ بس یہ میرا آخری احساس تھا اس کے بعد میں نے تمہاری اس جھونپڑی ہی میں آنکھ کھولی۔"

"آہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو بچا لیا۔ درحقیقت خدا نے ہی آپ کو بچایا ہے، ورنہ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں خدا ہی سب کا مددگار ہوتا ہے وہی زندگیاں لینے والا اور دینے والا ہوتا ہے۔ لیکن بہرطور تم نے انسان ہونے کے ناطے مجھ پر احسان کیا ہے، میں تمہارے دوست مولا بخش کا بھی شکریہ ادا کروں گا، وہ گیا کہاں ہے؟"

"مچھلیاں بیچنے۔"

"واپس کب آئے گا۔"

"مچھلیاں بیچنے کے بعد وہ واپس آجائے گا۔"

"اوہ۔ تو اس کا مقصد ہے کافی دیر میں واپسی ہوگی اس کی۔؟"

"جی ہاں جناب۔"

"خیر کوئی بات نہیں، ہم اس کا انتظار کر لیں گے" سارجنٹ گوڈرڈ نے کہا۔ پھر بولا۔ "میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا جناب؟" راحیل نے سارجنٹ گوڈرڈ کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تم لوگ مجھے اجازت دو، تو میں بھی تمہارے ساتھ کچھ روز یہاں قیام کروں۔ پولیس آفیسرز میری تلاش میں سرگرداں

ہوں گے۔ میرا دوست فولاد خان میرے لیے پریشان ہو گا۔"

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے بہتر یہی رہے گا کہ ہم اس بلا کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی فولاد خان سے ملاقات کریں، اور مجھے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ سمندر سے اس بلا کا گہرا تعلق ہے، تم نے بھی یہی بات بتائی ہے مجھے کہ وہ گز لائن کے ذریعے شہر میں جاتی ہے، رہتی سمندر ہی میں ہے، ممکن ہے اس آبدوز میں اس کا بھی قیام ہو۔ یقیناً اس آبدوز سے اس بلا کا گہرا تعلق ہے تو اگر ہم بھی ماہی گیروں کی طرح مچھلیاں پکڑتے ہوئے اس آبدوز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں تو اس میں کیا حرج ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت مناسب بات ہے۔"

"مگر ایک مسئلہ ہے۔"

"کیا۔"

"کیا مجھے غوطہ خوری کا سامان مل سکتا ہے؟"

"یہاں تو نہیں ہے، میں مولا بخش بھائی سے کہوں گا ممکن ہے کہ وہ بندوبست کر دیں۔"

"ویسے تو میں بھی شہر میں جا کر بندوبست کر سکتا ہوں لیکن میں شہر جانا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی یہاں سے قدم باہر نکالوں۔"

"میرا خیال ہے مولا بخش بھائی اس کا بندوبست باآسانی کر دیں گے۔ کیونکہ یہ لوگ ماہی گیر ہیں، سمندر سے ان کا گہرا تعلق ہے اس لیے ممکن ہے کسی ماہی گیر کے پاس ہی غوطہ خوری کا لباس بھی موجود ہو۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ مولا بخش آ جائے تو اس سلسلے میں معلومات حاصل کریں گے۔" سارجنٹ گوڈبڑ نے کہا اور راحیل خاموش ہو گیا۔

مولا بخش دوپہر کو واپس آیا تو اسے بے ہوش شخص کو ہوش میں دیکھ کر اور ان دونوں کو آپس میں باتیں کرتے دیکھ کر اسے بڑی خوشی ہوئی وہ کھانے پینے کی بہت سی چیزیں لایا تھا جس میں پھل فروٹ وغیرہ بھی تھے وہ سب اس نے ان لوگوں کے سامنے رکھ دیئے۔

سارجنٹ گوڈبڑ نے اٹھ کر مولا بخش سے ہاتھ ملایا اور ممنون لہجے میں بولا۔

"مولا بخش بھائی آپ نے جس طرح مدد کی ہے، میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ راحیل مجھے ساری کہانی سنا چکا

ہے، میں نے بھی اسے اپنی کہانی سنا دی ہے ہم لوگ
آپ کو بھی مختصراً اس کہانی کے بارے میں بتادیں گے۔"

"میں مولا بخش کو اس بلا کے بارے میں تو بتا چکا ہوں۔"
راحیل نے کہا۔

"ہاں یوں سمجھئے میں اس بلا کی گرفتاری کے لیے ہی کام
کر رہا ہوں۔ مجھے اس سلسلے میں آپ کی مدد کی ضرورت بھی ہوگی۔"

"اڑے مولا بخش کا جان حاضر ہے ڑے، تم سمجھتا کیا
ہے مولا بخش کو۔"

"میں آپ کو بہت اچھا انسان سمجھتا ہوں مولا بخش بھائی
مجھے غوطہ خوری کے لباس کی ضرورت ہوگی۔"

"اڑے وہ رحیم بخش بابا کے پاس موجود ہے ڑے،
اس سے مانگ لیں گا وہ کبھی اپن کو انکار نہیں کریں گا۔"

"واہ پھر تو بہت مزا آئے گا۔"

"وڑی مزہ تو آئیں گا۔ پر پہلے تم فروٹ کھاؤ۔ پھل کھاؤ، ابھی
تمہیں سمندر سے نکالا ہے، تمہیں کمزوری ہو جائیں گا۔" مولا بخش
نے کہا اور سارجنٹ گوڈیڑ مسکرانے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

"آپ بھی آئیے مولا بخش بھائی" اور تینوں بیٹھ کر پھل کھانے
لگے۔

فولاد خان نے ان دونوں کو ایک ہوٹل کے دروازے
پر اترتے دیکھا انہوں نے ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کیا اور پھر اندر
کی طرف چل پڑے۔

جس وقت وہ ٹیکسی ڈرائیور کو بل ادا کر رہے تھے اسی
وقت انسپکٹر فولاد خان نے اپنی جیپ ایک گوشے میں کھڑی
کر دی وہ بدلے ہوئے حلیے میں تو تھا ہی اسے یقین تھا کہ ان
دونوں دیکھ بھی لیا تو پہچان نہیں سکیں گے چنانچہ وہ بھی اطمینان
سے اندر داخل ہو گیا۔

وہ دونوں ہوٹل کے اوپری کمروں میں جانے کے لیے
لفٹ میں سوار ہو رہے تھے انسپکٹر فولاد خان لفٹ کی طرف

بڑھنے کی بجائے سیڑھیوں کی طرف چل پڑا اور اس نے تیزی سے سیڑھیاں طے کرنی شروع کر دیں۔ اس دوران لفٹ اوپر اٹھنے لگی تھی اور پھر وہ تیسری منزل پر رک گئی۔

فولاد خان جس وقت تیسری منزل کی سیڑھی پر پہنچا وہ دونوں لفٹ سے نکل رہے تھے۔

فولاد خان آڑ میں ہو گیا۔ وہ دونوں لفٹ سے نکل کر ایک کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ گئے ان میں سے ایک نے تالا کھولا اور پھر دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"گڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں ہوٹل کے اس کمرے میں رہتے ہیں" ایک لمحے تک فولاد خان کچھ سوچتا رہا اسے فیصلہ کرنا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے ان دونوں کی نگرانی کرے یا پھر انہیں گرفتار کرے لیکن وہ دوسرے قسم کا آدمی تھا دو مشتبہ آدمی اس کے سامنے آ گئے تھے اب انہیں آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا تھا چنانچہ مناسب فیصلہ کرنے کے بعد وہ اسی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے ایک آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"بیرا" فولاد خان جلدی سے بولا۔

"کیا بات ہے؟"

"ایک پیغام لایا ہوں جناب" فولاد خان نے کہا۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا۔ فولاد خان کا فولادی گھونسہ دروازہ کھولنے والے کی ٹھوڑی پر پڑا تھا وہ اچھل کر فرش کے بیچوں بیچ جا پڑا۔

"یہ اس پیغام کی ابتدا ہے جو میں تمہارے لیے لایا ہوں"

فولاد خان نے اندر داخل ہو کر کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

دوسرا آدمی جو ابھی تک بات سمجھ بھی نہیں سکا تھا جلدی سے آگے بڑھ کر اپنے ساتھی کو اٹھانے لگا۔ پھر اس نے فولاد خان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"انسپکٹر فولاد خان"

"کیا" اس پر دونوں چونک پڑے۔

"ہاں" انسپکٹر فولاد خان۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ فولاد خان کو ہم پہچانتے ہیں۔"

"اوہ یہ بات ہے۔ چلو میری اصلی شکل دیکھ لو۔" فولاد خان نے اپنے چہرے سے پلاسٹک ماسک اتار دی۔ وہ دونوں اچھل پڑے۔

"تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"تمہارا پیچھا کرتے ہوئے۔"

"زندگی چاہتے ہو تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

"زندگی نہیں چاہتا۔" فولاد خان نے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا وہ دونوں بھی لڑنے کے لیے تیار ہو گئے تھے پھر دونوں نے ایک ساتھ فولاد خان پر حملہ کر دیا لیکن فولاد خان ہوشیار تھا۔

دونوں بری طرح ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرائے تھے ان میں سے ایک کے پیٹ پر فولاد خان کی لات پڑی دوسرے کی گردن اس کی گرفت میں آ گئی فولاد خان نے اسے اپنے فولادی پنجے کے شکنجے میں کس کر زمین سے ایک فٹ اونچا اٹھا لیا تھا۔

"ارے چھوڑو۔ مر جاؤں گا۔ ہائے میری گردن ٹوٹی۔" اس کے ہاتھ میں لٹکے ہوئے آدمی نے کہا۔

اتنی دیر میں دوسرا اٹھ کھڑا ہوا اس نے جیب سے ایک لمبا چاقو نکال لیا۔ اور پلٹ کر فولاد خان پر حملہ کر دیا چاقو سے فولاد خان کی آستین کٹ گئی۔ ہلکا سا نشان اس کے بازو پر بھی پڑا اور خون قمیص پہ ابھر آیا۔

بس پھر کیا تھا۔ فولاد خان کو بھی جنون چڑھ گیا چاقو والے نے دوسرا وار کیا تھا لیکن اب اس کی کلائی فولاد خان کی گرفت میں آ گئی اور پھر فولاد خان نے اسے اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ اس نے کئی قلابازیاں کھائیں وہ نیچے گرا تو فولاد خان نے اس کی چاقو والی

کلائی پر جوتا رکھ کر ایک بل کھایا۔ نیچے گرے ہوئے آدمی کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکل گئی اس کی کلائی کی ہڈی چٹ سے ٹوٹ گئی تھی وہ بری طرح زمین پر لوٹیں کھانے لگا۔

اس دوران فولاد خان نے اس شخص کو نہیں چھوڑا تھا جو اس کی گرفت میں تھا۔ اب جو اس نے اسے چھوڑا تو پتہ چلا کہ وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔

دوسری طرف ٹوٹی ہوئی کلائی والا بھی بے ہوش ہو گیا تھا۔ فولاد خان نے جھک کر اس کا چاقو اٹھا لیا اور پھر اسے بند کر کے جیب میں ڈال لیا اس وقت دروازے پر کسی نے دستک دی تھی۔

فولاد خان چونک پڑا، "کون ہے؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بیرا۔"

"بھاگ جاؤ تھوڑی دیر کے بعد آنا۔"

"جی صاحب!" بیرے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔

انسپکٹر فولاد خان نے کچھ دیر سوچا اور پھر اس نے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر دی اس نے ان کی الماری میں رکھے سامان کو ٹٹولا۔ نوٹوں کی کچھ گڈیاں رکھی ہوئی تھیں ان کے علاوہ کپڑے وغیرہ تھے ایسی کوئی چیز نہیں ملی جس سے ان لوگوں کے بارے

ہیں کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر فولاد خاں نے کچھ سوچا پھر وہ ایک طرف رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا اس نے علاقے کے تھانے کو فون کیا۔ فون تھانے کے انچارج نے ریسیور اٹھایا تھا۔

"ہیلو۔ پولیس اسٹیشن۔"

"کون بول رہا ہے؟"

"انسپکٹر تیمور۔"

"میں فولاد خان ہوں۔"

"سپر مین کہو کیا بات ہے؟"

"ہوٹل جبیس آجاؤ۔ چار کانسٹیبلوں کے ساتھ دو آدمیوں کو یہاں سے اٹھانا ہے۔"

"کون ہیں وہ؟"

"آجاؤ بعد میں بتا دوں گا۔"

"آرہا ہوں۔ کمرہ نمبر بتاؤ۔"

"بیس۔ تیسری منزل۔"

"آرہا ہوں۔ تیمور نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پہنچ گیا۔ ہوٹل کا منیجر اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ بہر حال فولاد خان کے کہنے پر دونوں بے ہوش آدمیوں کو وہاں سے نیچے اتار دیا گیا اور پھر وہ ان دونوں بے ہوش آدمیوں کو لے کر تھانے

چل پڑے راستے میں تیمور نے پوچھا۔

"کیا معاملہ ہے؟"

"یہ دونوں اسی انوکھی بلا والے معاملے سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"اوہ، اس کا مطلب ہے خطرناک لوگ ہیں، مگر تم انہیں ہیڈ کوارٹر کیوں نہیں لے گئے؟"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔"

"وہ کیا؟"

"ہیڈ کوارٹر کی نگرانی ہو رہی ہوگی۔ یہاں انہیں لے جانا خطرناک ہوتا۔"

"اوہ! ہاں یہ تو درست ہے۔ اب کیا پروگرام ہے؟"

"انہیں ہوش میں لا کر ان سے معلومات حاصل کرنا ہے ویسے تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔"

"دکھاؤ۔"

"نیچے ایک بریف کیس رکھا ہے اسے نکالو۔ فولاد خان نے کہا۔ اور انسپکٹر نے بریف کیس نکال لیا۔

"کیا ہے اس میں؟"

"کھول کر دیکھو۔" فولاد خان بولا۔ انسپکٹر تیمور نے بریف کیس کھول کر دیکھا اور پھر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اتنے نوٹ۔"

"رشوت میں ملے ہیں۔"

"اوہ میرے خدا! مجھے پتہ ہے تم رشوت نہیں لیتے۔" تیمور بولا۔

"ہاں خدا کا شکر ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ سب تھانے پہنچ گئے۔ دونوں آدمیوں کو لاک اپ میں بند کر دیا گیا۔ پھر انہیں ہوش میں لایا گیا۔ انسپکٹر فولاد خان کو دیکھ کر ان کا دم نکل گیا تھا۔

"ہاں دوستو۔ اب بتاؤ۔"

"ہم کہاں ہیں؟"

"پولیس اسٹیشن۔"

"یہاں کیوں لائے ہو ہمیں؟"

"مہمان ہو تم ہمارے، تمہاری دعوت کرنی ہے۔" فولاد خان نے کہا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے تھے۔

"ہم نہیں سمجھے۔"

"سمجھ جاؤ گے۔ اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔ پہلے یہ بتاؤ کیا کھانا پسند کرو گے یہ ڈنڈا، یہ جوتا یا یہ گھونسے۔"

"یہ زیادتی ہے ہمارے ساتھ۔ آخر ہم نے کیا کیا ہے؟"

"میری جیب میں ٹائم بم رکھا تھا تم نے۔"

"ٹٹ ٹائم بم۔" وہ دونوں بوکھلا کر بولے۔

"ہاں۔ بال بال بچا ہوں میں ورنہ مر گیا ہوتا۔"

"مم۔ مگر ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ اس میں نوٹ ہیں۔" ان میں سے ایک نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"گڈ۔ چلو نوٹ ہی سہی۔ کس نے دیئے تھے وہ نوٹ تمہیں؟" فولاد خان نے پوچھا۔

اب ان دونوں کو احساس ہوا کہ ان سے کیا غلطی ہوئی۔ فولاد خان نے چالاکی سے ان سے اعتراف کرا لیا تھا۔

"کس نے دیئے تھے وہ نوٹ تمہیں؟"

"کون سے نوٹ؟"

"سرخ بریف کیس میں جو تھے۔"

"کونسا بریف کیس؟"

"اوہ اچھا یہ بات ہے۔ تو پھر میں پہلے بریف کیس کا تعارف کرا دوں تم سے۔" فولاد خان نے کوٹ اتارتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں بدحواس نظر آنے لگے۔ "جواب دو گے یا شروع کروں؟"

"ہمیں کچھ نہیں معلوم۔" ان میں سے ایک نے کہا لیکن فولاد خان کے گھونسے نے اس کے جبڑے ہلا دیئے تھے دوسرے کے پیٹ پر اس نے گھوم کر لات رسید کر دی اور پیٹ پکڑ کر نیچے گر پڑا۔

"سرخ بریف کیس کس نے دیا تھا تمہیں؟" فولاد خان نے پوچھا!

"نہیں معلوم - معلوم - اوہ - ہائے مرا۔" وہ چیخنے لگا۔ فولاد خان دونوں کی مرمت کر رہا تھا۔ پٹتے پٹتے دونوں بے ہوش ہو گئے لیکن وہ بھی بات کے پکے تھے۔ بے ہوش ہو گئے مگر زبان نہ کھولی!

"ٹھیک ہے دوستو! میں تمہارے ہوش میں آنے کا انتظار کروں گا۔ اس نے باہر نکل کر انچارج سے کہا "میرے یہ مہمان تمہارے لاک اپ میں رہیں گے اس وقت تو میں جا رہا ہوں۔ دو گھنٹے کے بعد واپس آؤں گا۔ ابھی تو ان کی کچھ اور خاطر کرنی ہے۔"

"تم مطمئن رہو انسپکٹر۔ ہم ان کا پوری طرح خیال رکھیں گے۔" انچارج نے کہا اور انسپکٹر فولاد خان وہاں سے واپس چل پڑا وہ اپنے دوست سارجنٹ گڑبڑ کے لیے سخت پریشان تھا بہرحال وہ جانتا تھا کہ اس نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ اب یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ لوگ اس کی طرف سے محتاط ہو جائیں گے اور دوبارہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کریں گے بہرحال جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

غوطہ خوری کا لباس آ گیا تھا گڑبڑ نے اسے پہن کر دیکھا۔ وہ اس کے بدن پر فٹ تھا۔ اس نے کہا "تمہارا شکریہ مولا بخش بھائی!"

"ارے شکریہ مکریہ کاہے کا رے۔ اپن بھی مسلمان ہے اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا اپن کا بھی فرض بنتا ہے۔ وڑی تم فکر مت کرو اپن تمہارے ساتھ سمندر میں اتریں گا۔"

"سمندر میں؟"

"ارے ہاں رے۔" مولا بخش بولا۔

"تب تو غوطہ خوری کا ایک اور لباس لانا پڑے گا نہیں؟"

"ارے کیا بولتا بیٹا۔ اپن کا زندگی سمندر میں گزرا۔ سمندر ہمارا باپ ہے رے۔ وہ اپن کو کبھی نہیں ڈبویں گا۔"

"گویا تم ۔ گویا تم بغیر غوطہ خوری کے لباس کے اور بغیر آکسیجن ماسک کے نیچے سمندر میں اترو گے۔"

"اڑے بابا اپن آدھا زندگی سمندر میں گزرا، یہ آکسیجن واکسیجن اپن کو نہیں لگنا پڑا۔ تم اپن کا فکر مت کرو۔"

"تمہاری مرضی ہے، تم نے ایک ایسی بات کہی ہے مولا بخش جسے سننے کے بعد میرے لیے تم سے کچھ کہنا ہی بے کار ہے۔"

"اڑے کون سا بات۔" مولا بخش نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے کہا ہے نا کہ تم ایک نیک مقصد کے تحت ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہو۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے اپنے وطن کے لیے۔ پھر میں بھلا تم سے کیا کہہ سکتا ہوں۔" سارجنٹ گڑبڑ نے کہا۔

"اڑے ہاں ڑے، اپن بھی اپنا فرض پورا کرے گا۔ تم فکر مت کرو۔"

"مگر تم تو سمندر میں مچھلیاں پکڑتے ہو۔ اگر تم ہمارے ساتھ لگ گئے، تو اپنا کام کیسے جاری رکھو گے؟"

"اڑے۔ مولا بخش کو تم نے فقیر سمجھا، اڑے بابا اپن کے پاس ابھی اتنا پیسہ ہے کہ اپن دو چار مہینے گھر بیٹھ کر کھا سکتا ہے

ایسا مت بولو ابھی تو اپن کو بہت سا کام کرنا ہے بابا۔ دو چار دن مچھلی نہیں پکڑیں گا تو کون سا مصیبت آ جائیں گا بابا۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ بس تو اب پروگرام بنالو مولا بخش جائی کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

"اڑے بابا پروگرام اپن کو بنانا نہیں آتا، پروگرام تم بناؤ۔" مولا بخش نے کہا۔

"تو پھر ہم نے یہ طے کیا ہے کہ رات کو ہم تینوں کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے بیچوں بیچ جا پہنچیں گے یعنی اس جگہ جہاں آبدوز کے نظر آنے کے امکانات ہو سکتے ہیں، اس کے بعد راحیل تو کشتی میں بیٹھا رہے گا اور ادھر ادھر کی صورت حال پر نگاہ رکھے گا ہم دونوں سمندر میں اتر جائیں گے اور اس آبدوز کو تلاش کریں گے۔" سارجنٹ گڑبڑ نے اپنا پروگرام بتاتے ہوئے کہا۔

"وڑی ٹھیک ہے جیسا تم کہتا ہے۔ ہم ویسا ہی کریں گا" مولا بخش نے کہا راحیل نے بھی اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیا پھر وہ رات ہونے کا بے چینی سے انتظار کرتے رہے سارجنٹ گڑبڑ اب بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ ویسے بھی طاقتور اور تندرست و توانا آدمی تھا چنانچہ یہ معمولی سی تکلیف اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

رات ہوئی تو وہ حسب معمول کشتی لے کر سمندر کی جانب

چل پڑے۔

چاروں طرف ہو کا عالم تھا آسمان پر بادل گھرے ہوئے تھے ستاروں اور چاند کا پتہ نہیں تھا، وہ لوگ کشتی کو سمندر میں آگے بڑھاتے رہے اور کافی دور لے گئے ایک مناسب جگہ پہنچ کر سارجنٹ گڈ بڑ نے کہا۔

"کیا خیال ہے راحیل، یہ جگہ مناسب ہے۔"

"ہاں مناسب ہی معلوم ہوتی ہے میرا خیال ہے ہم سمندر میں کافی دور نکل آئے ہیں۔"

"ہاں مگر ایک بات بتاؤ، کیا تم کشتی سنبھال لو گے۔"

"انشاءاللہ آپ لوگ فکر نہ کریں، میں پوری طرح اس کشتی کو کنٹرول میں رکھوں گا یوں بھی مولا بخش بھائی نے مجھے کشتی چلانا اچھی طرح سکھا دیا ہے، اگر میں تیرنا صحیح طریقے سے نہیں جانتا پھر بھی کام چلا سکتا ہوں، ویسے آپ لوگ کشتی کی طرف سے بالکل مطمئن رہیں۔"

"ٹھیک ہے مولا بخش بھائی مجھے اب بھی حیرت ہے کہ آپ بغیر آکسیجن کے سمندر میں اتریں گے۔"

"ارے بابا تم حیرت ویرت مت کرو، نیچے چلو نیچے" مولا بخش نے ہنستے ہوئے کہا اور سارجنٹ گڈ بڑ نے کشتی سے نیچے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

مولا بخش بھی اس کے ساتھ ہی نیچے اتر گیا تھا، سارجنٹ گڈ بڑ نے متحیرانہ نگاہوں سے دیکھا کہ مولا بخش کسی مچھلی ہی کی طرح سمندر کی گہرائیوں میں تیر رہا ہے، سارجنٹ گڈ بڑ بھی گہری نگاہوں سے ادھر ادھر کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سطح سمندر پر بلند ہو کر سانسیں لیتے، آکسیجن پھیپھڑوں میں بھرتے اور پھر گہرائیوں میں میں چلے جاتے ان کی تیز نگاہیں آبدوز کے ہیولے کو تلاش کر رہی تھیں۔

لیکن دو گھنٹے تک مسلسل تلاش کرنے کے باوجود انہیں آبدوز کا کہیں پتہ یا نشان نہیں ملا۔ اوپر سطح سمندر پر راحیل دور دور تک نگاہ جمائے سطح سمندر کا جائزہ لے رہا تھا اس کی نگاہیں اس بلا کو تلاش کر رہی تھیں دل میں ہلکا سا خوف بھی تھا۔ لیکن بہرطور ان لوگوں کے ساتھ وہ بھی کافی دلیر ہو گیا تھا اور پھر اس کی نگاہوں میں ایک مقصد تھا اپنی زندگی اگر دوسروں کی بقا کے لیے قربان کر دی جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں ہے وہ سوچ رہا تھا۔

دو گھنٹے کے بعد سارجنٹ گڈ بڑ اور مولا بخش واپس کشتی پر پہنچ گئے۔ سارجنٹ گڈ بڑ نے مولا بخش سے کہا۔

"مولا بخش بھائی آج کا کام ختم۔ اس سے زیادہ سمندر میں

رکنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لیکن ہم ہمت نہیں ہار یں گے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس وقت تک یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا جب تک کے آبدوز کے بارے میں صحیح پتہ نہ لگا لوں چنانچہ اب اگر آپ چاہیں تو مچھلیاں پکڑ سکتے ہیں ورنہ پھر واپس چلیں۔"

"ارے میں بابا! ابھی اپن مچھلیاں نہیں پکڑیں گا۔ ابھی اپن بہت تھک گیا ہے، چلو واپس چلو" مولا بخش نے کہا اور ان لوگوں نے کشتی واپس ساحل کی جانب موڑ دی اور پھر وہ تینوں کافی رات ڈھلے گھر پہنچ گئے۔

انسپکٹر فولاد خان، نوٹوں سے بھرے تین بریف کیس ڈی آئی جی صاحب کے آفس میں داخل ہو گیا۔ ڈی آئی جی صاحب نے اس کی درخواست سن کر اسے فوراً بلوا لیا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سرخ رنگ کے مخصوص طرز کے بریف کیس دیکھ کر ڈی آئی جی صاحب تھوڑے سے متعجب ہو گئے اور پھر مسکراتے ہوئے بولے!

"بیٹھو بھئی، کیا لے آئے۔ کیا چیز ہے اس میں؟" انہوں نے فولاد خان سے کہا اور فولاد خان مسکراتا ہوا ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کھول کر دیکھ لیجئے جناب، ایک تحفہ ہے آپ کے لیے

فولاد خان نے کہا اور ڈی آئی جی صاحب نے ایک بریف کیس اپنی جانب کھسکا لیا، پھر جب انہوں نے بریف کیس کے لاک کھولے، تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ارے اتنے سارے نوٹ۔ اور اس دوسرے بریف کیس میں؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

"ان سب میں نوٹ ہی بھرے ہوئے ہیں۔"

"مگر یہ تو۔ یہ تو لاکھوں روپے کے نوٹ ہوئے! یہ سمجھا نہیں۔ اوّل تو یہ بتاؤ کہ یہ کہاں سے آئے، دوسری بات یہ کہ تم انہیں یہاں کیوں لائے ہو؟"

"یہ مجھے رشوت ملی ہے جناب۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"رشوت؟"

"جی ہاں رشوت!"

"کس نے دی ہے؟"

"کچھ نامعلوم لوگوں نے!"

"اوہ، اوہ۔" ڈی آئی جی صاحب پر خیال انداز میں کچھ سوچنے لگے۔ پھر بولے۔ "لیکن یہ تمہیں کس طرح دیئے گئے ہیں؟"

"سر میں نے ان بریف کیسوں کو اپنی جیپ میں پایا ہے، اور ان کے ساتھ ہی یہ خط بھی ملے ہیں۔" انسپکٹر فولاد خان خط نکال کر ڈی آئی جی صاحب کے سامنے رکھ دیئے۔ ڈی آئی جی صاحب

خط اٹھا کر پڑھنے لگے تھے ... میں حیرت کے آثار تھے۔

"اور میں سمجھ گیا۔ یہ وہی معاملہ ہے، تمہارا کیا خیال ہے وہی معاملہ ہے نا۔"

"سو فیصدی وہی ہے، اب ان لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے، وہ مجھے رشوت دے کر اس بلا کی تلاش سے روکنا چاہتے ہیں۔"

"اوہو، اوہو، اس کا مقصد ہے گویا اب انہیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ وہ لوگ ہماری کارروائیوں سے تھوڑے بہت گھبرائے بھی ہیں۔ ورنہ اتنی بڑی رقم کی پیش کش نہ کرتے۔"

"ہاں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے، لیکن۔ لیکن مجھے ذرا تفصیل بتاؤ۔" ڈی آئی جی صاحب نے کہا اور انسپکٹر فولاد خان انہیں جیپ میں ملنے والے بریف کیسوں کے بارے میں تفصیلات بتانے لگا۔ ڈی آئی جی صاحب گہری سوچ میں پڑ گئے تھے، آخر میں انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"اور آج میں نے کم از کم ان دو کو ضرور پکڑ لیا ہے، جو یہ بریف کیس میری جیپ میں رکھنے کا باعث بنے تھے۔"

"کیا مطلب؟" ڈی آئی جی صاحب چونک کر بولے۔

"جی ہاں وہ تھانے میں بند ہیں۔"

"ذرا اس بارے میں بھی تفصیل بتاؤ۔ کون ہیں وہ لوگ؟" ڈی آئی جی صاحب نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہمارے ہی ملک کے باشندے ہیں، انہوں نے میری جیب میں بریف کیس رکھا اور میں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا اس طرح میں نے انہیں ایک ہوٹل کے کمرے میں پایا اور پھر وہاں سے گرفتار کر کے تھانے لے آیا۔" انسپکٹر فولاد خان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"تم انہیں ہیڈ کوارٹر کیوں نہیں لائے؟"

"اس لیے نہیں لایا جناب کہ ممکن ہے میری نگرانی کی جاتی ہو، اگر میں انہیں ہیڈ کوارٹر لاتا تو پھر ہمارے دشمنوں کو اس بارے میں فوراً پتہ چل سکتا تھا اس لیے میں نے چالاکی سے تھانے کے انچارج کو بلا کر ان لوگوں کو اس کے حوالے کر دیا۔ اور انچارج ان لوگوں کو تھانے لے آیا۔"

"ہوں، انہوں نے زبان کھولی؟"

"ابھی تک تو نہیں کھولی جناب، لیکن میرا نام بھی انسپکٹر فولاد خان ہے۔ وہ زبان کھولیں گے نہیں تو میں ان کی زبانیں نکال کر ہتھیلی پر رکھ دوں گا۔" فولاد خان نے سفاک لہجے میں کہا اور ڈی آئی جی صاحب مسکرانے لگے۔

"یہ بھی کام کی چیز ہوں گے وہ دونوں ذرا احتیاط رکھنا۔"

"آپ بالکل فکر نہ کریں ڈی آئی جی صاحب۔ میں بڑی احتیاط سے ان کی زبانیں باہر نکالوں گا۔" انسپکٹر فولاد خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہرطور تم جس طرح بھی مناسب سمجھو کام کرو۔ میں تمہاری کامیابی کی دعا کر رہا ہوں۔"

"بس آپ ہی کی دعاؤں کے سہارے مجھے کامیابی کے راستے ملیں گے ڈی آئی جی صاحب، یہ نوٹ اپنی تحویل میں لے لیجیے، مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرطور یہ نوٹ ہمارے دشمنوں کی طرف سے ہمارے لیے تحفہ ہیں، اس تحفے کو آپ سرکاری مال خانے میں جمع کرا دیجیے گا تاکہ مناسب جگہ صرف ہو سکے۔"

ڈی آئی جی صاحب تحسین آمیز نظروں سے انسپکٹر فولاد خان کو دیکھنے لگے، پھر نہایت پُرمحبت لہجے میں بولے۔

"ہمیں تم پر ناز ہے انسپکٹر فولاد خان، تم جیسے نیک اور ایماندار آفیسرز ہمارے محکمے میں ذرا کم ہی ہیں لیکن تمہاری بلندی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال ایک بار پھر تمہارا شکریہ۔ میں دلی دعا کرتا ہوں کہ خدا اس مشن میں تمہیں کامیابی عطا فرمائے۔"

ڈی آئی جی نے کہا اور انسپکٹر فولاد خان نے کھڑے ہو کر سیلوٹ

کیا۔ پھر وہ وہاں سے باہر نکل آیا ابھی اسے اپنے دفتر میں کچھ
اور کام بھی کرنے تھے ان کاموں میں وہ ایسا منہمک ہوا کہ اسے
وقت کا احساس ہی نہ ہو سکا کئی گھنٹے گزر گئے پھر جب اس کے
ایک ساتھی نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر گردن اٹھا کر
اسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے جاوید۔"

"بھئی اٹھو گے نہیں، دیکھو تو سہی کیا وقت ہو گیا ہے۔"

"ایں، کیا وقت ہو گیا ہے۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا اور پھر اسے
اندازہ ہو گیا کہ اب تو رات ہو گئی ہے، حالانکہ اسے شدید حیرت
ہوئی تھی۔ کام میں وہ کچھ ایسا منہمک ہوا تھا کہ اسے وقت گزرنے
کا احساس ہی نہ ہوا تھا اب جو اس نے دیکھا کہ رات ہو گئی تو اس
کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کمال ہے بھئی مجھے تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا کہ میں کتنی دیر
یہاں بیٹھا۔ ابھی تو مجھے اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں، ادھر
میں تو کہہ کر آیا تھا کہ میں دو گھنٹے میں واپس آ رہا ہوں۔ خیر کوئی
بات نہیں ہے۔"

جاوید چلا گیا اور انسپکٹر فولاد خان روانگی کی تیاریاں کرنے لگا
اسے تھانے جانا تھا۔ ابھی وہ اپنے دفتر سے نکلا بھی نہیں تھا۔
کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"فولاد خان۔" وہ آہستہ سے بولا

"او فولاد خان جتنی جلدی ممکن ہو سکے تھانے آ جاؤ، میں
تمہارا دوست بول رہا ہوں۔"

"کیوں کیا بات ہے، خیریت تو ہے، تمہاری آواز میں لرزش
ہے۔"

"آ جاؤ ذرا آ کر دیکھ لو یہاں کیا ہو گیا۔" دوسری طرف سے
جواب ملا اور فون بند کر دیا گیا۔

فولاد خان حیران رہ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ تیزی سے
باہر نکل آیا اور چند لمحات کے بعد اس کی جیپ برق رفتاری سے
تھانے کی جانب جا رہی تھی۔

راستہ بھر انسپکٹر فولاد خان پریشان رہا پتہ نہیں تھانے میں کیا ہوا ضرور کوئی خاص بات تھی ورنہ انچارج اس طرح سے فون کر کے نہ بلاتا جب اس نے تھانے سے دھواں بلند ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"یہ کیا ہوا۔" اس نے تعجب سے سوچا اور جیپ کی رفتار کچھ اور تیز کر دی چند لمحوں میں وہ تھانے پہنچ گیا تھا تھانے کے اندرونی حصوں میں ابھی تک آگ سلگ رہی تھی تمام کانسٹیبل باہر کھڑے ہوئے تھے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں کافی دیر سے آگ بجھانے کی کوشش کر رہی تھیں اور اب بھی اپنی اس کوشش میں مصروف تھیں کچھ لاشیں تھانے سے باہر رکھ دی گئی تھیں جن پر سفید

کپڑے ڈال دیئے گئے تھے انچارج تھوڑے ہی فاصلے پر موجود تھا انسپکٹر فولاد خان کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف لپکا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

"میں نے ڈی آئی جی صاحب کے گھر فون کر دیا ہے۔ ایس پی صاحب ابھی ابھی دو منٹ پہلے گئے ہیں کافی دیر پہلے یہ آگ لگی تھی۔"

"مم۔ مگر۔ یہ سب ہوا کیسے؟" انسپکٹر فولاد خان نے پوچھا۔

"بس فولاد خان یوں سمجھ لو۔ تمہارے وہ دونوں شکار ہمارے لیے مصیبت بن گئے ہیں۔"

"وہ ہیں کہاں؟" فولاد خان نے پوچھا۔

"ان کی لاشیں وہ سامنے رکھی ہوئی ہیں۔" انچارج نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لاشیں۔" فولاد خان حیرت سے اچھل پڑا۔

"ہاں لاشیں۔"

"مگر کیسے؟ آخر کیسے؟"

"بس تمہیں کیا بتاؤں فولاد خان ایک منٹ رکو غلام علی ادھر آؤ او غلام علی۔" انچارج نے ایک کانسٹیبل کو بلایا اور غلام علی تھر تھر کانپتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اس نے بڑی مشکل سے فولاد خان کو سیلوٹ کیا تھا۔

"آں ہاں جی سرکار کیا بات ہے؟"

"غلام علی فولاد خان کو بتاؤ تم نے کیا دیکھا؟"

"سرکار میں" "میں تھانے کے پچھلے حصے میں ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے گیا تھا جب میں پیشاب خانے سے باہر نکلا تو میں نے ایک گٹر کا ڈھکن اوپر اٹھتے ہوئے دیکھا مجھے تعجب ہوا کہ گٹر میں کون گھس گیا ہے میں تو یہی سمجھا سرکار کہ کوئی ایسا آدمی ہے جو کسی کو آزاد کرانے کے لیے آیا ہے میں پیشاب خانے ہی کی آڑ میں ہو کر اسے دیکھنے لگا اور سرکار میں نے جو کچھ دیکھا بس میں آپ کو بتا نہیں سکتا گٹر کا ڈھکن ایک طرف ہٹ گیا پھر اس میں سے ایک سر باہر نکلا گنجی کھوپڑی ایسا ہولناک سر کے سرکار میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا اس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں چھوٹا سا دہانہ تھا مگر اس میں دانت اس طرح جمے ہوئے تھے کہ دیکھ کر آدمی بے ہوش ہو جائے سرکار وہ باہر نکلا تو اس کا بدن ننگا تھا بس وہ چھوٹا سا کچھا پہنا ہوا تھا اور بہت ہی لمبے قد و قامت کا مالک تھا وہ عجیب سوکھی سڑی سی شخصیت جب باہر نکلا تو اسے دیکھ کر میری گھگھی بندھ گئی اس نے میری آواز نہیں سنی تھی وہ سیدھا تھانے کی عمارت کی طرف چل پڑا نجانے کس طرح میرے حلق سے ایک چیخ کی آواز نکل گئی تھی مگر سننے والا کوئی نہیں تھا میں نے

آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن سرکار میرے پاؤں جم کر رہ گئے تھے میری ہمت ہی نہ پڑی کہ میں آگے بڑھتا اتنی دیر میں، میں نے اندر سے چیخوں کی آوازیں سنیں ہمارے دو کانسٹیبلوں کو اس نے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تھا پھر وہ تھانے کے لاک اپ میں پہنچا اور اس نے تھانے کے لاک اپ کا گیٹ کھول دیا اس گیٹ کو سرکار اس نے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا اندر داخل ہو کر اس نے ان دونوں کی گردنیں دبا کر انہیں مار ڈالا اس کے بعد سرکار اس نے اس عمارت میں آگ لگا دی یہ سارا ہنگامہ ہوا اور پھر وہ اس گٹر کے راستے واپس چلا گیا۔"

"یہ ساری باتیں تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں؟"

"نہیں سرکار میں تو بس وہیں پیشاب خانے کے برابر کھڑا ہوا تھا بعد کی باتیں مجھے دوسرے لوگوں نے بتائی ہیں،" غلام علی نے کہا انسپکٹر فولاد خان ششدر رہ گیا تھا اس کے چہرے پر شدید غم و غصے کے آثار تھے یہ جو کچھ ہوا تھا اس کی توقع کے خلاف تھا ان دونوں آدمیوں سے تو بہت سی معلومات حاصل ہونے کی توقعات وابستہ تھیں۔ لیکن وہ دونوں ہلاک کر دیئے گئے تھے اسی بلا کے ذریعے وہ سوچتا رہا پھر اس نے انچارج سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں"

"نہیں بھائی تمہاری وجہ سے کیوں ظاہر ہے وہ مجرم تھے تم نے انہیں مجرم ہی کی حیثیت سے پکڑا تھا ابھی جو کچھ ہوا ہے ممکن ہے میں خود ہی انہیں گرفتار کرتا تو یہ اس وقت بھی ہو سکتا تھا ہم سب پولیس کے لوگ ہیں ہمارا کام بھی مجرم کو ختم کرنا ہے ایسی کوئی واردات ہو جائے تو ظاہر ہے کسی کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

"اب تم کیا کرو گے۔؟"

"کچھ نہیں بس میں نے رپورٹ بھجوادی ہے دیکھیں ایس پی صاحب اور ڈی آئی جی صاحب اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں تھانے کی عمارت خاصی خراب ہو گئی ہے اس کو ٹھیک ٹھاک کرنا پڑے گا ابھی تک تو آگ جل رہی ہے اس کے بعد اسے درست کرنا ہوگا جب تک یہ عمارت دوبارہ مرمت نہ ہو جائے اس میں تھانہ رکھا ہی نہیں جا سکتا اب یہ سارے کام تو آفیسروں کے ہیں دیکھتے ہیں وہ کس عمارت میں تھانہ قائم کرتے ہیں۔"

"ان لاشوں کو پولیس اسپتال بھجوا دینا تم ان کے بارے میں اپنے روزنامچے میں بتا سکتے ہو کہ انہیں میں نے گرفتار کیا ہے اس کی میں تصدیق کر دوں گا۔"

"بہتر ٹھیک ہے میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں؟"

"نہیں بس شکریہ دوست۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا دفعتاً اسے کچھ خیال آیا اور اس نے غلام کو آواز دی۔

"غلام علی ادھر آؤ۔"

"جی سرکار۔ غلام علی اس کے پاس پہنچ گیا۔"

"ذرا چلو مجھے وہ گٹر دکھاؤ جہاں سے وہ بلا اندر آئی تھی۔"

"آیئے سرکار۔ غلام علی نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ اس گٹر کے قریب پہنچ گئے۔ گٹر کے آس پاس اس بلا کے پیروں کے نشانات تھے ڈھکن ہٹا ہوا تھا بعض جگہ کیچڑ کے نشان بنے ہوئے تھے یہ نشان تھانے کی عمارت تک آتے تھے یقیناً ہی یہ بلا کے پیروں کے نشانات تھے انسپکٹر فولاد خان نے چند منٹ تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے غلام علی سے کہا۔

"تم اس گٹر میں اتر سکتے ہو؟"

"مجھے جی سرکار۔ ہم۔ میں تو موٹا ہوں پھنس جاؤں گا اس میں؟"

"نہیں پھنسو گے گٹر کافی کشادہ ہے۔"

"س۔س۔سرکار۔"

"غلام علی پولیس والوں کو ہر کام کے لیے تیار رہنا چاہیے آؤ میں بھی تمہارے ساتھ نیچے چل رہا ہوں یہ غلام علی کی تو گھگھی

بندھ گئی تھی لیکن یہ اس کے آفیسر کا حکم تھا اس لیے ٹال بھی نہیں سکتا تھا۔ لیے بھی فولاد خان کے پیچھے اترنا پڑا انسپکٹر فولاد خان اس گٹر میں اتر گیا۔

گٹر زیادہ گندا نہیں تھا نیچے کی زمین سوکھی ہوئی تھی بس کہیں کہیں کیچڑ کے دھبے نظر آ رہے تھے غالباً ادھر سے پانی ذرا کم ہی گزرتا تھا وہ کافی دور تک آگے بڑھتا رہا لیکن اسے کوئی نشان نہیں ملا تھا تھوڑی دیر چلنے کے بعد وہ واپس آیا اور چند لمحات گٹر کے اوپر پہنچ گیا غلام علی کی حالت بری تھی بدبو سے اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا باہر آ کر وہ کھلی ہوا میں گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ انسپکٹر فولاد خان کسی گہری سوچ میں گم تھا تھانے کی عمارت کی آگ اب بجھ چکی تھی جگہ جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ فائرمین اب واپسی کی تیاریاں کر رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس چلے گئے تو انسپکٹر فولاد خان بھی اپنی جیپ میں بیٹھ کر اپنے گھر کی جانب چل پڑا اس کے ذہن میں لاتعداد منصوبے گردش کر رہے تھے گٹر لائن میں اترنے کے بعد اسے ایک نیا احساس ہو رہا تھا ایک نیا خیال اس کے ذہن میں ابھر رہا تھا یہ بلا کئی بار گٹر لائنوں کے ذریعے مختلف جگہوں پر پہنچی ہے آخر یہ رہتی کہاں ہے کیا کسی گٹر لائن ہی میں۔ اگر کسی گٹر لائن میں رہتی ہے تو پھر اس کے لیے کچھ کرنا چاہیئے کوئی ایسی ترکیب

جس سے اس کو گرفتار کیا جائے وہ بہت دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دے دیا۔ دوسرے دن وہ میونسپل کارپوریشن پہنچ گیا جہاں اس نے کارپوریشن کے چیف انجینئر سے ملاقات کی چیف انجینئر نے اس کا نام سن کر اسے اپنے کمرے میں بلوا لیا فولاد خان سے ہاتھ ملانے کے بعد اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

فرمایئے انسپکٹر میں آپ کا نام تو بہت سن چکا ہوں اور خاص طور سے آج کل جو حالات پیش آ رہے ہیں آپ کی محنت قابل داد ہے فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

"انجینئر صاحب مجھے آپ سے ایک اہم مشورہ کرنا ہے اور ایک اہم کام لینا ہے۔"

"جی ہاں۔ جی ہاں فرمایئے۔ کیا کام ہے؟ کیا مشورہ کرنا ہے آپ کو۔؟"

"انجینئر صاحب میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا آپ کے پاس ہمارے شہر کے نیچے بچھی ہوئی گٹر لائن کا مکمل نقشہ موجود ہے۔"

"کیوں نہیں۔ یہ نقشے رکھے جاتے ہیں۔"

"میں وہ نقشہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں کوئی خاص بات ہے۔؟"

"جی ہاں آپ مجھے وہ نقشہ منگوا دیجیے۔"

"ایک نقشہ نہیں بلکہ کئی نقشے ہیں ہر علاقے کے نقشے الگ الگ ہیں۔"

"اچھا یہ بتایئے کہ پورے شہر میں جو گٹر لائنیں بچھی ہوئی ہیں ان کا آپس میں ایک دوسرے سے تعلق ہے۔"

"سو فیصدی ہے ظاہر ہے یہ جال اسی طرح بچھایا گیا ہے کہ تمام گٹر ایک دوسرے سے منسلک رہیں اور پھر ان سب کو سمندر میں گرا دیا جاتا ہے۔"

"خوب۔ اب آپ نقشے منگوا لیجئے۔" فولاد خان نے کہا اور چیف انجینیر نے اپنے ماتحت کو بلا کر نقشے طلب کر لیے تھوڑی دیر کے بعد وہ نقشے پھیلائے پنسل سے نشانات لگا لگا کر فولاد خان کو تمام تفصیل بتا رہا تھا فولاد خان نے یہ تمام گٹر لائنوں کے نقشے ذہن میں محفوظ کر لیے پھر اس نے کہا۔

"اگر ہم تین دن کے لیے یہ گٹر لائن بند کر دیں تو اس سے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے شہر میں جگہ جگہ گندگی پیدا ہو جائے گی اور پانی کی نکاسی نہیں ہو سکے گی۔"

"صرف تین دن کے لیے ایسا کرنا ہوگا ممکن ہے ہمارا کام ایک آدھ دن میں ہی ہو جائے لیکن ہم ان تین دنوں میں یہ گٹر لائن بند کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔"

"میں اس سلسلے میں آپ کو ایک مشورہ دے سکتا ہوں انسپکٹر فولاد خان۔"

"جی جی فرمایئے۔"

"ہم نے زیر زمین گٹروں کا جو سلسلہ رکھا ہے اس میں ایک خاص سسٹم رکھا ہے۔ یعنی ہم اگر چاہیں تو کسی ایک علاقے کے گٹر کھول سکتے ہیں اور وہاں سے پانی کی نکاسی کر سکتے ہیں۔"

"نہیں مجھے پورے شہر ہی کی ناکہ بندی کرنی ہے میں چاہتا ہوں ان گٹر لائنوں کا پانی کم سے کم ہو جائے اور اس سلسلے میں میں کچھ اور کارروائی بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی جی فرمایئے۔"

"بس آپ میری اتنی مدد کیجئے کہ ان گٹر لائنوں کو بند کرنے کے لیے ایک آدمی فراہم کر دیجئے۔"

"آپ کس طرح انہیں بند کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں ان کے مین پوائنٹ بند کرنا چاہتا ہوں میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص ایک لائن سے گزر رہا ہو تو وہ وہیں پھنس کر رہ جائے ہم اس سلسلے میں اس قسم کی کارروائی کرنا چاہتے ہیں۔"

"یہ کارروائی ہو سکتی ہے اس میں کوئی بہت زیادہ مشکل

نہیں ہوگی۔ بس ہمیں کچھ افراد کی ضرورت پیش آئے گی۔"

"پولیس کے افراد آپ کی امداد کے لیے حاضر ہوں گے۔"

"مگر ایک بات بتائیے اس سے آپ کا مقصد کیا ہے۔"

"کچھ نہیں بس ایک شبہے کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں تین دن یہ تصدیق کر لینے کے بعد اپنا عمل دہراؤں گا۔

"اچھا ٹھیک ہے ہم آپ کی یہ مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔"

"تو پھر کل سے اس سلسلے میں کام کرنا شروع کر دیا جائے۔"

"دن میں یا رات میں" چیف انجینئر نے پوچھا۔

"اگر رات میں آپ یہ کام کرا سکتے ہیں تو پھر آج رات ہی کیوں نہ سہی۔" "میں آپ کے لیے آدمی مہیا کر دوں گا۔"

"ایسا ہو جائے گا آپ مطمئن رہیں آپ شام کو پانچ بجے مجھے کم از کم پچاس آدمی مہیا کر دیجئے۔ گاڑیاں وغیرہ میں فراہم کر دوں گا اور یہ گٹر لائن بند ہو جائے گی۔"

"ایک بات اور بتائیے کیا وہ جگہ بند ہو سکتی جہاں سمندر میں پانی پھینکا جاتا ہے۔" انسپکٹر فولاد خان نے پوچھا۔

"ہاں۔ وہاں تو خاص انتظام ہے لیکن بالکل بند نہیں ہو گی لیسے بڑے بڑے فولادی جنگلے ہم نے تیار کیے ہیں جنہیں اگر ہم چاہیں تو مین گٹر پر ڈال کر اسے بند کر سکتے ہیں۔

"فولادی جنگلے۔" فولاد خان کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں

"جی ہاں۔"

"ان جنگلوں کی موٹائی کتنی ہو گی۔"

"اتنی موٹی کہ شدید ترین بہاؤ انہیں نہیں بہا سکتا۔

"خوب بہت خوب۔ کیا یہ ممکن ہے چیف انجینئر صاحب کہ ان جنگلوں میں کرنٹ چھوڑا جا سکے۔"

"کیوں نہیں اگر ہم کنکشن ان لائنوں سے اس جنگلے تک پہنچا دیں تو جنگلے میں کرنٹ پھیل سکتا ہے۔"

"ویری گڈ۔ ویری گڈ۔ تب براہ کرم آپ اس سلسلے میں پولیس کی مدد کیجئے شام کو پانچ بجے ہم وہ جگہ بند کر دیں گے اور اس میں کرنٹ پھیلا دیں گے تاکہ نہ وہاں سے کوئی اس طرف آ سکے اور نہ اس طرف جا سکے۔"

"کیا آپ کو کسی کے آنے جانے کا خطرہ ہے۔"

"جی ہاں۔ میں اس خونخوار بلا کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں۔"

"اوہ۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ لیکن اس کے لیے میں ایک مشورہ اور دوں آپ کو؟"

"جی جی فرمائیے۔"

"کیا آپ اپنے آدمیوں کو گٹر میں اتاریں گے؟"

"ہاں میرے ذہن میں یہی بات ہے۔"

"ایسا نہ کیجئے میں آپ کو اس کی ایک بہتر ترکیب بتا دیتا ہوں ہمارے پاس ایک خاص قسم کی گیس ہوتی ہے اگر یہ گیس ہم گٹر لائن میں چھوڑ دیں تو وہ گٹر لائن میں موجود ہر ذی روح کو بیہوش کر دے گی یہ گیس ہم کبھی کبھی گٹر لائن میں پیدا ہو جانے والے چوہوں اور دوسرے حشرات الارض کے لیے چھوڑتے ہیں اتنی طاقتور گیس ہوتی ہے کہ یہ تمام جانور بے ہوش ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں اگر آپ چاہیں تو انسانوں کی زندگی کا خطرہ مول لیئے بغیر ان لائنوں میں گیس چھوڑ سکتے ہیں۔"

"اوہ۔"

"یہ گیس تو میرا خیال ہے اوپر کے مین ہول ہی سے داخل کی جا سکتی ہے۔"

"ہاں اور جب اسے گٹر لائن سے نکالنا ہو تو ایک آدھے گھنٹے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

"تو پھر آپ اس کا انتظام کر لیجیئے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اوپر سے احکامات دلوا سکتا ہوں۔"

"جی ہاں اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے سے مجھے اس سلسلے میں احکامات دلوا دیں۔"

"بے شک ایسا ہی ہوگا آپ تیاریاں مکمل رکھیئے بس اپنے اعلیٰ آفیسران سے بات کر کے میئر صاحب کو اس سلسلے میں اطلاع بھجوائے دیتا ہوں۔" فولاد خان نے کہا اور چیف انجینئر نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس کی بھرپور مدد کا وعدہ کیا۔

انہوں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ مولا بخش بھی مست مولا تھا اس نے کمانا دھانا چھوڑ دیا تھا۔ سارجنٹ گوڈ بڑ نے ایک بار اس سے کہا تو وہ بولا۔

"دیکھو پولیس صاب اپن بہت کڑکا آدمی ہے اپن مولا بخش کا مولا بہت بڑا ہے۔ اپن کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ دو تین مہینے بھی بیٹھ کر کھا سکتا ہے۔ اس لیے فکر مت کرو تم اپنا کام کرو۔"

آج چھٹا دن تھا حسب معمول وہ شام کو سمندر کے دور دراز جگہوں میں نکل جاتے ان کے پاس مچھلیاں پکڑنے کے جال ہوتے لیکن صرف راحیل اوپر رہ جاتا اور وہ دونوں پانی میں

اتر جاتے اور پھر سمندر کی گہرائی میں وہ آبدوز کو تلاش کرتے ابھی تک انہیں کامیابی نہیں حاصل ہوئی تھی۔ آج تو وہ کشتی بہت دور لے آئے تھے اتنی دور کہ چار گھنٹے تک تو سمندر کے سینے پر سفر ہی کرتے رہے تھے اتنی دور مچھلی کا شکار کرنے کے لیے آنے کی ہمت کوئی مچھیرا نہیں کر سکتا تھا وہ زیادہ سے زیادہ دو تین اور چار میل دور نکل آتے تھے لیکن آج مولا بخش کشتی کھینچتا ہوا کھلے سمندر میں آ گیا تھا ہر چند کہ ہوا موافق تھی اور کشتی کو زیادہ ہچکولے نہیں لگ رہے تھے لیکن اس طرح سمندر میں نکل آنا ہی خطرناک بات تھی ایسے کھلے سمندر میں تو زیادہ سے زیادہ لانچیں آ سکتی ہیں ورنہ پھر جہاز چلتے ہیں لیکن آج یہ چھوٹی سی کشتی یہاں آ گئی تھی مولا بخش نے پانی میں اترتے ہوئے راحیل کو سمجھایا تھا۔

"دیکھو ڑے ابی تم جیسا اپن بولے ایسا کشتی سنبھال کر رکھنا آج ام بہت دور نکل آیا ہے پن کیا کرے ابھی اور آبدوز ملتا نئیں اسے پھر ادھر تلاش کریں گا۔"

"تم فکر نہ کرو مولا بخش بھائی میں کشتی سنبھالے رکھوں گا میرا وعدہ ہے۔" راحیل نے کہا تھا اور مولا بخش نے مسکرا کر گردن ہلا دی تھی۔

"او ٹھیک ہے ہاں ڑے ہم جانتا اے تم بہادر آدمی اے

اور بہادر آدمی اپنا ہمت سے کام کرتا ہے۔

مولا بخش سارجنٹ گوڈبڑ کے ساتھ سمندر میں اتر گیا اور حسب معمول وہ گہرائیوں میں جانے لگے ان کی آنکھیں قرب و جوار میں دور دور تک تلاش کر رہی تھیں آج وہ تہیہ کر کے آئے تھے کہ چاہے میلوں دور تک کا سمندر کھنگال لینا پڑے وہ اس آبدوز کو تلاش کر کے ہی جائیں گے اور جب انسان کسی سلسلے میں مکمل ارادہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے وہ لوگ تقریباً دو گھنٹے تک مسلسل پانی میں غوطے لگاتے رہے اور سمندر کی تہہ کھنگالتے رہے تھوڑی دیر کو سطح سمندر پر آتے سانس لیتے اور پھر نیچے چلے جاتے اس دوران وہ کافی دور دور تک گئے تھے لیکن دو یا ڈھائی گھنٹے کی شدید مشقت کے باوجود انہیں آبدوز کا سراغ نہ ملا تھا اور اب ان کے دل میں مایوسی گھر کرتی جا رہی تھی اس سے زیادہ ایک انسانی بدن سمندر سے جنگ کرنے کی قوت نہیں رکھتا ان کے دلوں میں مایوسی سی بھرتی جا رہی تھی آج وہ پھر ناکام رہے تھے حالانکہ وہ فیصلہ کر کے آئے تھے کہ آج ناکام واپس نہیں لوٹیں گے لیکن تقدیر ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی پھر وہ ایک سمندری جھاڑ سے گزر رہے تھے کہ دفعتاً ٹھٹھک کر رہ گئے ایک تیز روشنی سمندری جھاڑ پر پڑی تھی اور پانی میں اس روشنی کا

تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا سارجنٹ گوڈبڑ نے مولا بخش کا ہاتھ پکڑا اور جلدی سے جھاڑی کی آڑ میں چھپ گیا یہ روشنی پانی میں تیرتی ہوئی سنبھلتے کتنی دور تک پہنچ گئی تھی اور وہ اس روشنی کا راز ابھی تک نہیں جان پائے تھے۔

سارجنٹ گوڈبڑ کو اپنی فکر تو نہیں تھی بس وہ مولا بخش کے لیے پریشان تھا کیونکہ مولا بخش حسب عادت اس وقت بھی غوطہ خوری کا لباس نہیں پہنے ہوا تھا وہ زیادہ دیر پانی کے نیچے نہیں رہ سکتا تھا ویسے بھی سارجنٹ گوڈبڑ کو انتہائی حیرت تھی کیونکہ مولا بخش آدھے گھنٹے سانس لیے بغیر پانی کے نیچے رہ سکتا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بڑی مشق کی تھی وہ مچھلیوں ہی کی طرح پانی میں سانس لینے کا عادی ہو گیا تھا لیکن یہ سانس پتہ نہیں وہ کس طرح لیتا تھا سارجنٹ گوڈبڑ کو تو بڑی حیرت تھی اور اس نے بارہا کہا تھا کہ مولا بخش تو اس سلسلے میں ایک عجیب و غریب انسان ہے اگر دنیا والوں کو اس کے بارے میں پتہ چل جائے تو وہ یقین نہ کریں بہرحال روشنی تھوڑی دیر ادھر ادھر تیرتی رہی اور اس کے بعد معدوم ہو گئی ایک دم سے سمندر میں تاریکی چھا گئی تھی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ روشنی کہاں سے آئی ہے پھر سارجنٹ گوڈبڑ نے مولا بخش کا ہاتھ دبایا اور وہ آہستہ آہستہ اوپر ابھرنے لگے اب انہوں نے وہ سمت دیکھی جدھر سے روشنی آئی تھی

اور پھر ان کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں انہوں نے اس
آبدوز کو دیکھ لیا تھا جو ایک بلی سی وہیل مچھلی کی مانند سمندر کی سطح
میں بیٹھی ہوئی تھی اس کے سامنے کے حصے میں دو بڑی بڑی
سرچ لائٹیں لگی ہوئی تھیں۔ اور غالباً انہی سرچ لائٹوں کے ذریعے
سمندر میں دیکھا گیا تھا دراصل ان لوگوں کو کچھ شبہ ہو گیا تھا کہ سمندر
میں کوئی ہے کوئی ایسا ذی روح جو ان کی نگرانی کر سکتا ہے
اس لیے انہوں نے روشنی ڈال کر ادھر ادھر دیکھ لیا تھا۔ لیکن ان
لوگوں کے چھپ جانے کی وجہ سے وہ انہیں دیکھ نہیں پائے
تھے سارجنٹ گڈ بڑ کی آنکھیں مسرت سے چمک رہی تھیں مولا
بخش بھی خوش تھا کہ بالآخر انہوں نے اپنی کوشش میں کامیابی
حاصل کر ہی لی تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ سمندر میں کافی دور
نکل آئے اور پھر سطح پر بلند ہونے لگے سطح پر بلند ہونے
کے بعد دونوں ایک دوسرے سے خوشی سے لپٹ گئے
تھوڑے فاصلے پر راحیل کشتی میں بیٹھا ہوا ان کا انتظار کر
رہا تھا مولا بخش نے کہا۔
"اڑے یہ وہی ہے نا آبدوس ماہدوس آخر ہم نے
اس کا پتہ لگا ہی لیا۔"
"ہاں مولا بخش آج کامیاب ہو گئے ہماری کوششیں
بارآور ہو گئیں اور اب ہمیں اس کے چھپنے کی جگہ بھی معلوم ہو
گئی کتنے بڑے جھاڑ ہیں وہ اس طرح نیچے بیٹھ جاتی ہے
کہ سمندری جہاز بھی اسے نہیں دیکھ پاتے یقیناً یہ اس کا مستقل
ٹھکانہ ہو گا۔"
"اڑے اس میں سے روشنی کتنا تیز نکلا تھا اڑے میں
تو ڈر گیا تھا۔"
"ہاں ڈر کی بات تو تھی۔"
"اڑے اب کیا کرو گے اب تو تم نے آبدوس کا پتہ لگا
لیا۔"
"ہاں۔ خدا نے ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر دیا آؤ چلیں۔"
"کدھر چلے گا اس کو پکڑ کر بیٹھ لے جائیں گا؟"
"کس کو؟" سارجنٹ گڈ بڑ حیرت سے بولا۔
"اڑے اس آبدوس کو جس کی تلاش میں تم اور آنا پڑا۔" مولا
بخش بولا۔ اور سارجنٹ گڈ بڑ بے اختیار ہنس پڑا۔
"اڑے واہ۔ مولا بخش بھائی یہ بات تم نے بہت دلچسپ
کہی ہونا تو یہی چاہیئے کہ ہم اسے پکڑ کر جیب میں رکھ کر لے
جائیں لیکن وہ ذرا بڑی ہے" سارجنٹ گڈ بڑ نے کہا اور مولا بخش
گردن ہلاتے ہوئے ہنسنے لگا۔
"اڑے ہاں۔ یہ تم ٹھیک بولا وہ بہت بڑا ہے ام اسے
کیسے پکڑ کر لے جائیں گے۔"

"اڈے مولا بخش بھائی اب مجھے ایک دوسرا انتظام کرنا ہے
میں اس آبدوز کی تصاویر لوں گا۔"

"کیا لوں گا۔؟"

"تصویریں۔"

"او اڑے ایسا بولو کیمرے سے نا۔"

"ہاں مولا بخش بھائی ایک خاص کیمرے سے جو پانی کے اندر کام کرتا ہے بس یہ تصویریں لینے کے بعد میرا کام مکمل ہو جائے گا میں ثبوت کے بغیر اپنے اعلیٰ حکام کے پاس نہیں جا سکتا میں ان لوگوں کے خلاف کوئی بہتر ثبوت لے کر جاؤں گا اور یہ بہتر ثبوت ان تصویروں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"او اڑے مگر تم تصویریں لیں گا کیسے؟"

"کیمرے سے۔"

"کیمرہ میں اپنے ایک دوست سے حاصل کر لوں گا مجھے اس کا طریقہ آتا ہے پانی کے نیچے تصاویر کشی کرنے والا کیمرہ یا تو پولیس کے پاس ہوتا ہے یا پھر ایسے لوگوں کے پاس جو فلموں وغیرہ کی شوٹنگ کرتے ہیں میں اپنے ایسے ہی ایک دوست سے یہ کیمرہ مانگ کر لاؤں گا۔"

سارجنٹ گڈ بڑ نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے تو پھر چلو بیچارہ رائیل امارا انتظار کرتا

ہوگا۔" مولا بخش نے کہا اور سارجنٹ گڈ بڑ نے گردن ہلا دی تھوڑی دیر کے بعد وہ لوگ خوش خوش اپنی کشتی میں بیٹھے واپس اپنی بستی کی طرف جا رہے تھے۔

انسپکٹر فولاد خان کو ہر طرح سے پولیس کی امداد حاصل تھی اس
کے علاوہ جن جن محکموں سے اس نے مدد کی درخواست کی انھوں
نے اس کی مدد کا پورا پورا وعدہ کر لیا چنانچہ کارپوریشن کے میئر سے
گٹر لائن بند کرنے کی اجازت مل گئی اس کے لیے ہنگامی طور پر
متبادل انتظامات کر لیے گئے تھے انجینئر نے گٹر لائن کے سلسلے
میں تمام ضروری باتیں فولاد خان کو بتا دی تھی اور فولاد خان اپنے
طور پر بہترین انتظام کر رہا تھا۔ چنانچہ پندرہ یا بیس آدمیوں کا
گروہ ہر طرح سے مسلح ہو گٹر لائن میں اتر گیا اور فولاد خان کی ہدایت
کے مطابق وہاں کام کرنے لگا گٹر لائن میں ایسی الیکٹرک گھنٹیاں
لگائی گئی تھی۔ جو کسی بھی انسان کے گٹر لائن میں موجود ہونے کا

پتہ دے سکتی تھیں اور اس کے لیے آپریشن روم بنا لیا گیا تھا۔
یہاں گٹر لائن کے تمام نقشے موجود تھے اور ایک خاص قسم کا
مشینی جال بچھا لیا گیا تھا کوئی بھی انسان گٹر لائن میں کسی بھی جگہ ہوتا
اس نقشے کے پاس مشینوں پر سرخ رنگ کی بتیاں جلنے لگتیں اور
وہ علاقہ روشن ہو جاتا جہاں وہ شخص موجود ہوتا یہ انوکھی بلا کی گرفتاری
کے لیے زبردست انتظامات کیے جا رہے تھے اور فولاد خان
بہترین ذہانت سے کام لے کر اس سلسلے میں اپنی کارروائیاں
مکمل کر رہا تھا یہ تمام تیاریاں صرف دس گھنٹے کے اندر اندر مکمل کر
لی گئیں گٹر لائن کو پوری طرح آراستہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ
دیا گیا اور اس کے بعد وہ لوگ انتظار کرنے لگے فولاد خان نے
اپنی ڈیوٹی دن رات وہیں لگا لی تھی یہاں پورا وائرلیس نظام رکھا
گیا تھا اور اس وائرلیس نظام پر چیف انجینئر سے رابطہ قائم تھا وہ
جنگلا جو سمندر میں اس راستے کو بند کرتا تھا جہاں سے پانی سمندر میں
گرتا تھا اب کے تاروں سے منسلک کر دیا گیا تھا اور صرف ایک
بٹن دبانے سے انتہائی طاقتور بجلی دوڑ سکتی تھی۔
لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ بلا اس گٹر لائن میں موجود ہو ان تمام کاموں
سے فارغ ہونے کے بعد انتظار کیا جانے لگا پہلا دن تو یونہی
آرام سے گزر گیا لیکن دوسرے دن کی رات ان لوگوں کے لیے
خاصی ہنگامی رات تھی سمندر کے علاقے سے چلنے والی گٹر لائن

کے پہلے سیکشن میں گھنٹی بجی اور آپریٹر نے فوراً فولاد خان سے رابطہ قائم کیا اس نے وائرلیس پر فولاد خان کو مخاطب کیا تھا۔

ہیلو انسپکٹر فولاد خان۔ انسپکٹر فولاد خان"۔

"ہیلو۔ فولاد خان بول رہا ہے کیا بات ہے؟"

"جناب عالی میں آپریٹر بول رہا ہوں"۔

"ہاں آپریٹر کہو کیا بات ہے؟"

"انڈیکیشن ملی ہے کہ سمندر کے نکاسی کے راستے کے پاس گھنٹی بجی ہے"

"اوہ گڈ ویری گڈ اس کا مقصد ہے کہ وہ گٹر لائن میں داخل ہو چکی ہے وہاں یہی معلوم ہوتا ہے اب میرے لیے کیا حکم ہے"۔

"کچھ نہیں اس پر نگاہ رکھی جائے جوں جوں وہ آگے بڑھے گی گھنٹیاں بجتی چلی جائیں گی میں تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں مجھے سمت کا اندازہ ہونا چاہیے۔

او کے آپریٹر نے جواب دیا اور وائرلیس سیٹ بند کر دیا گیا انسپکٹر فولاد خان اپنے شاندار ساتھیوں کے ساتھ تیزی سے باہر لپکا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ آپریشن ڈیپارٹمنٹ پہنچ گیا یہاں مسلسل گھنٹیاں بج رہی تھیں اور آپریٹر کے ساتھ اس کے دو تین ماتحت بھی مصروف تھے وہ بلا کے راستوں کا تعین کرتے چلے جا رہے تھے پھر ایک جگہ بلا رک گئی کیونکہ آگے کی گھنٹی نہیں بجی تھی یقیناً وہ یہاں گٹر لائن کے مین ہول سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

لیکن جتنے مین ہول تھے وہ اس طرح بند کر دیئے گئے تھے کہ کوئی ہاتھی بھی انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتا تھا فولاد خان نے اس سلسلے میں اس بلا کی طاقت کا اندازہ کر کے مین ہول بند کر لئے تھے اور ان کے اوپر وزنی پتھر رکھوا دیئے تھے۔

پتھروں کی یہ وزنی چٹانیں اتنی وزنی تھیں کہ انہیں اپنی جگہ سے جنبش دینا ہی ممکن نہیں تھا بلا وہاں ناکام رہی اور پھر اس کے بعد وہاں سے آگے بڑھ گئی کیونکہ اب تھوڑے سے فاصلے پر ایک اور گھنٹی بجی تھی وہ لوگ دلچسپی سے یہ سارے معاملات دیکھتے رہے ویسے ایک گروہ فولاد خان نے مقرر کیا تھا تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا پولیس کے یہ ارکان ہاتھوں میں خاص قسم کی گنیں لیے ہوئے اس بستی پر جیپوں کے ذریعے سفر کرنے لگے جہاں جہاں کی روشنیاں جلتی جا رہی تھیں تاکہ اگر کہیں بلا مین ہول سے نکل آنے میں کامیاب ہو جائے تو وہ اسے وہیں قابو کر لیں حالانکہ اس بات کے امکانات نہیں تھے فولاد خان وائرلیس پر ان لوگوں کو راستے کی سمت سے آگاہ کرتا جا رہا تھا اور اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ بلا بے چین ہو رہی گئی ہے کیونکہ گھنٹیاں بجنے کی آوازیں اب تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی

تھیں بلا شاید گٹر لائن میں دوڑتے لگی تھی اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ کسی مصیبت کا شکار ہو گئی ہے سارے ہی مین ہول ایک ساتھ کس طرح بند ہو سکتے ہیں یقیناً اس کے دماغ نے یہ بات ضرور سوچی ہو گی۔

چنانچہ اب وہ دوڑتی پھر رہی تھی پھر اسے خطرے کا احساس ہو گیا ہے وہ واپس پلٹی گھنٹیوں کا رخ اور بتیاں جلنے کی اب رکسنگ اب ریورس ہو گئی تھی بلا اب واپس سمندر کی جانب بھاگ رہی تھی یقیناً اسے خطرے کا شدید احساس ہو گیا تھا آپریٹر نے فولاد خان کو اس سلسلے سے آگاہ کیا اور فولاد خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”او کے آپریٹر تم وائرلیس پر مجھ سے رابطہ قائم رکھو گے میں سمجھ رہا ہوں کہ صورتحال ہمارے حق میں ہے“۔

”مجھے اب کیا کرنا ہو گا جناب“ آپریٹر نے پوچھا۔

”کچھ نہیں بس تم وائرلیس پر مجھے بتاتے رہو کہ اب وہ بلا کہاں پہنچ گئی ہے میں باقی انتظامات کئے دیتا ہوں۔ انسپکٹر فولاد خان نے کہا اور پھر اپنے مضبوط اور چاک و چوبند آدمیوں کے ساتھ برق رفتاری سے جیپ میں بیٹھ کر چل پڑا۔ اس کا رخ اس راستے کی طرف تھا جہاں بلا سمندری جنگلے سے اندر داخل ہوتی تھی۔

چیف انجینئر کے آدمی اور الیکٹرک سپلائی کے آدمی اپنے اپنے کام کے لیے مستعد تھے چنانچہ فولاد خان اس جگہ پہنچ گیا جہاں گٹر کا پانی سمندر میں گرتا تھا وائرلیس پر آپریٹر اسے مسلسل اطلاعات دے رہا تھا بلا اب لائن کے پاس پہنچ چکی تھی چنانچہ فولاد خان کی ہدایت پر جنگلے میں کرنٹ چھوڑ دیا گیا فولاد خان ایک ایسی جگہ بنا لی تھی جہاں سے وہ اس بلا کی آوازیں سن سکتا تھا لیکن صرف سمندر کے کنارے چنانچہ وہ اس جگہ اپنی جیپ سے اتر کر زمین پر جا لیٹا اس کے دوسرے ساتھی بھی اس سوراخ سے کان لگائے ہوئے تھے جس سے بلا کی دہشت ناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں یقیناً اسے الیکٹرک شاک لگ رہے تھے اس جگہ سے روشنی کی جھلکیاں بھی نظر آتی تھیں جو شاک لگنے سے پیدا ہو رہی تھیں بلا کی حالت اب خراب ہو رہی تھی ویسے تو وہ جنگلہ توڑ کر سمندر میں جا کودتی لیکن اب موٹی سلاخوں کے اس جنگلے میں زبردست کرنٹ دوڑ رہا تھا اور اب یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی کہ وہ اس جنگلے کو چھو بھی سکے اس کے بعد فولاد خان نے اپنا دوسرا کام شروع کر دیا یعنی اس نے چیف انجینئر اور ماہرین کو ہدایت کی چنانچہ انہوں نے گٹر لائن میں وہ ہلکی گیس چھوڑ دی جو کسی بھی ذی روح کو بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہوتی تھی اپنی طرف سے فولاد خان نے مکمل انتظامات کر لئے تھے

گیس گٹر لائن میں پہنچیں تو اس کے بعد گھنٹیاں بجنا بند ہو گئیں
آپریٹر نے بتایا تھا کہ اب تک جو گھنٹیاں کنارے پر بج رہی
تھی اب وہ بند ہو گئی ہیں گویا بلا یا تو سمندر میں رہ گئی یا پھر گٹر لائن
میں ایک طرف ساکت ہو گئی ہے کیونکہ اب وہ حرکت نہیں کر رہی تقریباً
ایک گھنٹے تک یہ گیس گٹر لائن میں چکراتی رہی اور پھر کوئی اشارہ
موصول نہیں ہوا اب سب سے بڑا خطرہ مول لینا تھا یعنی یہ دیکھنا
تھا کہ وہ بلا بے ہوش ہو گئی یا نکل بھاگی۔ چنانچہ فولاد خان نے
دوسری ہدایت کی اور گٹر لائنوں کے ڈھکن مخصوص کرینوں کے
ذریعے کھولے جانے لگے تا کہ گیس باہر نکل جائے کرینیں
وزنی چٹانیں اٹھا رہی تھیں اور گٹر لائنوں کے ڈھکن کھلتے
چلے جا رہے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی لوگ
مستعد بھی تھے انہیں خطرہ تھا کہ کہیں کسی گٹر کا ڈھکن کھلتے
ہی بلا اس میں سے نکل بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔
لیکن ایسی کوئی کوشش نہیں ہوئی اور یہ یقین ہو گیا کہ بلا
بے ہوش ہو گئی ہے۔

تاہم فولاد خان ہوشیار تھا۔

"کیا یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ بے ہوش ہو گئی یا ہوش
میں ہے۔" فولاد خان کے ایک ماتحت نے پوچھا۔

"گٹر میں اترے بغیر یہ اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے" فولاد

خان نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا گٹر میں اترا جائے گا" ماتحت نے پوچھا اور فولاد خان
اسے گھورنے لگا ماتحت سہم گیا تھا۔

"گٹر میں نہیں سگے تو کیا اس بلا سے درخواست کرو گے کہ
اے خونخوار بلا خدا کے واسطے باہر آ جا۔ ہم تجھے گرفتار کرنا چاہتے
ہیں" فولاد خان نے جھلائے ہوئے انداز میں بولا اور دوسرے لوگ
مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

سارجنٹ گڑبڑ اپنے دوست ڈائریکٹر سرفراز سے ملا
ڈائریکٹر سرفراز اس کا بہترین دوست تھا۔ سارجنٹ گڑبڑ سے اس کے بڑے اچھے تعلقات تھے سرفراز فلمیں بناتا تھا اور اس کے پاس فلم بنانے کا تقریباً تمام سامان موجود تھا اس نے سارجنٹ گڑبڑ کو دیکھتے ہی خوشی کا نعرہ لگایا۔

"ارے بھئی گڑبڑ، کیا گڑبڑ کر ڈالی تم نے کہاں غائب ہو گئے تھے۔ میں تو ہر ممکن کوشش کر کے ہار گیا۔ تمہارے محکمے کے لوگ تو تمہارے لیے بہت پریشان ہیں بلکہ سنا یہ تھا کہ تم انوکھی بلا والے کیس پر کام کر رہے تھے اور انوکھی بلا نے تمہیں ہلاک کر دیا۔ تمہیں علم ہے تمہارا دوست فولاد خان تمہارے

لیے کتنا پریشان ہے؟"

"یار تو تو بولنے کی مشین ہے، نام میرا گڑبڑ ہے لیکن گڑبڑ تو کرتا رہتا ہے۔ اب اتنے سارے سوالات تو نے ایک ہی دفعہ میں کر دیئے ہیں کہ میں حیران رہ گیا ہوں کہ تیرے کس سوال کا جواب دوں اور کس کا نہ دوں"

"بس تو مجھے یہ بتا دے تو زندہ ہے یا نہیں۔"

"تمہیں کیا نظر آرہا ہے" سارجنٹ گڑبڑ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لگ تو تو زندہ ہی رہا ہے، مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تو زندہ کس طرح بچ گیا۔"

سوال یہ نہیں پیدا ہوتا۔ بلکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تیری زبان بند کرنے کے لیے مجھے کیا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا" سارجنٹ گڑبڑ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور اس کا دوست سرفراز ہنسنے لگا۔

"بس میں نے تجھے زندہ دیکھ لیا، مجھے اس بات کی خوشی ہے مگر تو گیا کہاں تھا۔"

"بس اسی بلا کے کیس پر کام کر رہا ہوں۔"

"پھر کامیابی ہوئی۔"

"ہو جائے گی۔ بس میں نے اور فولاد خان سوچ لیا ہے

کہ ہم اس بلا کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر رہیں گے، حقیقت کو معلوم کر کے رہیں گے۔ کہ وجہ ہے کیا؟"

"میں جانتا ہوں کیس جب تم لوگوں کے ہاتھ میں آگیا تھا تو میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ اب اس انوکھی بلا کی خیریت نہیں ہے ایک تو فولاد، دوسرا گوبڑ۔ خدا کی پناہ دو ہنگا مے یکجا ہو جائیں تو پھر کیا نہیں ہو سکتا۔"

"اچھا اچھا اب چپ کر، میں تیرے پاس ایک کام سے آیا ہوں۔"

"کہو گوبڑ، میں حاضر ہوں۔" ڈائریکٹر سرفراز نے جواب دیا۔

"مجھے تیرا پانی کے نیچے فوٹو گرافی کرنے والا کیمرہ درکار ہے۔"

"لے لے۔ مگر ان میں دو قسموں کے کیمرے ہیں۔ ایک وہ جو ساکت عکاسی کرتا ہے، دوسرا وہ جو مووی بناتا ہے۔"

"نہیں مجھے مووی بنانے والے کیمرے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے صرف فوٹو گراف لینے ہیں۔"

"ٹھیک ہے، کیمرہ میں تمہیں ابھی دیئے دیتا ہوں، اس میں ایک مخصوص قسم کی فلم پڑتی ہے، وہ بھی میرے پاس موجود ہے۔" ڈائریکٹر سرفراز نے کہا۔

"میں اسی لیے تمہارے پاس آیا تھا۔"

"بیٹھو تو سہی چائے والے پیو۔ یہ بتاؤ رہ کہاں رہے ہو؟ اور انسپکٹر فولاد خان سے خود کو کیوں چھپایا ہوا ہے۔"

"مصلحتاً۔ دراصل میں جن حالات کا شکار ہوا اس کا تم اندازہ نہیں لگا سکتے، بلا سے میری براہ راست ٹکر ہو گئی تھی، ہم دونوں کی کشتی ہوئی۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں نے اس بلا کو زیر کر لیا تھا لیکن حواس باختہ ضرور کر دیا تھا میں نے اسے۔ پھر اس کے بہت سے ساتھی آ گئے۔

"کیا مطلب۔ کیا اس کے ساتھی بھی ہیں۔"

"ہاں اس کے ساتھی بھی ہیں۔ اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر قابو پا کر مجھے بے ہوش کر دیا۔"

"کیا اس کے ساتھی بھی اس جیسے ہیں۔"

"نہیں یار۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا تمہارے خیال میں وہ بھوت پریت ہے۔"

"نہیں نہیں۔ میں تو اس کے ساتھیوں کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں وہ انسان ہی تھے، عام قسم کے انسان انہوں نے مجھ پر کسی نہ کسی طرح قابو پا لیا۔"

اس کا مقصد ہے کہ یہ بلا کسی سازش کا نتیجہ ہے۔"

"ہاں بھائی ہاں۔"

"تعجب ہے یار۔"

"تعجب کی بات کیا ہے، سائنسی دور ہے جو نہ ہو کم ہے اور میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ بھوت پریت کا چکر نہیں ہے، کم از کم سارجنٹ گڑبڑ اسے نہیں مانتا۔"

"اچھا اچھا پھر کیا ہوا۔"

"پھر کیا ہوتا۔ میں نے اپنے آپ کو سمندر میں پایا، کچھ آدمیوں نے میری جان بچالی۔ ورنہ شاید بے ہوشی کی حالت میں سمندر میں ہی مر جاتا۔"

"اوہ خدا کی پناہ اس کا مطلب ہے تمہیں تو نئی زندگی ملی ہے۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

"تو پھر غائب کیوں ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو، کچھ کر کے واپس آنا چاہتا ہوں۔ اور اب تک جو کچھ کر رہا تھا اس کا نتیجہ اب، ظاہر ہونے ہی والا ہے۔"

"خدا تمہیں کامیاب کرے گڑبڑ۔"

"بس دعا کرتے رہو، بہر حال اب میں چلتا ہوں، تمہیں زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا، میرا کام کر دو۔"

"بس ابھی تمہیں کیمرہ منگوائے دیتا ہوں۔" سرفراز نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک خاص قسم کا کیمرہ لا کر سارجنٹ گڑبڑ کے ہاتھ میں دے دیا ساری معلومات حاصل کرنے

کے بعد سارجنٹ گڑبڑ اپنے دوست سے رخصت ہو کر چل دیا۔

وہ انسپکٹر فولاد خان سے بھی نہیں ملنا چاہتا تھا اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک آبدوز کے بارے میں ثبوت نہیں لے لے گا، انسپکٹر فولاد خان سے ملاقات نہیں کرے گا چنانچہ وہ چل پڑا۔ اور تھوڑا سا سفر طے کرنے کے بعد اپنے دوست مولا بخش کی بستی میں پہنچ گیا جو سمندر کے کنارے واقع تھی۔

مولا بخش اور راحیل بیٹھے کھانا کھا رہے تھے گڑبڑ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔

"کہو بھائی گڑبڑ اپنا کام کر لائے؟" مولا بخش نے پوچھا۔

"ہاں مولا بخش آج رات کو ہم سمندر میں اپنا آخری کام انجام دیں گے۔"

"ارے ٹھیک ہے نا بابا۔ وڑی تمہارا جتنا مرضی اپنا کام کرو، اپن تمہارے ساتھ ہے، اپن کو کوئی انکار نہیں ہے نی۔" مولا بخش نے کہا۔

وہ لوگ بے چینی سے رات ہونے کا انتظار کرنے لگے اور جب ان کا مقررہ وقت آگیا تو وہ تیار ہو کر چل پڑے کافی لمبا سفر طے کرنا تھا انہیں اس لیے تین چار گھنٹے پہلے ہی نکلے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مطلوبہ جگہ پہنچ گئے، جہاں انہیں

آبدوز پہلے دن ملی تھی لیکن ابھی وہ سمندر میں اترے ہی تھے کہ انہوں نے آبدوز کو ایک سمت سے آتے دیکھا وہ تیزی سے چلی آ رہی تھی اس وقت صورت حال ایسی ہو گئی تھی کہ ان لوگوں کو اپنا آپ چھپانا مشکل ہو گیا تھا لیکن خوش قسمتی تھی کہ آبدوز والے خود ہی سطح سمندر کے نیچے کام کر رہے تھے اور اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے اس لیے آبدوز والوں نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی تھوڑی دیر کے بعد آبدوز اس جھاڑ کے نزدیک پہنچ گئی جہاں اس کا قیام ہوتا تھا۔

سارجنٹ گوڈبڑ نے سکون کی سانس لی تھی، وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں آبدوز واپسی کا سفر تو طے نہیں کر رہی، کہیں یہ لوگ اپنا کام مکمل کر کے یہاں سے بھاگ تو نہیں رہے۔ باہر کے حالات سے انہیں ابھی تک کوئی خاص واقفیت نہیں تھی اس نے تو اپنے دوست سرفراز تک سے یہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ بلا نے کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اور کتنے افراد اس کا شکار ہو گئے۔

جب آبدوز اپنی جگہ ساکت ہو گئی، تو سارجنٹ گوڈبڑ نے جھاڑ کے پیچھے سے سر نکالا اور آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا کیمرہ اس کے ہاتھوں میں پھنسا ہوا تھا۔ اس نے بہترین اینگل سے آبدوز کی کئی تصاویر لیں اس کے پیچھے گیا، دائیں سمت آیا، بائیں سمت آیا۔ مولا بخش کو اس نے اسی جگہ چھپا رہنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ اور مولا بخش اس کی ہدایت کے مطابق اپنی جگہ موجود تھا۔

سارجنٹ گوڈبڑ کو یقین ہو گیا کہ اس نے بہترین تصاویر حاصل کر لی ہیں چنانچہ اس کے بعد وہ وہاں سے واپس پلٹ پڑا، آج کا کام زیادہ طویل نہیں تھا۔ بس اسے یہی سب کچھ کرنا تھا اس نے اس انداز میں تصویریں بنائی تھیں کہ اس جھاڑ کی نشاندہی بھی ہو جائے جو سمندر کے نیچے موجود تھا اور جس کے پیچھے آبدوز نے اپنی پناہ گاہ بنائی تھی۔ اور عام سمندری جہازوں کی نگاہ سے چھپی رہتی تھی اوپر پہنچے تو راحیل تو راحیل انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"کیا بات ہے مولا بخش بھائی، کیا بات ہے انکل۔ آپ لوگ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے۔"

"کچھ نہیں بیٹا، بس ہمارا کام ہو گیا، چلو جلدی سے واپس چلیں۔ اور وہ لوگ کشتی میں بیٹھ کر واپس چل پڑے۔"

بہت خوش تھے سارے کے سارے، مولا بخش بھی بہت خوش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنی بستی میں پہنچ گئے، پھر سارجنٹ گوڈبڑ نے مولا بخش سے کہا۔

"مولا بخش تم اتنے دن ہمارے لیے ضائع کر چکے

آؤ! ایک۔ دو دن اور ضائع کرتے ہیں۔"

"کیا مطلب، میں سمجھا نہیں بابا۔" مولا بخش نے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ چلو۔"

"کدھر؟"

"بس اب میں اپنا آخری کام کر لینا چاہتا ہوں۔"

"تو تم اپنا آخری کام کرو، مولا بخش کو کیوں تنگ کرتا پڑا اپن اور ہی رہے گا۔ ڈرتی بابا ہم جاہل آدمی، پڑھا نہ لکھا، ہم بڑے لوگوں میں جاتے ہوئے ڈرتا ہے۔"

"نہیں مولا بخش تم نے جتنی محنت کی ہے اس کے لحاظ سے تو تم بھی بہت بڑے آدمی ہو۔"

"ارے چھوڑو نی یار۔ اپن تو جو کچھ کیا اپنے وطن کی محبت کے لیے کیا، اپن کو اس کا صلہ نہیں چاہیئے۔"

"مولا بخش تم بہت اچھے انسان ہو، کون کہتا ہے تم جاہل یا غریب آدمی ہو، تمہارا دل تو وطن کی محبت سے مالا مال ہے۔"

"ارے بس بابا، اللہ نے اپن کو یہ وطن دیا، تو اپن کا فرض ہے کہ اپن اس کا حفاظت کرے۔" مولا بخش نے کہا۔ سارجنٹ گڑبڑ اور راحیل اس کے اس جذبے سے بہت متاثر معلوم ہوئے تھے، پھر سارجنٹ گڑبڑ نے کہا۔

"تمہارے راحیل کو میں کچھ دن کے لیے ساتھ لے جا

رہا ہوں یہ میرا وعدہ ہے کہ کچھ دن کے بعد اسے واپس کر دوں گا۔"

"ارے کیسی بات بولتا ہے، یہ ہمارا کدھر سے آیا اگر اس کے فائدے کے لیے کوئی بھی کام ہو سکتا ہے تو خدا کا قسم مولا بخش سب سے پہلے تیار ہے۔"

"تم واقعی عظیم انسان ہو مولا بخش۔" سارجنٹ گڑبڑ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے مولا بخش کا شکریہ ادا کیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں وہاں سے چلے آئے۔ راحیل بہت خوش تھا۔

راستے میں اس نے سارجنٹ گڑبڑ سے پوچھا۔

"انکل گڑبڑ اب کیا پروگرام ہے؟"

"بس بیٹا اب ہم اس فلم کے پرنٹ بنوائیں گے اور اس کے بعد انسپکٹر فولاد خان سے ملیں گے۔"

مشینوں سے تجزیہ کر کے اس بات کا اعلان کر دیا گیا کہ گٹر لائن اب گیس سے پاک ہو چکی ہے اور اس میں اترنے والوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے تاہم انسپکٹر فولاد اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے گیس ماسک حاصل کر لیے تھے گیس ماسک لگا کر اور پوری طرح مسلح ہو کر وہ گٹر لائن میں اتر گئے اور گٹر لائن کے اس حصے کی جانب بڑھنے لگے جو سمندر کی طرف جاتا ہے۔

ان کے دلوں میں خوف کا کوئی شائبہ نہیں تھا، البتہ وہ مستعد ضرور تھے اگر وہ بلا کسی طرح ہوش میں ہے اور زندہ ہے تو یقیناً اس وقت بہت خونخوار ہو رہی ہو گی، اور ان پہ

حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گی۔ اس سلسلے میں انسپکٹر فولاد خان نے اپنے ساتھیوں کو ایک حل بتا دیا تھا اور وہ سب اس کے لیے تیار تھے۔

وہ آگے بڑھتے رہے، ان کے ذہنوں میں عجیب سا تجسس اور جذبہ تھا۔ تھوڑی دور تک وہ چلتے رہے اس کے بعد انہیں بائیں سمت مڑنا پڑا۔ لمبی لمبی طاقتور ٹارچیں ہاتھوں میں لے لی گئی تھیں تاکہ گٹر لائن کے اندر آرام سے دیکھا جا سکے۔

اس وقت گٹر لائن میں گویا دن نکل آیا تھا، بے شمار چوہے کیڑے مکوڑے بے نہایت تک کے سانپ بھی انہیں مرے ہوئے نظر آئے یہ سب گیس کے اثرات کا شکار تھے اور گٹر لائن میں جو کچھ کیا گیا تھا اس سے ان پر شدید اثر پڑا تھا انہیں ان چوہوں سانپوں، مینڈکوں اور دیگر کیڑے مکوڑوں کو پیروں سے کچلتے ہوئے عجیب سی کراہیت کا احساس ہو رہا تھا لیکن اس وقت وہ ہر احساس سے عاری تھے، انہیں انسانوں کے قاتل اور ایک خوفناک دشمن کا مقابلہ کرنا تھا، چنانچہ ایسی چیزیں ان کی راہ میں اثر انداز نہیں ہو سکتی تھیں۔

وہ سانپوں اور مردہ جانوروں پر سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے، بعض جگہ تو یہ جانور اتنی تعداد میں تھے کہ زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی چنانچہ انہیں کچلتے ہوئے ہی

آگے بڑھنا پڑا۔ جب جانور ان کے پیروں کے نیچے آتے
تو ایک عجیب سا احساس ان کے ذہنوں میں جاگ اٹھتا لیکن
وہ ہر احساس کو دل سے لگائے ہوئے آگے بڑھتے رہے
اور تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ٹارچوں کی
روشنیوں نے ایک عجیب منظر ان کی نگاہوں کے سامنے پیش
کیا تھا۔

ہاں یہ وہی بلا تھی جو گٹر لائن میں چت پڑی ہوئی تھی اس
کا سانس چل رہا تھا، لیکن اب وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ انسپکٹر فولاد
خان چیخا۔

"وہ رہی۔ دیکھو وہ رہی۔"

"سر یہ بے ہوش ہے کیا۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"سر اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"جال ڈال دو اس پر اسے۔ جال میں جکڑے بغیر نہیں پکڑا
جا سکتا۔"

چنانچہ ایک جال جو پہلے سے لے کر آیا گیا تھا اس بلا پر
پھینکا گیا اور بلا نے کوئی جنبش نہیں کی تو اسے جال میں کس لیا گیا
اب وہ اس کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے۔

انہوں نے بغور دیکھا، بلا واقعی بے ہوش تھی، اس کا

خوفناک چہرہ اتنا بھیانک نظر آ رہا تھا کہ دیکھ کر دل لرز جاتا تھا
عجیب و غریب چیز تھی یہ انسپکٹر فولاد خان نے ٹارچوں کی روشنیوں
میں اسے بغور دیکھا اور بولا۔

"اسے اٹھاؤ۔"

چنانچہ رسوں میں ڈال کر اس بلا کو اٹھا لیا گیا اور پھر وہ سب
کے سب، سب سے قریبی مین ہول کی جانب بڑھنے لگے
وائرلیس پر انہوں نے اوپر کے لوگوں سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔
اور اوپر بھی گاڑیاں ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔

پھر انہوں نے ایک مین ہول کے قریب پہنچ کر آواز لگائی
اور تھوڑی دیر کے بعد مین ہول کا ڈھکن کھل گیا۔

مین ہول کے پاس بے شمار افراد موجود تھے جو ٹارچ پرل
سے نیچے روشنیاں ڈال رہے تھے۔

"روشنیاں بند کر دو۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا اور روشنیاں
بند کر دی گئیں۔

"اب ہم اس بلا کو جال سمیت اوپر اٹھا رہے ہیں، تم لوگ
اسے سنبھالو۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا اور اوپر موجود لوگ تیار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ہولناک شخصیت مین ہول سے
باہر نکال لی گئی، جال میں بری طرح کس لیا گیا تھا اسے، لیکن اب
بھی لوگوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ فوراً اٹھ کر بھاگے گی

اور دو چار آدمیوں کو ہڑپ کر جائے گی۔
لوگ شدید تجسس کا شکار تھے، انسپکٹر فولاد خان کا کام چونکہ مکمل ہو گیا تھا اس لئے وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی اس مین ہول سے باہر نکل آیا۔
بلا کو ایک ٹرک میں رکھا گیا۔ اور وہ لوگ اسے لے کر پولیس ہیڈ کوارٹر چل پڑے۔ انہوں نے عام پبلک کو اطلاع نہیں دی تھی۔ ویسے بھی یہ رات کا وقت تھا، ورنہ اس بلا کی گرفتاری پر ایسا ہنگامہ ہوتا کہ شاید پولیس اس پر قابو نہ پا سکتی بہر طور بلا کو پولیس ہیڈ کوارٹر لے آیا گیا۔ یہاں تمام بڑے بڑے پولیس آفیسرز اس کے گرد جمع ہو گئے۔
انسپکٹر فولاد خان کو دلی مبارکباد دی جانے لگی، لیکن انسپکٹر فولاد خان خوش نہیں تھا اسے اپنا دوست گڑبڑ یاد آ رہا تھا جو شاید اب اس دنیا میں نہیں تھا۔ انسپکٹر فولاد خان نے اس کی طویل گمشدگی سے یہ ہی اندازہ لگایا تھا۔ کہ سارجنٹ گڑبڑ کسی طرح ان لوگوں کا شکار ہو گیا ہے ایک بہت بڑے پولیس آفیسر نے انسپکٹر فولاد خان کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔
"میں ایک بار پھر تمہاری کامیابی کی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انسپکٹر فولاد خان۔"
"کیسی کامیابی سر؟" فولاد خان نے ادب سے پوچھا۔

"یہی کہ تم نے اس خونخوار بلا کو گرفتار کر لیا ہے" آفیسر نے کہا۔
"اس کی گرفتاری کوئی حیثیت نہیں رکھتی سر! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خوفناک بلا ہمارے ہاتھ لگ گئی ہے اور اب بھاگنے کا موقع نہیں دیں گے لیکن ابھی تو بہت سے کام باقی ہیں۔"
"کیسے کام انسپکٹر فولاد خان۔"
"دراصل یہ سارے ہنگامے یہ بلا خود نہیں کر رہی بلکہ اس کے پس پشت کوئی اور بھی ہے جو یہ سارے ہنگامے کر رہا ہے ہمیں اس کو تلاش کرنا ہے۔"
"ہاں اس بات کو تو میں واقعی وقتی طور پر فراموش کر بیٹھا تھا" بڑے پولیس آفیسر نے آہستہ سے کہا۔
"سر ان لوگوں کی گرفتاری کے بعد مجھے ان لوگوں کی خبر لینی ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ دکھ مجھے سارجنٹ گڑبڑ کی گمشدگی کا ہے اب تو مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ مارا گیا ہے۔"
"اوہ ہاں سارجنٹ گڑبڑ کے لیے ہم سب پریشان ہیں ابھی تک اس کی تلاش میں ہر کوشش ناکام رہی ہے۔" پولیس آفیسر نے کہا۔
"جی ہاں جناب۔ بہرحال اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس بلا کے سلسلے میں مزید کاروائیاں کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے"

انسپکٹر فولاد خان نے اپنے آفیسرز سے رخصت ہونے کے بعد دوسری کارروائیاں شروع کر دیں، بلا کو گرفتار کر لینا ہی سب کچھ نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ یہ بلا کس قدر طاقتور اور خوفناک ہے فی الحال یہ بے ہوش تھی۔ اگر یہ اتنی طاقتور نہ ہوتی تو اس طرح بے ہوش نہ ہوتی بلکہ ہلاک ہو جاتی، لیکن اس کی بے ہوشی یہ بتاتی تھی کہ اس کے بدن کے اندر بہت طاقت ہے اور وہ ہر قسم کی خوفناک چیزیں سہہ لینے کی عادی ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں اسے بہت سے انتظامات کرنے تھے، اس نے اپنے آفیسرز سے ایک میٹنگ کی درخواست کی اور ہنگامی طور پر یہ میٹنگ پولیس آفس میں ہی منعقد ہوئی۔

آئی جی صاحب نے انسپکٹر فولاد کو بلا کی گرفتاری پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے فولاد خان؟"

"جناب عالی ابھی تھوڑی دیر پہلے میں اپنے ایک آفیسر سے یہی عرض کر رہا تھا کہ اس بلا کی گرفتاری سے بات ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ ہمیں تو ان لوگوں پر ہاتھ ڈالنا ہے جو اس کے خالق ہیں۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں، میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔

لیکن فی الحال ہمیں اس کے بارے میں سوچنا چاہیئے، کیا کریں اس کا اسے ہلاک کر دیں۔ اس سے کیا معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، ہمیں اس کی توقع رکھنی چاہیئے۔ اسے ہلاک کرنا تو کسی طور مناسب نہیں ہوگا سر، ممکن ہے اس کے ہوش میں آنے کے بعد ہم اس سے کچھ معلومات حاصل کر سکیں۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"کیا یہ ہمیں کچھ بتانے پر آمادہ ہو جائے گی؟"

"ہونا تو چاہیئے سر!"

"تو پھر اس کے ہوش میں آنے کا کیا انتظام کیا جانا چاہیئے۔" آئی جی نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس کا انتظام پولیس اسپتال میں ہی ہونا چاہیئے، وہاں پہنچ کر ہم اسے لوہے کی ہتھیوں سے جکڑ دیتے ہیں اس کے ہاتھ پاؤں کس دیتے ہیں، تاکہ ہوش میں آنے کے بعد یہ ہمارے لیے خطرناک ثابت نہ ہو۔"

پھر جب یہ ہوش میں آ جائے گی تو ہم اس سے معلومات حاصل کریں گے، بظاہر تو یہ انسان ہی معلوم ہوتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ یہ انسان کس قسم کا ہے، ایسا کیوں بن گیا اور اس کا تعلق کن لوگوں سے ہے اگر یہ معلومات اس کے ذریعے ہم لوگوں کو حاصل ہو گئیں، تو پھر ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا۔

"ٹھیک ہے میں اس کے لیے ہدایات جاری کیے دیتا ہوں" آئی جی صاحب نے ہدایات جاری کیں اور تھوڑی دیر کے بعد بلا کو پولیس ہاسپٹل میں منتقل کر دیا گیا۔

بہت سے ماہر ڈاکٹر وہاں پہنچ گئے، بلا کو وزنی لوہے کی پٹیوں میں جکڑ کر چوبی تختے سے جڑ دیا گیا اس طرح کہ وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتی تھی، ڈاکٹر اس کا تجزیہ کرنے لگے کہ آخر یہ ہے کیا چیز انسپکٹر فولاد خان اس دوران ہوسپٹل میں ہی رہا تھا حالانکہ وہ بری طرح تھکا ہوا تھا، لیکن اسے اپنے فرض سے محبت تھی۔ وہ بلا کی ساری رپورٹیں حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ڈاکٹروں نے اس انوکھی بلا کے بدن سے تھوڑا سا خون نکالا اور اسے لیبارٹری بھیج دیا گیا۔ اس کے علاوہ اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک لگا دیا گیا تھا اور اسے آکسیجن دی جا رہی تھی، تاکہ اس کی زندگی بچ جائے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بارے میں کوئی دقت نہ ہو۔

ڈاکٹرز ابھی کوششوں میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بلا کے بارے میں رپورٹ موصول ہو گئی۔

خون کے تجزیے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ آدم خور ہے اور شاید بچپن ہی سے آدم خوری کر رہا ہے، ویسے اس کا جسم انسانی ہی تھا۔ اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو مافوق الفطرت ہو۔

یہ تمام رپورٹیں تسلی بخش نہیں تھیں، ابھی تو اس کے بارے میں اور بھی بہت سی معلومات حاصل کرنا تھیں۔ پھر اس کے دماغ کے ایکسرے لیے گئے اور انہیں جدید قسم کی مشینوں کے ذریعے دیکھا گیا تو پتہ چلا کہ اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی تمام قوتیں موجود ہیں، وہ انسانوں کی طرح سوچ سمجھ سکتی ہے، بول سکتی ہے عمل کر سکتی ہے یہ ساری چیزیں انسپکٹر فولاد خان کے سامنے پیش کر دی گئیں اور وہ ان کے بارے میں تجزیہ کرنے لگا۔

بلا کو بے ہوش ہوئے تقریباً بارہ گھنٹے گزر چکے تھے اس کے بعد ڈاکٹروں نے رپورٹ دی کہ اگر اسے ہوش نہ آیا تو وہ بے ہوشی کے عالم میں ہلاک بھی ہو سکتی ہے۔

"یہ تو بہت برا ہو گا ڈاکٹر۔ ہم اس سے معلومات حاصل کرنے سے محروم ہو جائیں گے۔"

"ہاں اس کے امکانات ہیں، دراصل اس کے بدن میں کئی دنوں سے انسانی خون نہیں پہنچا، اس وجہ سے اس کے اندر کمزوریاں پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ اگر اس بلا کو تین چار دن تک انسانی خون نہ ملے تو یہ ہلاک ہو سکتی ہے۔"

"انسانی خون" انسپکٹر فولاد خان کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے

"جی ہاں انسانی خون۔"

"اوہ۔ اس سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے ڈاکٹر؟"

"صرف ایک ترکیب ہے" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"وہ کیا؟"

"اسے کم از کم پندرہ بوتل انسانی خون درکار ہوگا۔"

"پندرہ بوتل خون۔" انسپکٹر فولاد پر خیال انداز میں بولا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ "لیکن ڈاکٹر اس خون کا گروپ کیا ہونا چاہیئے۔"

"کسی بھی خاص گروپ کی ضرورت نہیں ہے، بس خون ہونا چاہیئے ہم خاص ذریعوں سے نلکیاں ڈال کر اس کے معدے میں یہ خون پہنچائیں گے، اس طرح یہ بلا ہوش میں آسکتی ہے۔"

"اوہ ترکیب تو اچھی ہے۔ تو کیا اس سلسلے میں اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے، معلومات حاصل کر لی جائیں، خون تو مہیا ہو سکتا ہے بلڈ بنک میں کافی خون موجود ہے کم از کم ہم اس بلا سے معلومات تو حاصل کریں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ آپ اس خون کا انتظام کریں اور میں اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے اس بارے میں مزید ہدایات لے لیتا ہوں۔" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

انسپکٹر فولاد خان نے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کیا تو انہوں

نے یہی کہا کہ بلا کو ہر قیمت پر ہوش میں آنا چاہیئے اگر یہ انسانوں کی طرح سوچ سمجھ سکتی ہے تو پھر ہم اس سے تمام معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ وہ کون ہے اور کس کے لیے کام کر رہی ہے، یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں، یہ ساری باتیں اس سے معلوم ہونا ضروری ہیں۔"

"ٹھیک ہے سر میں ڈاکٹر صاحب کو ہدایت کیے دیتا ہوں کہ وہ بلا کو خون دینے کا عمل شروع کر دیں۔" فولاد خان نے کہا اور اس کے بعد وہ ڈاکٹرز کو ہدایات دینے لگا۔

"اوہ۔ اس سلسلے میں کیا ہو سکتا ہے ڈاکٹر؟"

"صرف ایک ترکیب ہے" ڈاکٹر نے جواب دیا۔

"وہ کیا؟"

"اسے کم از کم پندرہ بوتل انسانی خون درکار ہوگا"

"پندرہ بوتل خون۔" انسپکٹر فولاد پر خیال انداز میں بولا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر کہنے لگا۔ "لیکن ڈاکٹر اس خون کا گروپ کیا ہونا چاہیئے۔"

"کسی بھی خاص گروپ کی ضرورت نہیں ہے، بس خون ہونا چاہیئے ہم خاص ذریعوں سے نلکیاں ڈال کر اس کے معدے میں یہ خون پہنچائیں گے، اس طرح یہ بلا ہوش میں آسکتی ہے"

"اوہ ترکیب تو اچھی ہے۔ تو کیا اس سلسلے میں اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کیا جائے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے، معلومات حاصل کرلی جائیں، خون تو مہیا ہو سکتا ہے بلڈ بنک میں کافی خون موجود ہے کم از کم ہم اس بلا سے معلومات تو حاصل کریں"

"تو پھر ٹھیک ہے ڈاکٹر۔ آپ اس خون کا انتظام کریں اور میں اعلیٰ حکام سے رابطہ قائم کر کے اس بارے میں مزید ہدایات لے لیتا ہوں" انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

انسپکٹر فولاد خان نے اعلیٰ افسران سے رابطہ قائم کیا تو انہوں

نے یہی کہا کہ بلا کو ہر قیمت پر ہوش میں آنا چاہیئے اگر یہ انسانوں کی طرح سوچ سمجھ سکتی ہے تو پھر ہم اس سے تمام معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ وہ کون ہے اور کس کے لیے کام کر رہی ہے، یہ لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں، یہ ساری باتیں اس سے معلوم ہونا ضروری ہیں"

"ٹھیک ہے سر میں ڈاکٹر صاحب کو ہدایت کیے دیتا ہوں کہ وہ بلا کو خون دینے کا عمل شروع کر دیں" فولاد خان نے کہا اور اس کے بعد وہ ڈاکٹرز کو ہدایات دینے لگا۔

چار نرسیں اور دو ڈاکٹر اس بلا کی نگرانی پر مامور تھے۔ خون فراہم کر لیا گیا تھا، اور خاص قسم کی نلکیوں کے ذریعے یہ خون تیزی سے بلا کے بدن میں داخل کیا جا رہا تھا، اس پر سے بے ہوشی کے اثرات آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے تھے، نرسیں تو اس کی شکل دیکھتے ہی ہیبت کا شکار ہو جاتی تھیں، لیکن وہ نرسیں تھیں اور ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ اپنی ڈیوٹی مکمل طور پر انجام دیں۔

ہدایت کے مطابق وہ عمل کر رہی تھیں۔ ڈاکٹر بھی بلا کی نگرانی کر رہے تھے وہ فولادی بیلٹوں میں جکڑی ہوئی تھی اس لیے ان لوگوں کو اس کی زیادہ پرواہ نہیں تھی، یہ بیلٹیں آسانی سے توڑی نہیں جا

سکتی تھیں۔

لیکن نہ جانے کیوں ان نرسوں کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ بلا ہوش میں آنے کے بعد ان کے لیے خوفناک ثابت ہو گی عام مریضوں کو ایک ذریعے سے خون دیا جاتا ہے لیکن اس بلا کو خون نہیں دیا جا رہا تھا کیونکہ اس کے بارے میں انہیں یہ اندازہ تھا کہ وہ خون پیتی ہے۔ خون کی ضرورت اس کی رگوں کو نہیں بلکہ معدے کو تھی چنانچہ یہ خون براہ راست اس کے معدے میں پہنچایا جا رہا تھا۔

ڈاکٹرز محسوس کر رہے تھے کہ جوں جوں خون اس کے معدے میں پہنچتا جا رہا تھا، وہ بشاش ہوتی جا رہی ہے تقریباً بارہ بوتل خون اس کے معدے میں پہنچ گیا تو تیرھویں بوتل لگا دی گئی اور نرسیں اس کا تجزیہ کرتی رہیں دونوں ڈاکٹر بری طرح تھک گئے تھے انہوں نے نرسوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تم لوگ دلچسپی سے اپنا کام جاری رکھو، خون کی یہ بوتل ختم ہو جائے تو دوسری بوتل لگا دینا، ابھی یہ باقی دو بوتلیں بھی اس کے معدے میں پہنچانی ہیں تم لوگ اس کا تجزیہ کرتی رہو، ہم ڈاکٹرز روم میں بیٹھے ہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو ہمیں اطلاع دے دینا۔"

"جی بہتر" نرسوں نے جواب دیا۔ دونوں ڈاکٹر چلے گئے اور نرسیں آپس میں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگیں۔

"کیسی مکروہ شکل ہے اس کی۔ انسانوں کی یہ کون سی قسم ہے۔

"خدا جانے۔"

"مجھے تو اسے دیکھ کر ہی وحشت ہوتی ہے، میں تو سو بھی نہیں سکتی۔"

"اب یہ سوچو یہ ہوش میں آکر کیا کرے گی۔"

"کیا پتہ، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، کم بخت نے نہ جانے کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔"

"لعنت ہے اس پر، پتہ نہیں اس کی پیدائش کس طرح ہوئی اور یہ ایسے کیسے بن گئی۔"

نرسیں آپس میں باتیں کرتی رہیں خون کی تیرھویں بوتل ختم ہوگئی تو چودھویں بوتل لگادی گئی اب صرف ایک بوتل باقی رہ گئی تھی۔ ڈاکٹروں کے اندازے کے مطابق یہ خون دینے کے بعد اس بلا کو ہوش میں آجانا چاہیئے تھا نرسیں گفتگو کر رہی تھیں کہ دفعتاً انہیں ایک عجیب سی آواز سنائی دی۔

بلا نے کروٹ بدلنے کی کوشش کی تھی، نرسیں چونک کر کھڑی ہوگئیں اور اس وقت بلا نے آنکھیں کھول دیں وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چھت کو تک رہی تھی پھر اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی، لیکن لوہے کی پٹیاں اس سلسلے میں رکاوٹ ثابت ہوئیں۔

بلا نے حلق سے ایک خوفناک دھاڑ نکالی اور اس دھاڑ

کے ساتھ ہی چاروں نرسیں دہشت زدہ انداز میں چیخ پڑیں بلا نے دونوں ہاتھوں سے زور لگایا اور لوہے کی پٹیاں اس طرح اکھڑ گئیں جیسے ان میں کوئی جان نہ ہو۔ پھر اس نے دونوں پیروں کو جھٹکا دیا اور اس کے پیروں کی پٹیاں بھی چٹخ گئیں۔

بلا کھڑی ہوگئی اور نرسوں کا برا حال ہوگیا وہ گرتی پڑتی باہر نکل آئی تھیں اور بلا کمرے میں دہاڑ رہی تھی۔

ڈاکٹروں نے اس صورت حال کو محسوس کر لیا، دو نرسیں بے ہوش ہو چکی تھیں اور دو نرسیں جو کہ خود کو سنبھالے ہوئے تھیں اپنے اندر بولنے کی قوت نہیں رکھتی تھیں لیکن کچھ پوچھنا بھی ضروری نہ رہا کیونکہ چند لمحات کے بعد ہی ایک دروازہ ٹوٹ کر باہر آرہا۔ بلا باہر نکل آئی۔ یہ وحشت ناک انسان اب پوری طرح ہوش و حواس میں تھا۔ اسے خون مل چکا تھا، اس نے متجسانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھا اور ڈاکٹر بری طرح چیخیں مارنے لگے وہ پولیس کو مدد کے لیے بلا رہے تھے پولیس آگئی لیکن بلا نے بری طرح دوڑنا شروع کر دیا تھا اور پولیس والے اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ پورے اسپتال میں ایک ہنگامہ ہو گیا تھا۔

بلا اب اسپتال کی عمارت سے باہر نکل آئی تھی سڑک پر لوگ آجارہے تھے ایک شخص نے اس بلا کو دیکھا تو اس کے

تھان سے ایک دہاڑ سی نکل گئی اور پھر تو بھری پڑی سڑک پر بھی کہرام مچ گیا لیکن بلا اس وقت کہیں نہیں رکی تھی۔ وہ بس تیز رفتاری کے ساتھ دوڑے جا رہی تھی۔

انسپکٹر فولاد خان اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پولیس جیپ میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اور بھی کئی جیپیں تھی جو بلا کا تعاقب کر رہی تھیں لیکن بلا اس طرح دوڑ رہی تھی جیسے اس کے اندر مشین لگی ہوئی ہو اور تب انسپکٹر فولاد خان اپنی جیپ کی رفتار اور تیز کر دی اور پھر وائرلیس پر اس نے ہیلی کاپٹر اسکواڈ سے رابطہ قائم کیا جس کے لیے اس نے درپردہ تیاریاں کر لی تھیں۔

انسپکٹر فولاد خان نے ہیلی کاپٹر طلب کر لیے دوسری طرف سے انہیں ہدایت دی گئی کہ وہ ہیلی کاپٹر اسکواڈ کو صورتحال سے مطلع کرتے رہیں۔

اس دوران بہت سے ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچے پولیس سائرن کی آواز سے بہت سی گاڑیاں رستہ چھوڑ رہی تھیں بلا سمندر کی جانب دوڑ رہی تھی اور انسپکٹر فولاد خان سخت پریشان تھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے فضا میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنی اور ایک بار پھر ان سے رابطہ قائم کرنے لگا۔

اس خوفناک بھاگ دوڑ سے لوگوں کو کس حد تک اعلان ہو گیا تھا اور بہت سے لوگوں نے تو اپنی آنکھوں سے اس وحشت ناک بلا کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا چنانچہ چاروں طرف دکانیں بند ہونے لگیں لوگوں میں افراتفری پھیلنے لگی سب کے سب طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے کوئی کچھ کہہ رہا تھا۔ کوئی کچھ سب کے سب طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے۔ لیکن انسپکٹر فولاد خان اپنے مشن پر لگا ہوا تھا ہیلی کاپٹر سے رابطہ قائم کرنے کے بعد اس نے انہیں بلا کی سچویشن بتائی اور کہا کہ اب وہ سمندر کی جانب دوڑ رہی ہے اس نے کہا کہ کسی طرح بلا کو سمندر سے پہلے ہی روکنا ہے اگر وہ سمندر میں اتر گئی تو خوامخواہ

ثابت ہو سکتی ہے ویسے اس نے سمندر میں ایسی جنگی کشتیوں کا انتظام کر لیا ہے جو سمندر میں اس کا تعاقب کر کے اسے پکڑنے کی کوشش کریں گی ان کشتیوں کو جال بھی فراہم کر دیئے گئے ہیں ہیلی کاپٹر تیز رفتاری سے اس بلا کی طرف بڑھ گئے انہوں نے اس بلا کو دیکھ لیا لیکن بد قسمتی یہ تھی کہ وہ بلا ایسی سڑک پر دوڑ رہی تھی جہاں ہیلی کاپٹر دل کر زیادہ نیچے نہیں لایا جا سکتا تھا ورنہ انہیں خود بھی خطرہ پیش آتا دونوں طرف بلند و بالا عمارتیں بنی ہوئی تھیں ذرا سا پر کسی عمارت سے ٹکراتا تو ہیلی کاپٹر کے پرخچے اڑ جاتے بہر طور وہ سمندر کے کنارے تک اس کا تعاقب کرتے رہے۔ کئی بار بلا پر رسیوں کا جال پھینکنے کی کوشش کی گئی لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھیں کیونکہ جال اتنے نیچے تک نہیں آسکتے تھے رسیاں کم از کم اتنی لمبی نہیں تھیں کہ اتنی بلندی سے انہیں پھینک کر بلا کو گرفتار کیا جا سکے جیسے بلا کے قریب ہوتی جا رہی تھیں بلا اب بے تحاشہ علاقے میں دوڑنے لگی ساحل قریب ہی تھا اس سے پہلے کے ہیلی کاپٹر کوئی اور کارروائی کرتے بلا سمندر میں، کود گئی انسپکٹر فولاد خان بری طرح نروس ہو گیا تھا سمندر میں کودنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اس پر ہاتھ ڈالنا مشکل ہو گا لیکن بلا اس وقت ہوش و حواس میں نہیں معلوم ہوتی تھی ورنہ وہ سمندر کی گہرائیوں میں جانے کی کوشش کرتی وہ تیز رفتاری سے

سطح سمندر پر تیر رہی تھی فوراً ان کشتیوں کو اطلاع دی گئی جو اس سلسلے میں مامور کر دی گئی تھیں ہر طرح کے انتظامات کر لیے گئے تھے چنانچہ چار کشتیاں اس بلا کے تعاقب میں چل پڑی کی وہ بار بار مخصوص مشینی قسم کے جال اس بلا پر پھینک رہی تھیں وہ جب جال اس کے اوپر گرتا تو سمندر میں غوطہ لگا جاتی اور پھر سطح پر اوپر ابھر آتی اس بات سے انہوں نے ایک اندازہ لگایا کہ بلا سمندر میں تیر تو سکتی ہے لیکن گہرائیوں میں نہیں جا سکتی یہ اچھی بات تھی وہ زیادہ گہرائیوں میں نہیں جاتی ہو گی بلکہ تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے آبدوز پر لے لیا جاتا ہو گا چنانچہ اس وقت بھی وہ بری طرح بدحواسی کے عالم میں سمندر میں تیرتی پھر رہی تھی کشتیاں اس کا تعاقب کر رہی تھیں بلا کا رخ ایک جہاز کی جانب ہو گیا یہ ایک غیر ملکی جہاز تھا جو مال لے کر آیا تھا اور ابھی تک سمندر میں لنگر انداز تھا جہاز کا نام بروٹ تھا۔

بروٹ نامی جہاز کے قریب بلا کو سمندر میں ابھرتے ہوئے دیکھا گیا بروٹ نامی جہاز سے ایک سیڑھی لٹکی ہوئی تھی چند افراد کشتیوں پر اتر رہے تھے بلا نے کشتی کے قریب سر نکالا اور دوسرے لمحے وہ کشتی کا کنارا پکڑ کر اوپر چڑھ گئی کشتی میں اس وقت چھ افراد تھے انہوں نے اس خونخوار بلا کو دیکھا تو حیرت سے اچھل پڑے ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ یہ کیا چیز ہے بلا اس وقت انتہائی

خونخوار ہو رہی تھی اس نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ کر سر
سے بلند کیا اور سمندر میں پھینک دیا دوسرے آدمی کے چہرے
پر اس نے اس طرح ہاتھ مارا کہ اس کے لمبے لمبے ناخنوں نے
اس کے سارے جبڑے اکھاڑ کر رکھ دیئے اس کی دہشت
ناک چیخ سن کر باقی لوگوں نے خود ہی سمندر میں چھلانگ لگادی
لیکن بلا کشتی پر رکی وہ سیڑھی کے ذریعے جہاز پر چڑھ رہی تھی۔
پیچھے ان کشتیوں کو کئی بار اس نے پلٹ پلٹ کر دیکھا تھا اوپر
ہیلی کاپٹر آرہے تھے انسپکٹر فولاد خان اور دوسرے لوگ ابھی
ساحل پر ہی موجود تھے اور وائرلیس پر انہوں نے ایک کشتی کو
اپنے قریب آنے کا پیغام دے دیا تھا کہ خود بھی بلا کے تعاقب
میں روانہ ہو سکیں جب دوسری موٹر لانچ قریب پہنچی تو انسپکٹر
فولاد خان اور اس کے ساتھی اس پر چڑھ کر جہاز کی جانب چل
پڑے انسپکٹر فولاد خان نے لانچ ڈرائیور کو حکم دیا تھا کہ وہ تیز رفتاری
سے جہاز کی جانب بڑھے جس پر ابھی ابھی وہ بلا چڑھی ہے دور
سے انہوں نے دوربینوں کی مدد سے بلا کو اس جہاز پر چڑھتے
دیکھ لیا تھا دوسری موٹر لانچیں جو اب تک بلا کا تعاقب کر رہی
تھیں جہاز کے چاروں طرف پھیل گئیں ہیلی کاپٹر جہاز کے اوپر
آگئے وہ اوپر سے اس بلا کے بارے میں اندازہ لگانا چاہتے تھے
بلا جہاز پر پہنچی تو جہاز کے عملے کے لوگ جو غیر ملکی تھے

اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے انہوں نے جو ایک
عجیب الخلقت آدمی کو اپنے جہاز میں آتے دیکھا تو دو آدمی ان
کے پاس پہنچ گئے وہ مضحکہ خیز نگاہوں سے ان کو دیکھ رہے تھے۔
اے تم کون ہے؟ اور ادھر کیوں آیا ہے؟ ان میں سے
ایک آدمی نے اس بلا کے سامنے پہنچ کر کہا لیکن بلا کی دہشت
ناک چیخ نے غلامی کے چہرے کی مسکراہٹ ختم کر دی تھی دوسرے
لمحے اس نے جھپٹ کر اس آدمی کو دبوچ لیا دوسرے آدمی نے
زمین سے ایک لکڑی کی میخ اٹھائی اور بلا کی پشت پر دے ماری
لیکن اس کا اس پر اثر نہیں ہوا تھا وہ جس آدمی کو دبوچے ہوئے
تھی اس کے چھیچھڑے اڑا دیئے تھے اور اس کا خون چاٹ رہی
تھی پھر اس نے اس کے بازو پر دانت گڑھائے اور گوشت
کا ایک بڑا سا ٹکڑا اکھاڑ کر اپنے دانتوں میں دبا لیا اب تو اس کی
دہشت ناکی میں بھی اضافہ ہو چکا تھا اس نے دوسرے آدمی
کو بھی پکڑا اور پھر اس کی گردن پر دانت جما دیئے دوسرے
آدمی کی چیخوں کو سن کر جہاز کے عملے کے دوسرے لوگ دوڑ
پڑے لیکن کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس بلا کے قریب جا
کر اس آدمی کو چھڑا لے اور وہ مزے سے اس آدمی کا گوشت
کھا رہی تھی ہیلی کاپٹر اب کافی نیچے اتر آئے تھے پھر ان پر
سے ایک جال پھینکا گیا لیکن بلا نے ایک طرف چھلانگ لگا

دی بھی وہ جال کی گرفت میں نہیں آسکی تھی۔

اتنی دیر میں انسپکٹر فولاد خان کی موٹر لانچ بھی قریب پہنچ گئی تھی پھر جہاز کا کیپٹن اس بلا کی گرفت میں آگیا اور دوسرے لمحے اس نے کیپٹن کو نگل لیا۔ کیپٹن کو پکڑتے ہی پورے جہاز میں ہنگامہ ہو گیا تھا اب لوگوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی خطرناک چیز یہاں موجود ہے کیپٹن کے ایک خاص ساتھی نے ہنگامی طور پر استعمال ہونے والی برین گن اٹھائی اور بلا کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا۔

ادھر سے انسپکٹر فولاد خان سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ رہا تھا لیکن اسے اوپر پہنچنے میں دیر ہو گئی جونہی بلا نے ایک لمحے کے لیے کیپٹن کو چھوڑا۔ کیپٹن کے ماتحت نے اس پر برین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ برین گن سے نکلی ہوئی گولیوں نے اس کی کھوپڑی کی ہڈیاں توڑ دیں اور پھر اس کے پورے بدن میں پیوست ہو گئیں بلا اب نڈھال ہو گئی تھی اس کے بدن سے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے وہ گھٹنوں کے بل جھکی اس کے حلق سے خوفناک دھاڑیں نکل رہی تھی جب انسپکٹر فولاد خان پہنچا تو اس کا بدن چھلنی ہو چکا تھا۔

"رک جاؤ، رک جاؤ" انسپکٹر فولاد خان نے وحشت ناک لہجے میں کہا لیکن کیپٹن کے ساتھی نے جو اپنے آدمیوں کی موت سے بھی بہت زیادہ طیش میں آگیا تھا اور پھر کیپٹن کو زخمی ہوتے دیکھ

...یا تھا اس کی قوت برداشت بالکل ہی جواب دے گئی تھی برین گن ...ی گولیوں سے بلا کے عضو عضو کو چھلنی کر ڈالا اب اس کے بدن میں ...سوراخ ہی سوراخ تھے اور ہر سوراخ سے بے پناہ خون ابل رہا ...تھا آہستہ آہستہ بلا نیچے گر پڑی انسپکٹر فولاد خان گولیوں سے بچنے ...کے لیے خود بھی جھک گیا تھا وہ بس بیٹھا بیٹھا اپنی جگہ چیخ رہا تھا ...ا اس کو قتل نہ کرو ہلاک نہ کرو لیکن بھلا وہ لوگ کیوں سنتے ذرا سی دیر ...بن بلا نے دم توڑ دیا اس کے دم توڑنے کے بعد تمام لوگ وہیں ...آکر جمع ہو گئے ہیلی کاپٹر بھی جہاز کے ایک صاف ستھرے حصے ...پر اتر گئے تھے دوسری طرف سے پولیس والے بھی اوپر پہنچ ...کر وہ اوپر دیکھنے لگے اس وحشت ناک بلا نے کئی آدمیوں کا خاتمہ ...کر دیا تھا اور مرتے مرتے بھی کئی آدمیوں کو اپنے ساتھ موت کے ...گھاٹ اتار گئی تھی انسپکٹر فولاد خان کو سخت رنج تھا وہ تو اسے زندہ ...گرفتار کرنا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ قصور ان لوگوں کا بھی نہیں ...ہے ظاہر ہے کیپٹن کو شدید زخمی کر دیا تھا اور دو آدمی ہلاک کر دیئے ...گئے تھے تو پھر یہ اس بات کا انتظار کیوں کرتے کہ اسے زندہ چھوڑ دیں اس نے کیپٹن کی مزاج پرسی کی کیپٹن غشی کی حالت میں ...تھا اور جہاز کا ڈاکٹر اسے اٹھوانے کا بندوبست کر رہا تھا تھوڑی ...کے بعد کیپٹن کو اس کے کیبن میں لے جایا گیا جہاں اس کے ...لوگوں کی دیکھ بھال کی جانے لگی دونوں آدمی جنہیں بلا کا شکار

ہونا پڑا تھا مر چکے تھے اور جہاز پر زبردست افراتفری ہو رہی
تھی بہت سے لوگ پولیس سے اسکے بارے میں معلومات حاصل
کر رہے تھے لیکن انسپکٹر فولاد خان کسی کو کیا بتاتا اس کی ساری
محنت بے کار چلی گئی تھی۔

غیر ملکی سفارت خانہ تباہ ہو رہا تھا اور اب دو غیر ملکی ہلاک
ہو گئے تھے اور ایک شدید زخمی بے چارے مقامی لوگ
جو مارے گئے تھے ان کا تو حساب ہی نہیں تھا حکومت
سخت پریشان ہو گئی تھی اور اب حکومت کے بڑے بڑے
عہدیداران اس معاملے میں کود پڑے تھے۔
اس ہولناک بلا کی لاش کو جہاز سے لے آیا گیا تھا اور اب
ہسپتال کے مردہ خانہ میں پڑی تھی ڈاکٹر اور سائنسدان اسے دفن
کرنے یا جلانے کے حق میں نہیں تھے۔ اس پر تجربات کرنا
چاہتے تھے۔
بہرحال ایک میٹنگ طلب کی گئی جس میں اس صورتحال

پر غور کر رہا تھا۔ انسپکٹر فولاد خان کو بھی اس میٹنگ میں طلب کیا گیا۔ میٹنگ میں وزارت داخلہ کے سیکرٹری بھی شامل تھے اور بہت برہم نظر آ رہے تھے۔

"آئی جی صاحب یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی ذمہ داری کون قبول کرے گا؟" ہوم سیکرٹری نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"میں سمجھا نہیں جناب؟" آئی جی صاحب نے پوچھا۔

"سفارت خانہ تباہ ہوا، بے شمار افراد ہلاک ہوئے، غیر ملکی جہاز کے ملاح اور کپتان حادثات کا شکار ہوئے اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں؟"

"میں گزارش کرتا ہوں کہ مجھے جواب دینے کی اجازت دی جائے۔" فولاد خان نے کہا۔

"جی فرمایئے۔" ہوم سیکرٹری طنزیہ انداز میں بولا۔

"یہ کیس میرے سپرد تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"میں بڑی گہرائی سے اس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔"

"جی یقیناً۔"

"یہ جو کچھ ہوا صرف ایک حادثہ ہے۔"

"میں اسے ماننے کو تیار نہیں ہوں۔"

"جناب گستاخی معاف میں ایک سوال کروں گا۔"

"جی۔"

"اگر یہ حادثہ نہیں تھا تو پھر کیا تھا؟"

"پولیس کی نااہلی۔"

"وہ کس طرح؟"

"اس طرح کہ پولیس اس معمولی سے واقعہ کو کنٹرول نہیں کر سکی۔"

"اتنے انسانوں کو ہلاک کرنے والی شے کوئی معمولی ہو سکتی ہے۔" فولاد خان نے غصیلے انداز میں کہا۔ اب اس کا پارہ بھی چڑھتا جا رہا تھا ہوم سیکرٹری صاحب سخت گفتگو کر رہے تھے۔

"پھر وہ کیا ہے۔ ایک چالاک ......"

"جی ہاں۔" اس نے کافی غصے کے ساتھ بولا۔

"ہمیں اس کے بارے میں اوپر سے ہی ہدایات مل جائیں اسے ختم کرنے کا کوئی آسان طریقہ پہلے کیوں نہ بتا دیا گیا۔"

"بات یہ نہیں ہے ہوم سیکرٹری صاحب۔ آپ اگر ایسا سمجھتے ہیں تو دو اور ارکان سے استعفے طلب کر سکتے ہیں ہم بخوشی استعفے دے دیں گے۔" آئی جی صاحب نے کہا۔

"میں خود تفصیل جاننا چاہتا ہوں آخر محکمہ داخلہ کو بھی تو جواب دہی کرنی ہوتی ہے۔" ہوم سیکرٹری نے کہا۔

"حادثے کسی کے بس میں نہیں ہوتے۔ زلزلے روکے جا سکتے ہیں؟ آتشزدگی سے بچا جا سکتا ہے۔ جرم پر فوری مستعدی

سے کیا جاتا ہے اور اس کے بعد پولیس مجرموں کو تلاش کرتی
ہے۔ اس میں قصور کسی کا نہیں ہوتا۔"

"وہ آخر ہے کیا بلا؟"

"یہ کام بھی پولیس کا ہے کہ اس کا شجرہ نسب معلوم کرے۔"

"تو پھر کون کرے گا؟"

"ڈاکٹر۔"

"تو ڈاکٹروں کو ہدایت دی جائے۔"

"دے دی گئی ہے۔ آپ کو شاید اس کیس کی خبر آج ہوئی
ہے کیا اخبارات آپ نے نہیں دیکھے۔"

"کیا کہتے ہیں۔؟"

"جو کچھ وہ کہیں گے کسی کے کان میں نہیں کہیں گے۔"

"سفارت خانے کا کیا معاملہ ہے؟"

"اسے تباہ کر دیا گیا۔"

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔"

"تو پھر اور کیا معاملہ پوچھنا چاہتے ہیں آپ؟"

"اسے تباہ کرنے والے کون ہیں؟"

"اس کا ابھی پتہ نہیں چل سکا۔"

"کب تک چلے گا؟"

"اگر اسے تباہ کرنے والے خود آکر بتا دیں گے تو شاید

جلدی ورنہ اس سلسلے میں کام ہو رہا ہے۔" آئی جی صاحب نے
جواب دیا۔ ہوم سیکرٹری کے رویئے پر انہیں بھی غصہ آ گیا تھا اور
اب وہ الٹے سیدھے جواب دے رہے تھے۔

ہوم سیکرٹری صاحب کو احساس ہو گیا۔ چنانچہ وہ سنبھل گئے۔

"آپ لوگ ہماری پریشانیاں بھی تو دیکھئے۔"

"جی ہاں۔ مین ہول آپ کے بنگلے میں ہوں گے۔ لیکن فکر
نہ کریں اب یہ بلا پکڑ لی گئی ہے۔"

"مین ہول کی بات نہیں کر رہا۔"

"پھر کیا بات ہے؟"

"محکمہ داخلہ کو جواب دہی کرنی ہوتی ہے۔"

"ہوم سیکرٹری صاحب کوئی مجرم خود کو پلیٹ میں رکھ کر نہیں
پیش کرتا اس کا سراغ لگانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے بھاگ دوڑ کرنا
پڑتی ہے جو ہم کر رہے ہیں اور اس کے باوجود اگر یہ سمجھا جا رہا
ہے کہ ہم نااہل ہیں تو ہماری گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ دماغوں
کو استعمال کیا جائے۔ ہم ناکارہ لوگ واقعی اتنی جلدی کچھ کرنے کی
صلاحیت نہیں رکھتے۔"

"آپ برا مان گئے آئی جی صاحب۔"

"جی نہیں۔ اخبار والوں کے پاس قلم ہوتا ہے۔ وہ تنہا گوشوں
میں بیٹھ کر صرف کیچڑ اچھالنا جانتے ہیں۔ حقیقت کیا ہوتی ہے ان

کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔"

"آپ لوگ اب اس بلا کے بارے میں کیا کریں گے؟"

"بس اسے دفن کر دیں گے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ ہم اس سلسلے میں سنجیدہ گفتگو کریں اگر ذہنی پریشانی کے عالم میں میں نے کوئی سخت بات کہہ دی ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" سیکرٹری صاحب کو احساس ہو گیا ہے

"پریشان تو ہم سب ہیں سیکرٹری صاحب۔"

"ہاں میں جانتا ہوں۔"

"میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ آدم خور بلا یہ خوفناک بھی بذات خود کوئی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس کے پیچھے کچھ اور لوگ ہیں۔"

"کچھ اور لوگ۔"

"ہاں کچھ اور لوگ۔" آئی جی صاحب نے جواب دیا۔

"وہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

"ممکن ہے کچھ غیر ملکی ایجنٹ۔"

"لیکن اس بلا سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"یہ بلا انہیں کا چلایا ہوا کوئی چکر معلوم ہوتی ہے اس کے ذریعہ وہ عوام میں خوف وہراس اور بے چینی پھیلانا چاہتے تھے۔"

"اوہ۔ ہاں یہ ممکن ہے۔"

"ان کی دوسری کوشش سنار تخانے کی تباہی تھی۔"

"آپ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔"

"ظاہر ہے وہ معمولی لوگ نہ ہوں گے۔"

"ظاہر ہے۔"

ہوم سیکرٹری بولے۔

"ان لوگوں کا پتہ لگانا بھی اتنا آسان نہیں ہے لیکن فکر نہ کریں ہم انہیں اس ملک سے زندہ واپس نہیں جانے دیں گے۔"

"میری درخواست ہے کہ انہیں مزید خونریزی سے روکا جائے ہم اب اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"میں اعلان کرتا ہوں کہ سات دن کے اندر اندر انہیں گرفتار کر کے آپ کے حوالے کر دوں گا۔"

انسپکٹر فولاد خان نے کہا۔

"شاباش ہمیں تم سے یہی امید ہے فولاد خان۔"

"لیکن فولاد خان۔"

آئی جی نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں اعلان کر چکا ہوں جناب۔ میں انہیں سات دن کے اندر تلاش کر کے حکومت کے حوالے کر دوں گا۔ ورنہ خود بھی موت کا شکار ہو جاؤں گا" فولاد خان جذباتی لہجے میں بولا۔ اور کانفرنس... [illegible]تا چلا گیا۔

"اب مجھے اجازت دی جائے۔"

فولاد خان کھڑا ہو گیا۔

"ہمیں تمہاری زندگی کی بھی ضرورت ہے فولاد خان جو کچھ کرو اس کے ساتھ اپنی بھی حفاظت کرنا۔" آئی جی صاحب نے کہا فولاد خان سلوٹ کر کے باہر نکل گیا تھا۔

سارجنٹ گوبز مولا بخش کی جھونپڑی سے باہر نکل آیا راحیل بھی اس کے ساتھ تھا دونوں شہر کی طرف چل پڑے۔

"اب آپ کیا کریں گے انکل۔؟"

"پہلے ہم ان تصویروں کو بنوائیں گے۔ اس کے بعد حکومت کے سامنے پیش ہوں گے۔ تاکہ اس آپریشن پر حملہ کر کے اسے گرفتار کیا جائے۔"

"اوہ۔ ابھی تو بہت کام باقی ہے۔"

"اکتا رہے ہو تم؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔"

"تو پھر۔؟"

دے گا۔" سارجنٹ گوبڑ اور راحیل وہیں بیٹھ گئے سرفراز راحیل
کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا سارجنٹ گوبڑ نے
اسے بتایا کہ یہ بچہ کس قدر ذہین اور کتنا وطن پرست ہے سرفراز
بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا تھوڑی دیر کے بعد پرنٹ
آ گئے آبدوز کی تصویر بالکل صاف تھی۔ سارجنٹ گوبڑ انہیں
دیکھ کر مسکرانے لگا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بہت ہی معنی
خیز تھی گویا اس نے کوئی خاص اندازہ لگا لیا تھا پھر اس نے راحیل
سے کہا۔

"اب تم میرے ساتھ انسپکٹر فولاد خان سے ملنے کے
لیے تیار ہو جاؤ۔"

"یہ انسپکٹر فولاد خان صاحب کون ہیں؟"

"وہ واقعی فولاد سے لوہے کا بنا ہوا۔ مجرم اس کے نام سے
کانپتے ہیں اگر کوئی مجرم اس کے ہتھے چڑھ گیا تو بس یوں سمجھ
لو کہ اس کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں یا تو وہ شرافت سے اپنے جرم کا
اعتراف کر لے اور وہ تمام تفصیل بتا دے جو اس نے اس جرم
کے سلسلے میں کی ہے اور اگر ایک بار بھی اس نے زبان بند
کر لی تو بس یوں سمجھو کہ انسپکٹر فولاد کے فولادی گھونسے اس کا
حلیہ بگاڑ دیتے ہوں گے۔"

تب تو بہت خطرناک آدمی ہوں گے وہ" راحیل نے کہا۔

"وہ نہیں دیکھنے میں اتنا خطرناک نہیں ہے لیکن اندر سے
خطرناک ہے اور پھر اس کا بدن بے حد مضبوط ہے"
"وہ آپ سے بھی زیادہ انکل؟"
"ہاں۔ شاید مجھ سے بھی زیادہ۔" سارجنٹ گوبڑ نے جواب
[illegible] وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انسپکٹر فولاد خان کے گھر پہنچے سارجنٹ
گوبڑ دراصل فولاد خان سے ہیڈ کوارٹر میں ملاقات نہیں کرنا چاہتا
بلکہ وہ اسے اپنی تفصیلی رپورٹ دینا چاہتا تھا کیونکہ فولاد خان
[illegible] کا چیف ہی نہیں بلکہ اس کا دوست بھی تھا۔

اتفاق کی بات یہ کہ فولاد خان بھی بہت سارے معاملات
نمٹنے کے بعد ابھی ابھی گھر پہنچا تھا اس نے اپنی وردی
اتار کر غسل خانے کا رخ کیا تھا کہ ایک ملازم نے کسی ملاقاتی کے
آنے کی اطلاع دی۔

"کون ہے کیوں ملنا چاہتا ہے؟"
"صاحب جی وہ سارجنٹ صاحب ہیں لینے۔"
"کون سارجنٹ؟"
"وہ جی جسے آپ گوبڑ کہتے ہیں۔"
"ایں! فولاد خان برقی طرح اچھل پڑا اور پھر وہ اس بری
طرح باہر بھاگا کہ گرتے گرتے بچا ڈرائنگ روم میں سارجنٹ
گوبڑ اور راحیل بیٹھے ہوئے تھے فولاد خان نے سارجنٹ

گڑبڑ کا ہاتھ پکڑا اور سینے سے لگا لیا۔

"ارے تو زندہ ہے گڑبڑ پھر گڑبڑ کر ڈالی نا میں تو سمجھ رہا تھا کہ تو مر ہی گیا۔"

"کسر تو نہیں تھی چیف لیکن موڈ نہیں تھا مرنے کا۔"

"کمال ہے بھئی۔ میں تو تیری طرف سے مایوس ہی ہو گیا تھا کہاں غائب رہے اتنے دن۔؟"

"چیف نے جو کام سپرد کیا تھا اس کی انجام دہی کر رہا تھا۔"

"کیا زیر زمین چلا گیا تھا یا سمندر کے نیچے؟" انسپکٹر فولاد خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا اور ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"سمندر کے نیچے۔" سارجنٹ گڑبڑ نے جواب دیا اور انسپکٹر فولاد خان چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہی کہ سمندر کے نیچے۔" سارجنٹ گڑبڑ نے جواب دیا۔

"دیکھ گڑبڑ، گڑبڑ مت کر جو کچھ تفصیل ہے مجھے بالکل صاف صاف بتا دے۔"

"ایک منٹ میں تو۔ میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا بس ذرا آہستہ آہستہ سنتے رہو۔"

"تو سنا بھئی کیا کہانی لے کر آیا ہے تو؟"

"کہانی تو بہت لمبی ہے ان سے ملو یہ مستقبل کے انسپکٹر راحیل ہیں۔"

"اوہ۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر راحیل۔" فولاد خان نے راحیل سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"جناب والا مجھے بھی آپ سے مل کر بے حد مسرت ہوئی۔"

"آپ کون ہیں بھئی مستقبل میں تو آپ انسپکٹر کیا آئی جی بھی بن جائیں گے لیکن فی الحال آپ کون ہیں؟"

"ایک غریب اور نادار لڑکا۔ یتیم بھی ہوں کوئی نہیں ہے میرا اس دنیا میں بس اپنی زندگی کو ہتھیلی پر لیے پھرتا تھا۔"

"میں بتاتا ہوں تمہیں ان کے بارے میں تفصیل یہ وہ بہادر اور دلیر لڑکا ہے جس نے سب سے پہلے اس کو دیکھا اور جس نے اس دن سے یہ کوشش شروع کر دی کہ اسے ہلاک کر دیا جائے۔"

"کیا؟" انسپکٹر فولاد خان حیرت سے بولا اور سارجنٹ گڑبڑ راحیل کی پوری کہانی سنانے لگا۔ انسپکٹر فولاد خان بہت متاثر نظر آ رہا تھا جب راحیل کی کہانی ختم ہو گئی تو اس نے کہا۔

"بیٹے مجھے یقین ہے کہ تم ایک دن ضرور ایک بہادر پولیس آفیسر بنو گے۔ بہرطور سارجنٹ تم بتاؤ کہ تم نے کیا کارنامے انجام دیئے۔"

"میں اس وقت سے اپنی کہانی شروع کرتا ہوں جب میری ملاقات اس بلا سے ہوئی اور میری اس سے کشتی شروع ہوگئی۔"

"کشتی۔" انسپکٹر فولاد خان حیرت سے بولا۔

"ہاں اور یقین کرو کہ اگر تھوڑی دیر اور مجھے مل جاتی تو میں اس بلا کو زیر کر لیتا۔"

"میں جانتا ہوں تو اتنا ہی طاقتور آدمی ہے مگر پھر کیا ہوا؟"

"پھر مجھے چند لوگ اٹھا کر لے گئے اور میری آنکھ ایک آبدوز پر کھلی۔"

"آبدوز پر۔"

"ہاں۔"

"پھر۔"

"پھر وہ مجھ سے معلومات حاصل کرتے رہے اور مجھے کسی قابل نہ پا کر انہوں نے سمندر میں پھینک دیا جہاں اس معصوم بچے اور اس کے ایک ساتھی نے میری جان بچائی جس کا نام مولا بخش ہے اور جو مچھیرا ہے اس کے بعد سے ہم نے سمندر میں اس آبدوز کی تلاش شروع کر دی ہمیں یقین تھا کہ اس آبدوز کا تعلق کسی نہ کسی طرح اس بلا سے ضرور ہے چونکہ راحیل اس بلا کو آبدوز میں داخل ہوتے دیکھ چکا تھا۔"

"اوہ خدا کی پناہ، تم لوگ تو بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے رہے ہو، مسٹر راحیل اب تو میں واقعی آپ سے بے حد متاثر ہوگیا ہوں۔"

"شکریہ جناب۔"

"بہرطور ہم نے اس آبدوز کی تصاویر حاصل کیں اور انہیں لے کر تمہارے پاس آئے ہیں سمندر میں وہ آبدوز موجود ہے اب اس کی گرفتاری کا انتظام تم خود کرو گے۔"

"تصاویر ہیں تمہارے پاس۔؟"

"ہاں میں نے ایک واٹر پروف کیمرے سے وہ تصویریں اتار دی ہیں۔" گڑبڑ بولا۔

"دکھاؤ جلدی کرو۔" انسپکٹر فولاد خان مضطربانہ انداز میں بولا اس کی اپنی جان پر بھی بنی ہوئی تھی ایک ہفتے کا ٹائم تو لے لیا تھا اس نے جوش کے عالم میں لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اسے اپنی زندگی دینا پڑے گی ایک ہفتے کے اندر اندر بھلا ان لوگوں سے کیا معلومات حاصل کر سکتا ہے لیکن سارجنٹ گڑبڑ نے اس کی اتنی بڑی مشکل آسان کر دی تھی بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ ایک طرح سے اس کی جان بچا لی تھی وہ تصویریں دیکھتا رہا اور اس کی آنکھوں میں مسرت کی لہریں چمکتی رہیں پھر اس نے گردن ہلا کر کہا۔

"سارجنٹ گڈ بڑ تمہارا یہ کارنامہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری طرف سے اطلاعات نوٹ کرو۔ اس بلا کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔"

"کیا۔؟!" گڈ بڑ اور راحیل دونوں اچھل پڑے۔

"ہاں"۔ انسپکٹر فولاد خان انہیں بلا کی ہلاکت کی کہانی سنانے لگا۔ اس نے پوری تفصیل بتائی تو سارجنٹ گڈ بڑ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"خدا کی پناہ تم لوگ بھی بڑے مصروف رہے ہو لیکن اب کیا پروگرام ہے۔؟"

"بس پروگرام کچھ نہیں میں نے سات دن کے لیے وعدہ کیا تھا اور آج ابھی دوسرا ہی دن ہے میں نے کہا تھا کہ میں ان لوگوں کو تلاش کر کے حکومت کے حوالے کر دوں گا تم نے میری یہ مشکل آسان کر دی ہے اب مجھے آخری انتظامات کرنے ہیں آؤ ہم تینوں ساتھ ہی رہیں گے انسپکٹر فولاد نے کہا اور سارجنٹ گڈ بڑ تیار ہو گیا پھر وہ تینوں ایک گاڑی میں بیٹھ کر باہر نکل آئے انسپکٹر فولاد خان نے نہانے کا ارادہ بھی ترک کر دیا تھا۔

ہوم سیکرٹری صاحب نے ان لوگوں کو برا بھلا ضرور کہا تھا لیکن بعد میں انہیں افسوس ہوا تھا۔ اب جو صورتحال ان کے علم میں آئی اسے سن کر وہ دنگ رہ گئے تھے۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"وہ لوگ اتنی تیاریاں کر کے آئے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"تو پھر اب آپ کیا چاہتے ہیں فولاد خان۔"

"بحریہ کی مدد۔ آپ صاحب سے مل کر صورتحال بتائیے یہ تصویریں ساتھ رکھیے"

"پہلے میں محکمہ دفاع کے سیکرٹری صاحب سے بات کرتا ہوں اس کے بعد ہی کوئی کارروائی ہو گی۔ آپ لوگ مجھے تھوڑی دیر کیلئے اجازت دیں میں انکو مکمل کارروائی سے آگاہ کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے، ہم انتظار کریں گے آئی جی صاحب نے کہا ان معاملات میں وہ بذات خود کام کر رہے تھے انسپکٹر فولاد خان نے انہیں رپورٹ دے دی تھی اور وہ اس رپورٹ سے بہت متاثر ہوئے تھے اور پھر وہ ہوم سیکرٹری سے

ملنے چلے آتے تھے۔

ہوم سیکرٹری انتظامات کر کے چلے گئے یہ صورتحال سن کر پوری حکومت حرکت میں آگئی تھی کوئی غیر ملکی آبدوز ہمارے ملک کے سمندر میں اس کامیابی سے چھپی ہوئی ہے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔

چنانچہ اعلیٰ پیمانے پر تیاریاں ہونے لگیں۔ جنگی جہاز ضرورت کے سامان سے لیس ہو کر تیار ہو گئے فولاد خان اور سارجنٹ گوبر کو ساتھ رکھا گیا تھا۔ راحیل کو اس ہوٹل میں رہنے دیا گیا تھا۔

اور پھر جنگی جہاز چل پڑے سارجنٹ گوبر کی سفارش پر مولا بخش کو بھی ساتھ لے لیا گیا تھا مولا بخش وہ آدمی تھا جو سمندر کے صحیح راستوں کی نشاندہی کر سکتا تھا۔

جنگی جہاز کے پچھلے حصے میں ایک خاص آپریشن روم تھا جس سے کارروائی ہو رہی تھی ایک ایسا آلہ سمندر میں لٹکا دیا گیا جو آبدوز کے سگنل وصول کر سکتا تھا۔ آپریٹر بڑی تندہی سے اس کی تلاش کر رہے تھے۔

اور پھر مولا بخش نے کہا۔

"یہاں کسم صاب۔ وہ ادھر ہی ہے ابی ہم اس کا صحیح جگہ پہنچ گیا ہے"

آپریشن کمانڈر نے یہ فوراً آپریشن روم سے رابطہ قائم کیا۔

"کیا بات ہے"، "سگنل نہیں مل رہے"

"ابھی نہیں"

"وہ جگہ یہی ہے"

"ہم زیادہ طاقتور آلہ ڈال رہے ہیں جناب ممکن ہے ہمارا یہ آلہ کمزور

ہو" کمانڈر نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو کمانڈر"

"یس"

"سگنل مل رہے ہیں وہ گہرائی میں ہے"

"اس کے بالکل اوپر پہنچ جاؤ"

"او کے جناب" جواب ملا اور ایک جنگی جہاز چل پڑا آپریشن روم سے برابر اطلاعات مل رہی تھیں پھر اطلاع ملی۔

"ہیلو سر"

"ہاں کہو"

"ہم اس کے اوپر پہنچ گئے ہیں۔"

"گہرائی کتنی ہے"

"تقریباً آٹھ سو فٹ"

"گڈ پہلے ہلکے ڈرم پھینکو۔ بلاسک ڈرم آٹھ سو فٹ کی گہرائی میں پھٹنے چاہئیں۔ تعداد"

"فی الحال چھ ڈرم"

"او کے سر" جواب ملا اس کے ساتھ ہی کمانڈر نے ایک ویژن اسکرین روشن کر دی۔ ویژن اسکرین سمندر کے نیچے کا منظر پیش کر رہی تھی۔ فولاد خان سارجنٹ گوبر آئی جی صاحب بھی کیبن میں موجود تھے ویژن اسکرین پر لاکھوں مچھلیاں تیرتی نظر آ رہی تھیں۔

پھر دفعتاً انہوں نے ایک ڈرم ان مچھلیوں کے درمیان سے گزرتے دیکھا وہ تیزی سے نیچے جانے لگا وشرن کیمرے کی آنکھ اس کا پیچھا کر رہی تھیں پھر دفعتاً پانی میں آگ ابھری انوکھا منظر تھا یہ۔ دوسرا اور پھر تیسرا ڈرم پانی میں پھٹ گیا اس کے ساتھ آپریٹر کی آواز ابھری۔

"ہیلو کمانڈر"

"یس"

"آبدوز نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہے۔"

"وہ کیمرے کی زد میں آسکتی ہے۔"

"ابھی نہیں سر۔ وہ نیچے ہی نیچے کھسک رہی ہے۔"

"جو نہی کیمرے کی زد میں آئے اسے اسکرین پر پیش کرو۔"

"اسے آنا پڑے گا سر کیونکہ تہہ میں پتھر ہیں اس لیے وہ ڈرم تہہ میں پھٹتے ہیں۔"

"گڈ" کمانڈر نے کہا۔

ایک بار پھر آواز ابھری۔

"ہیلو کمانڈر۔"

"یس کمانڈر اسپیکنگ۔"

"آبدوز بھاگ رہی ہے۔"

"اوکے میں دوسرے جہاز کو ہدایت دیتا ہوں" اس کے کمانڈر نے کہا اور وائرلیس سیٹ پر دوسرے جہاز کو ہدایت دینے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پر اسرار آبدوز نظر آنے لگی ڈرم اس کے اردگرد پھٹ رہے تھے اور وہ بری طرح لرز رہی تھی دفعتاً کمانڈر چیخا۔

"ہیلو"

"یس سر!"

"تارپیڈو مارنے کیلئے تیار رہو ہوشیار۔ کمانڈر کی آواز ابھری اسی وقت اسکرین پر دو چمکدار لکیریں دوڑتی نظر آئیں۔ وہ بہت تیزی سے اوپر آرہی تھیں جہاز پر افراتفری پھیل گئی خطرے کے الارم بجنے لگے اور جہاز کے کپتان نے جہاز کا رخ بدل لیا۔ تارپیڈو اس کے برابر سے نکل گئے تھے۔

اب دوسرے جہاز نے بھی آبدوز پر حملے شروع کر دیئے تھے آبدوز دھویں اور آگ میں کھو گئی تھوڑی دیر کے بعد اس کے پچھلے حصے سے دھواں بلند ہونے لگا اور کمانڈر خوشی سے چیخا۔ "وہ مارا۔ ہم نے آبدوز شکار کر لی۔"

چند لمحات میں ایک ٹرانسمیٹر پر ایک اجنبی آواز ابھری "ہیلو۔ کمانڈر ہیلو ہم آبدوز سے بول رہے ہیں۔"

"کہو دوستو۔ کیسے مزاج ہیں۔"

"آبدوز تباہ ہو چکی ہے آکسیجن نکل رہی ہے ہمیں سطح پر آنے کی اجازت دی جائے۔"

"آجاؤ۔ ڈیر ہم انتظار کر رہے ہیں" کمانڈر نے کہا تھوڑی دیر کے بعد آبدوز سطح پر آگئی اور پھر چند ہاتھ اٹھائے اس کے اوپری حصے میں پہنچ گئے جہاز سے لانچیں چل پڑیں اور ان سب لوگوں کو گرفتار کر کے

آبدوز پر قبضہ کر لیا گیا۔

اس طرح انوکھی بلا کا ہنگامہ ختم ہو گیا۔

گرفتار ہونے والوں نے ملٹری ہیڈ کوارٹر میں مان لیا کہ وہ غیر ملکی جاسوس ہیں اور ایسی حرکتیں کر کے حکومت کا تختہ الٹنے آئے تھے انوکھی بلا کے بارے میں انھوں نے بتایا کہ وہ اسے "مونیز" کہتے ہیں وہ انسان ہی تھا لیکن بچپن سے اسے آدم خور بنایا گیا تھا اور وہ ایک انتہائی طاقتور اور خطرناک شخصیت بن گئی تھی۔ انھوں نے اعتراف کیا کہ انھوں نے ہی سفارت خانہ تباہ کیا تھا۔ حکومت ان کے بارے میں غور کرنے لگی کہ اب ان کا کیا کیا جائے۔ کیونکہ وہ اس ملک کے بھی مجرم تھے جس کا سفارت خانہ انھوں نے تباہ کیا تھا۔

پھر دوسرے کام شروع ہو گئے۔ انسپکٹر فولاد خان کو ڈبل ترقی مل گئی اور اسے ایس پی بنا دیا گیا۔ سارجنٹ گوڈو کو بھی ترقی ملی اور وہ ڈی ایس پی بن گیا۔ راحیل کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے کر اس کے لیے پولیس ٹریننگ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ مولا بخش کو اس کی خدمات کے اعتراف میں ایک شاندار موٹر لانچ بطور تحفہ پیش کی گئی تھی۔ اس طرح سب خوش ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے راحیل کو سہارا دے دیا تھا۔

ختم شد